خطوطِ مشاہیر بنام

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتبہ

محمد راشد شیخ

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

اینڈومینٹ فنڈ ٹرسٹ

ریسرچ فاؤنڈیشن حیدر آباد۔ سندھ

خطوطِ مشاہیر بنام
ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتبہ
محمد راشد شیخ

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
ریسرچ فاؤنڈیشن حیدرآباد۔ سندھ
اینڈ ومینٹ فنڈ

خطوطِ مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتبہ محمد راشد شیخ

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ ڈاکٹر بلوچ مرحوم کی حیات اور ان کی وسیع علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق ہو اور ان کے تحقیقی منصوبوں کی اشاعت ہو۔ اس کے علاوہ فاؤنڈیشن کے مقاصد میں ڈاکٹر بلوچ مرحوم کی کتابوں اور ان کے مقالات کے تراجم کرانا، ان علمی منصوبوں کی خاطر مناسب اسکالرشپ کا انتظام کرنا اور ڈاکٹر بلوچ صاحب کی حیات و خدمات پر سیمینار کا انعقاد کرانا بھی شامل ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''خطوطِ مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ'' کے مرتب جناب محمد راشد شیخ کے ڈاکٹر بلوچ صاحب سے تقریباً پچیس برس تک علمی و نیازمندانہ تعلقات رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں ان کی پہلی کتاب ۲۰۰۷ء میں 'ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ شخصیت اور فن' اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ یہ مختصر کتاب بلوچ صاحب کی حیات اور علمی خدمات پر پہلی اردو کتاب تھی۔ اس کے بعد محمد راشد شیخ کا مرتبہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کے اردو مقالات اور خطبات کا پہلا مجموعہ ''گلشنِ اردو'' کے عنوان سے پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو سے ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد راشد شیخ نے بلوچ صاحب کے اردو خطوط کو مرتب کیا اور ''خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ'' ۲۰۱۲ء میں محکمہ ثقافت حکومت سندھ کراچی کی جانب سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کے لکھے کل ۱۳۳ اردو خطوط مع حواشی شامل ہیں۔ ان خطوط میں سب سے زیادہ خطوط راشد صاحب ہی کے نام ہیں جن کی تعداد ۲۸ ہے۔ اس کے بعد راشد شیخ نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی حیات اور وسیع علمی و عملی خدمات پر ایک جامع کتاب لکھیں چنانچہ اس موضوع پر مفصل اور جامع کتاب ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات'' کے عنوان سے ۲۰۱۴ء میں محکمہ ثقافت حکومت سندھ کراچی سے شائع ہوئی۔ اس طرح اب تک ڈاکٹر بلوچ مرحوم کی حیات اور علمی خدمات پر راشد صاحب کی چار کتب شائع ہو چکی ہیں اور پانچویں کتاب اس وقت آپ کے پیشِ نظر ہے۔

ڈاکٹر محمد شریف بلوچ
چیئرمین
ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن

خطوطِ مشاہیر بنام

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتّبہ

محمد راشد شیخ

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

ریسرچ فاؤنڈیشن حیدر آباد۔ سندھ

(۲۰۱۵)

فاؤنڈیشن کی کتاب نمبر-2

نام کتاب------ خطوطِ مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتّب-------- محمد راشد شیخ

تعداد--- ------ پانچ سو

سال--------- مارچ 2015ء

طابع--------- پیکاک پرنٹرز کراچی

ناشر---------- ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن حیدر آباد

تعاون--------- اینڈومینٹ فنڈ ٹرسٹ، کراچی

قیمت-- 400 روپے

موبائل نمبر: 0333-2683907

فہرست

[illegible] از ڈاکٹر محمد شریف بلوچ 7

عرضِ مرتب از محمد راشد شیخ 11

نمبر شمار	مکتوب نگار	تعداد خطوط	صفحہ نمبر
1	علامہ عبدالعزیز میمن	27	63
2	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	28	101
3	ڈاکٹر سید عبداللہ	8	126
4	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	3	135
5	ممتاز حسن	1	138
6	قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی	1	139
7	حکیم محمد سعید	9	142
8	ڈاکٹر ظہور الدین احمد	1	157
9	ڈاکٹر وحید قریشی	2	160
10	ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی	2	162
11	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	1	164

12	ڈاکٹر عبدالشکور احسن	1	166
13	نور احمد خان فریدی	13	168
14	احمد ندیم قاسمی	4	187
15	سیّد مصطفیٰ علی بریلوی	2	193
16	اشفاق احمد	3	196
17	حکیم عبدالحمید	1	200
18	حکیم محمد موسیٰ امرتسری	6	201
19	سیّد صباح الدین عبدالرحمن	1	206
20	ڈاکٹر محمد باقر	1	210
21	ڈاکٹر احسان حقی	6	211
22	ڈاکٹر شیر محمد زمان	1	216
23	ڈاکٹر محمد ایوب قادری	3	218
24	پروفیسر محمد اقبال مجددی	3	221
25	خواجہ حمید الدین شاہد	4	224
26	پروفیسر سیّد محمد سلیم	2	228
27	ڈاکٹر محمد معزالدین	1	232
28	اعجاز الحق قدوسی	6	233
29	عین الحق فرید کوٹی	1	240
30	پروفیسر محمد اسلم	7	243
31	ڈاکٹر رضوان علی ندوی	1	252
32	سیّد ضمیر جعفری	2	255

33	ڈاکٹر وفا راشدی	2	257
34	محمد اسماعیل ذبیح	1	260
35	ڈاکٹر محمد سلیم اختر	3	262
36	محمد اکرام چغتائی	2	267
37	غلام حسن شاہ کاظمی	1	270
38	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	2	273
39	ڈاکٹر حبیب الحق ندوی	1	276
40	ڈاکٹر گوہر نوشاہی	2	277
41	منظور الحق صدیقی	1	280
42	ڈاکٹر سیّد معین الرحمن	1	281
43	پروفیسر پریشان خٹک	1	283
44	اختر راہی	1	284
45	عبدالوہاب خان سلیم	2	286
46	سیّد اوصاف علی	1	289
47	افتخار عارف	3	290
48	انعام الحق جاوید	1	294
49	ڈاکٹر طاہر تونسوی	1	295
50	اطہر احمد خان	2	296
51	علامہ محمد افضل ہزاروی	2	300
52	سیّد برکات احمد	1	305
53	فیصل احمد ندوی بھٹکلی	2	306

54	سیّد انیس شاہ جیلانی	27	310
55	ڈاکٹر اسلم فرخی	1	337
56	راجہ رام شاستری	1	339
57	ڈاکٹر احمد بشیر	1	341
58	پروفیسر آفاق صدیقی	1	343
59	ڈاکٹر وقار احمد رضوی	3	344
60	ڈاکٹر صفیہ بانو	5	348
61	سیّد ابراہیم خلیل نقوی	1	356
62	محمد صغیر خان افغانی	1	358
63	محمد ارشد	1	359
64	شہباز ملک	1	361
65	عزیز الکلام	1	363
66	سیّد اشفاق حسین شاہ	1	365
67	محمد نعیم طاہر	1	366
68	فوزان احمد	1	368
69	زرینہ حق	1	370
70	محمد راشد شیخ	13	371

پبلشرز نوٹ

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ مرحوم کی حیات اور ان کی وسیع علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق ہو اور ان تحقیقی منصوبوں کی اشاعت ہو۔ اس کے علاوہ فاؤنڈیشن کے مقاصد میں ڈاکٹر بلوچ مرحوم کی کتابوں اور ان کے مقالات کے تراجم کرانا، ان علمی منصوبوں کی خاطر مناسب اسکالرشپ کا انتظام کرنا اور ڈاکٹر بلوچ صاحب کی حیات و خدمات پر سیمینار کا انعقاد کرانا بھی شامل ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''خطوط مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ'' کے مرتب جناب محمد راشد شیخ کے ڈاکٹر بلوچ صاحب سے تقریباً پچیس برس تک علمی و نیاز مندانہ تعلقات رہے۔ ان تعلقات کا آغاز اس وقت ہوا جب ڈاکٹر بلوچ مرحوم کے استاد محترم اور عربی زبان و ادب کے نامور عالم علامہ عبدالعزیز میمن کی سوانح اور علمی خدمات پر راشد صاحب نے تحقیقی کتاب کا آغاز کیا۔ اس دوران متعدد مرتبہ ڈاکٹر بلوچ صاحب سے استفادہ، ان کی علمی مجالس میں شرکت اور ان کی علمی خدمات کے بارے میں راشد صاحب کو آگاہی حاصل ہوئی۔ اس تمام عرصے میں وہ اپنی کتاب ''علامہ عبدالعزیز میمن سوانح اور علمی خدمات'' کی تکمیل میں منہمک رہے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ڈاکٹر بلوچ صاحب سے نہ صرف بار بار ملاقاتیں کیں بلکہ ان سے فون پر بھی ہدایات بھی لیتے رہے۔ ڈاکٹر بلوچ

صاحب بھی دل سے خواہش مند تھے کہ ان کے استادِ محترم کی یہ اولین سوانح معیاری انداز سے شایع ہو۔ انھوں نے راشد صاحب کو نہ صرف علامہ میمن کے اپنے نام خطوط دیے بلکہ کتاب کی تکمیل کے لیے کئی مفید چیزیں بھی۔ جب کتاب کا پہلا ایڈیشن شایع ہوا تو راشد صاحب نے اس کا پہلا نسخہ بلوچ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا جسے پا کر وہ بہت خوش ہوئے اور انھیں ایک خط لکھا جو شایع ہو چکا ہے۔

۲۰۰۵ء میں اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی جانب سے ڈاکٹر بلوچ صاحب کو خط لکھا گیا کہ اکادمی کے سلسلے 'پاکستانی ادب کے معمار' میں ڈاکٹر بلوچ صاحب پر کتاب لکھوائی جائے گی اور اس حوالے سے وہ نام پیش کریں کہ یہ کام کون کر سکتا ہے؟ ڈاکٹر بلوچ صاحب کے کہنے پر اس کام کو راشد شیخ نے بخوشی انجام دیا اور دو سال کی محنت کے بعد ۲۰۰۷ء میں کتاب 'ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ شخصیت اور فن' اسلام آباد سے شایع ہوئی۔ یہ مختصر کتاب بلوچ صاحب کی حیات اور علمی خدمات پر پہلی اردو کتاب تھی۔ اس کتاب کے بعد راشد صاحب نے ڈاکٹر بلوچ صاحب کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ان کے اردو مقالات اور اردو خطوط پر بھی کام کیا جا سکتا ہے اور وہ اس کام کے لیے بخوشی رضا مند ہیں۔ اس تجویز پر ڈاکٹر بلوچ صاحب نے مسرت کا اظہار کیا اور مفید مشورے بھی دیے۔ محمد راشد شیخ کا مرتبہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کے اردو مقالات اور خطبات کا پہلا مجموعہ ''گلشن اردو'' کے عنوان سے پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو سے ۲۰۰۹ء میں شایع ہوا۔ اس کے بعد راشد شیخ نے بلوچ صاحب کے اردو خطوط کو مرتب کیا اور کتاب ''خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ'' ۲۰۱۱ء میں محکمہء ثقافت حکومت سندھ کراچی کی جانب سے شایع ہوئی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کے لکھے کل ۱۳۳ نادر اردو خطوط مع حواشی شامل ہیں۔ ان خطوط میں سب سے زیادہ خطوط راشد صاحب ہی کے نام ہیں جن کی تعداد ۲۸ ہے۔

اوپر ذکر آیا کہ محمد راشد شیخ کی کتاب 'ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ شخصیت اور فن' ۲۰۰۷ء میں اکادمی ادبیات اسلام آباد سے شایع ہوئی۔ راشد صاحب نے کتاب کا جو خاکہ بنایا تھا اس میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کی وسیع الاطراف اور وسیع الموضوعات علمی و تحقیقی خدمات کو تفصیل سے بیان کرنا تھا۔ اس مقصد کی خاطر کم از کم چار سو صفحات کی کتاب درکار تھی اور راشد صاحب ایسی ہی کتاب لکھنے کے خواہش مند تھے۔ لیکن اکادمی ادبیات پاکستان کے ذمہ داروں نے اس بات پر اصرار کیا کہ کتاب کی ضخامت ۱۵۰ صفحات سے زائد نہ ہو۔ راشد صاحب نے ڈاکٹر بلوچ صاحب سے مشورہ کیا جنھوں نے فرمایا کہ فی الحال اسی خلاصے کی کتاب تیار کر لیں بعد میں کبھی موقع آئے تو تفصیل سے لکھیں۔ اس کے بعد راشد شیخ نے کل ابواب اور مباحث کی تلخیص کی اور یہ کتاب کل ۱۶۰ صفحات کی ضخامت کے ساتھ شایع ہوئی۔

اس کے بعد راشد شیخ نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی حیات اور ذاتی علمی و عملی خدمات پر ایک جامع کتاب لکھیں۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے بلوچ صاحب کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بعد ان کے حوالے سے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد حاصل کیا اور اس کا دقتِ نظری سے مطالعہ کیا نیز ڈاکٹر بلوچ صاحب کے اہل خانہ اور اہلِ تعلق کے انٹرویو بھی ریکارڈ کیے۔ اس کتاب کے لکھنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کی علمی خدمات سے وہ قارئین آگاہ نہیں جو سندھی زبان سے واقف نہیں چنانچہ یہ مفصل کتاب ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات'' کے عنوان سے ۲۰۱۲ء میں محکمہ ثقافت حکومت سندھ کراچی سے شایع ہوئی۔ اس کتاب میں راشد صاحب نے ڈاکٹر بلوچ صاحب کی مثالی قابل رشک زندگی، حصول علم کی خاطر محنت، نوشہرو فیروز، حیدرآباد، علی گڑھ اور کولمبیا یونیورسٹی نیویارک میں بحیثیت طالب علم گزارے ہوئے

ادوار کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد بلوچ صاحب کی کراچی اور پھر سندھ یونیورسٹی میں ملازمت کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کے بعد ان کے عظیم الشان علمی اور تحقیقی کاموں مثلاً سندھی لوک ادب کا تحفظ، شاہ جو رسالو پر تحقیق اور تکمیل، سندھی زبان کی سب سے بڑی لغت کا آغاز اور تکمیل، سندھی اساسی شعراء کے کلام کا تحفظ، فارسی اور عربی میں تحقیقی خدمات، اردو میں تحقیقی خدمات اور بلوچ صاحب بحیثیت ماہر تعلیم جیسے موضوعات پر مفید معلومات پیش کیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی خاکہ نگاری، ان کی مکتوب نگاری اور ان کے اسفار پر بھی علیحدہ علیحدہ ابواب لکھے۔ اس طرح اب تک ڈاکٹر بلوچ مرحوم کی حیات اور علمی خدمات پر راشد صاحب کی چار کتب شایع ہوچکی ہیں اور پانچویں کتاب اس وقت آپ کے پیشِ نظر ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کی خاطر ہم Endowment Fund Trust(EFT) کراچی کے مشکور ہیں جن کی مالی اعانت سے اس کی اشاعت ممکن ہو سکی۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن کے اراکین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس علمی منصوبے میں معاونت فرمائی۔

محمد راشد شیخ اس کتاب کی تکمیل کے بعد ڈاکٹر بلوچ صاحب کی سندھی اور انگریزی کتب و مقالات کے اردو تراجم کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

ڈاکٹر محمد شریف بلوچ

تاریخ: ۲۳/مارچ ۲۰۱۵ء

چیرمین، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن

حیدرآباد

عرضِ مرتّب

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ پاکستان کے نامور عالم، محقق، دانشور، ماہر تعلیم، ماہر لغت نویس اور دیگر کئی حیثیتوں کے مالک تھے۔ وہ اپنی ذات میں خود ایک ادارہ تھے۔ وہ مورخہ 6 اپریل 2011ء کو علی الصباح حیدرآباد (سندھ) میں وفات پاگئے۔ ڈاکٹر صاحب کی عمر ہجری تقویم اور اسکولی سرٹیفکیٹ کے مطابق 94 برس سے کچھ زائد ہوچکی تھی کیونکہ سرٹیفکیٹ میں ان کی تاریخ پیدائش ۱۶/دسمبر ۱۹۱۷ء درج ہے البتہ خود ان کے مطابق ان کی پیدائش مارچ 1919ء میں ہوئی تھی۔ یہ فرق اس وجہ سے تھا کہ اُس زمانے میں بچوں کی عمر اسکول میں زائد لکھوانے کا رواج تھا۔ عمر خواہ زائد ہو یا کم، بلوچ صاحب کی زندگی اور علمی و تحقیقی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ انہوں نے ایک زندگی سے کئی زندگیوں کا کام لیا اور وقت کو اپنی ذاتی شے کو ضائع کرنے کے بجائے اعلیٰ علمی و تحقیقی کاموں میں بڑی کامیابی سے صرف کیا۔ جوانی میں تو انسان کے قویٰ مضبوط ہوتے ہیں اور سب ہی کام کرتے ہیں، لیکن بڑھاپے میں بلوچ صاحب کو 90 سال اور اس سے زائد عمر میں بھی پوری مستعدی اور دل لگی سے علمی اور تحقیقی منصوبوں میں مصروف پایا۔ آج کے دورِ انحطاط میں جب کسی ایک زبان کے ماہرین کم ہیں، بلکہ کوئی ایسا عالم ہو جو متعدد زبان ہو اور جس نے اپنی عمرِ عزیز کے دو چار نہیں پورے ستر برس علم و تحقیق کے لیے وقف کیے ہوں اور جس نے یہ ساری محنت اور وقت کسی نام و نمود کی خاطر نہیں بلکہ اہم علمی ضروریات کی تکمیل کی خاطر کی ہوں، ماضی قریب کے علماء و محققین میں ایسی منفرد شخصیت صرف ڈاکٹر بلوچ مرحوم کی ہی نظر آتی ہے۔

دراصل بلوچ صاحب ایسے عالم تھے جن کا اوڑھنا بچھونا ہی علم تھا۔ ان کے علمی و تحقیقی کارنامے کئی زبانوں یعنی سندھی، عربی، اردو، فارسی اور انگریزی میں شائع ہو کر محفوظ ہو چکے ہیں۔ ان زبانوں کے علاوہ بلوچ صاحب بلوچی، پنجابی اور سرائیکی زبانوں سے بھی کما حقہٗ واقف تھے۔ ان تمام زبانوں میں سندھی زبان میں بلوچ صاحب کی علمی و تحقیقی خدمات اس قدر وسیع ہیں کہ جن کی بنا پر اپنی زندگی ہی میں وہ سندھی زبان کے سب سے بڑے محقق اور دانشور کا درجہ پا چکے تھے۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، جیسا کہ ذکر کیا گیا مارچ 1919ء میں قریہ جعفر خان لغاری (ضلع سانگھڑ) میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ چھ ماہ کے کم سن بچے تھے کہ آپ کے والدِ محترم علی محمد خان کا محض 25 برس کی مختصر عمر میں انتقال ہو گیا۔ انتقال سے قبل جب علی محمد خان سے ان کی وصیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا تو انہوں نے صرف ایک جملہ کہا: "میرے بچے کو پڑھانا ضرور"۔ بعض اوقات زندگی میں بہت چھوٹے اور معمولی واقعات بہت بڑے نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ کسے خبر تھی کہ ایک چھوٹے سے گاؤں کے سادہ اور معمولی گھر میں کی گئی اس مختصر وصیت سے آگے چل کر کتنے بڑے نتائج برآمد ہوں گے۔

بلوچ صاحب نے ایک موقع پر راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ اُس وقت جب ان کے والد نے یہ الفاظ زبان سے نکالے، ان کے چچا ولی محمد خان بھی موجود تھے۔ والد کے انتقال کے بعد چچا نے نہ صرف اس وصیت پر عمل کیا بلکہ ایک دو مواقع پر بلوچ صاحب سے بزور کرایا بھی۔ انہوں نے ہر ہر مرحلے پر بلوچ صاحب کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا اور وہ بچپن میں اکثر کہا کرتے کہ میں نے اپنے بھائی کی وصیت کے یہ الفاظ سنے تھے چنانچہ میں آپ (بلوچ صاحب) کو ضرور پڑھاؤں گا اور پڑھائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ چچا کا یہ احسان بلوچ صاحب نے تاعمر یاد رکھا اور وہ ان کا ذکر بڑے احترام آمیز الفاظ میں کرتے

تھے۔

1929- 1936 Naushahro Feroz

چچا ولی محمد خان کی ہی کوششوں سے بلوچ صاحب کی ابتدائی تعلیم کے تمام مراحل کامیابی سے طے ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی اور 1924ء میں قریہ جاہ خان لغاری کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا۔ مارچ 1929ء میں مسلمانانِ سندھ کے معروف تعلیمی ادارے "نوشہرو فیروز مدرسہ و ہائی اسکول" میں داخلہ لیا اور 1936ء میں اس ادارے سے اس شان کے ساتھ میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کی کہ پورے سندھ میں آپ اول ٹھہرائے۔ اس کے بعد آپ نے ڈی جے کالج کراچی میں داخلہ لیا لیکن مالی مشکلات کی بناء پر یہاں تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اُس دور میں پورے سندھ میں اکثریت میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کا کوئی کالج نہیں تھا۔ اس کے برعکس سندھ میں ہندوؤں کے تین کالج قائم ہو چکے تھے اور وہ کراچی، حیدر آباد اور شکار پور میں تھے۔ انہی تین کالجوں میں ایک ڈی جے کالج کراچی بھی تھا۔ بلوچ صاحب نے ایک موقع پر راقم سے فرمایا تھا کہ اس عہد میں سندھ کے نوجوان کالجی تعلیم کی خاطر جونا گڑھ جاتے تھے اور یہ سلسلہ 1926ء سے شروع ہو چکا تھا۔ جونا گڑھ کے نواب مہابت خان بڑے مخیر شخص تھے انہوں نے جونا گڑھ میں بہاء الدین کالج کی شاندار عمارت اور ہوسٹل قائم کرایا تھا۔ آج کے ماحول میں یہ بات یقین کرنا مشکل ہے کہ جونا گڑھ کے بہاء الدین کالج میں تمام باہر کے مسلمان طلبہ کے لیے تعلیم، رہائش اور طعام کی سہولیات بالکل مفت تھیں، صرف یہی نہیں بلکہ نواب صاحب کی جانب سے یہ بھی سہولت تھی کہ جو طالب علم شاہی امتحان میں کامیاب ہوتا اسے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا۔ اس وظیفے کو نواب مہابت خان کے نام پر "مہابت فیلو" کا نام دیا گیا تھا۔ اس وظیفے کی بنا پر بہاالدین کالج سے پڑھے ہوئے ذہین اور محقق طالب علم کئی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) بھی کرتے تھے۔

بلوچ صاحب 1937ء تا 1941ء بہاء الدین کالج جوناگڑھ کے طالب علم رہے۔ 1941ء میں یہاں سے آپ نے بی اے (آنرز) میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد 1941ء میں بلوچ صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پہنچے اور ایم اے (عربی) میں داخلہ لیا۔ بلوچ صاحب فرماتے تھے کہ ان کا علی گڑھ میں چھ سالہ قیام اس لحاظ سے بڑا اہم تھا کہ اس دوران انہیں اعلیٰ تعلیم کا وسیع افق میسر آیا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں عربی زبان وادب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم اور اس عہد میں صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ یعنی علامہ عبدالعزیز میمن (1888ء۔1978ء) کی رفاقت میسر آئی۔ ایک انٹرویو کے دوران بلوچ صاحب نے راقم سے فرمایا تھا کہ اس عہد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تمام اساتذہ اپنے اپنے فن میں یکتا تھے اور اس پائے کے اساتذہ انہوں نے پھر کہیں نہیں دیکھے۔ ان اساتذہ میں ڈاکٹر ہادی حسن (شعبۂ فارسی)، ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن (شعبۂ فلسفہ)، پروفیسر محمد حبیب (شعبۂ تاریخ)، پروفیسر رشید احمد صدیقی (شعبۂ اردو) و دیگر اساتذہ شامل تھے۔ ان تمام اساتذہ میں بلوچ صاحب کا سب سے قریبی تعلق علامہ عبدالعزیز میمن سے قائم ہوا اور یہ تعلق اتنا بڑھا کہ علامہ میمن کے انتقال مورخہ 27 اکتوبر 1978ء تک بلوچ صاحب نے انتہائی قریبی قلبی تعلق رکھا، بلکہ اس کے بعد راقم کی جب بھی علامہ میمن کے حوالے سے گفتگو ہوئی انہوں نے اپنے عظیم استاد کا ذکر بڑے احترام آمیز الفاظ میں کیا۔ ۱۹۴۳ء میں مسلم یونیورسٹی سے ایم اے عربی میں بلوچ صاحب نے یونیورسٹی گولڈ میڈل حاصل کیا اور ساتھ ہی ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ بلوچ صاحب کے تصنیفی اور تالیفی کاموں کا آغاز بھی علی گڑھ کے اسی قیام کے دوران ہوا۔ ان کا پہلا تحقیقی مقالہ حیدرآباد دکن کے معروف تحقیقی رسالے "Islamic Culture" میں اسی زمانے میں شائع ہوا۔ علامہ میمن کی زیرِ نگرانی بلوچ صاحب السند تحت سیطرة

العرب (سندھ تحت العرب) پر ڈاکٹریٹ کے لیے بڑی محنت سے مقالہ لکھ رہے تھے لیکن پیر الٰہی بخش (جو خود علی گڑھ کے سابق طالب علم تھے) کی کوششوں سے سندھ کے مسلمانوں کا پہلا کالج کراچی میں قائم ہوا جس میں تقرر کی وجہ سے بلوچ صاحب کو علی گڑھ چھوڑ کر کراچی آنا پڑا۔ کراچی آمد 1946ء میں ہوئی۔ اس کے بعد مرکزی حکومت کی اسکالرشپ پر بلوچ صاحب کولمبیا یونیورسٹی نیویارک پہنچے اور "A Program of Teacher Education for the new state of Pakistan" کے موضوع پر 1949ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور واپس کراچی پہنچے۔ آپ نے امریکہ میں قیام کے دوران مسلم طلباء کی پہلی تنظیم مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن قائم کی اور جب 14 اگست 1947ء کو پاکستان قائم ہوا تو اس کے چند گھنٹے بعد ہی نیویارک کے ایک بڑے ہال میں قیام پاکستان کی خوشی میں شاندار پروگرام منعقد کیا۔ یہ پروگرام پاکستان سے باہر پہلا یومِ پاکستان تھا۔

یہاں تک بلوچ صاحب کی تعلیمی زندگی کا احوال ہم نے بیان کیا، اس کے بعد ان کی ملازمتی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جو مختصراً درج ذیل ہے:

☆ 1949ء تا 1951ء بطور افسر بکار خاص (OSD) وزارت اطلاعات ونشریات کراچی۔

☆ 1951ء تا 1973ء آئی آئی قاضی کے اصرار پر سندھ یونیورسٹی میں تقرری بحیثیت پروفیسر اور صدر شعبہ تعلیم۔

☆ 1973ء تا 1976ء وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی۔

☆ 1976ء تا 1979ء افسر بکار خاص (OSD) وزارت تعلیم اسلام آباد۔

☆ 1979ء تا 1982ء ڈائریکٹر قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد۔

☆نومبر 1980ء تا 1983ء: اوّلین وائس چانسلر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔

☆1983ء تا 1989ء: مشیر ہجرہ کونسل اسلام آباد۔

☆مارچ 1990ء تا مارچ 1994ء: اوّلین چیئرمین سندھی زبان کا بااختیار ادارہ حیدر آباد (سندھ)

بلوچ صاحب ان لوگوں میں تھے جو عہدوں سے نہیں پہچانے جاتے بلکہ اپنے علم اور مرتبے کی بنا پر وہ جس عہدے پر بھی فائز ہوں، اسے عزت بخشتے ہیں۔ بلوچ صاحب خواہ کسی ادارے میں رہے انہوں نے علم و تحقیق سے گہرا رشتہ برقرار رکھا اور ہر عہد میں مفید علمی و تحقیقی خدمات انجام دیں۔ ان کی علمی خدمات وسیع الاطراف اور وسیع الموضوعات ہیں۔ انہوں نے ایام شباب ہی میں جن بڑے بڑے علمی منصوبوں کا خاکہ بنایا ان پر بڑی مستعدی سے کام کرتے رہے اور تقریباً سب ہی منصوبوں کو مکمل کیا۔

مختصراً بلوچ صاحب کے چند علمی کارنامے درج ذیل ہیں:

☆سندھی زبان کی سب سے بڑی لغت یعنی ''جامع سندھی لغات'' کی پانچ ضخیم جلدوں میں تکمیل۔ بعد ازاں بلوچ صاحب نے اس کی مکمل نظرثانی اور اضافات بھی کیے اور یہ نظرثانی واضافہ شدہ ایڈیشن 'سندھی زبان کے بااختیار ادارے' واقع حیدر آباد نے کمپیوٹر کمپوزنگ کے بعد تین جلدوں میں شایع کیا۔

☆سندھی لوک ادب Folklore کی زبانی روایتوں کی مدد سے جمع آوری۔ اس سلسلے کی 43 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ بلوچ صاحب نے بڑی تگ و دو کے بعد کل ساٹھ جلدوں کا مواد جمع کر لیا تھا۔ دنیا کی علمی و ادبی تاریخ میں زبانی روایتوں کی جمع آوری اور کتابی شکل میں تحفظ کا یہ منفرد کام ہے۔

☆ سندھ کے عظیم صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے مجموعہ کلام یعنی ''شاہ جو رسالو'' کا مستند متن اور تشریح 10 ضخیم جلدوں میں مکمل کی۔ اس کام کی خاطر بلوچ صاحب نے 60 قلمی نسخوں اور تمام مطبوعہ نسخوں سے استفادہ کیا۔ ایک قلمی نسخہ انھوں نے تہران کے ایک قدیم کتب خانے سے حاصل کیا اور اس مقصد کی خاطر تہران تک کا سفر ذاتی خرچ پر کیا۔

☆ سندھی اردو لغت اور اردو سندھی لغت (بہ اشتراک ڈاکٹر غلام مصطفی خاں)

☆ ایک جلدی سندھی لغت۔

☆ سندھ کی تاریخ سے متعلق مستند کتب یعنی فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ، بیگلار نامہ، تاریخ طاہری، لب تاریخ سندھ، تاریخ معصومی، تاریخ بلوچی و دیگر کتب کی تدوین، تحقیق اور اشاعت۔

☆ فارسی زبان کی کتب دیوان غلام اور تکملہ التکملہ (سندھ میں فارسی شعراء کے آخری دور [illegible]) کی تدوین، تحقیق و اشاعت۔

بلوچ صاحب نے تمام عمر ایک استاد اور ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ انہوں نے ڈاکٹریٹ کا مقالہ بھی تعلیم ہی کے موضوع پر لکھا تھا جس کا ذکر [illegible] تعلیم کے موضوع پر ان کی چند کتب یہ ہیں:

(1)Education Based on Islamic Values.

(2)National System of Education and Education of Teacher.

(3) Teacher Education in Muslim Society

(4) [illegible] کی کتاب ''تعلیم المتعلم'' کا خلاصہ ''حاصل النہج'' کی تصحیح، تدوین

واشاعت۔اصل کتاب 'نہج التعلّم' مفقود ہے۔

ان تمام کتب میں بلوچ صاحب نے ہمارے تعلیمی مسائل کا حل بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔اس کے علاوہ بلوچ صاحب نے انگریزی زبان میں بھی کئی کتب تصنیف فرمائیں جن میں دو بڑی اہم ہیں:

(1)"Sindh- Studies Historical" سندھ کی تاریخ سے متعلق تحقیقی مقالات کا مجموعہ۔

(2)"Sindh- Studies Cultural" سندھ کی ثقافت سے متعلق تحقیقی مقالات کا مجموعہ

ڈاکٹر بلوچ صاحب نے سندھی، انگریزی، فارسی، عربی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی مفید علمی و تحقیقی کتب یادگار چھوڑی ہیں، ان کی اردو کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(1) سندھ میں اردو شاعری (از عہدِ شاہجہاں تا قیامِ پاکستان)

(2) طلبہ اور تعلیم (قائداعظم کے اقوال و بیانات)

(3) دیوانِ شوق افزا عرف دیوانِ صابر (تحقیق، ترتیب، تدوین)

(4) مولانا آزاد سبحانی۔تحریکِ پاکستان کے ایک مقتدر رہنما۔

(5) دیوانِ ماتم (تحقیق، ترتیب، تدوین)

(6) گلشنِ اردو۔مرتبہ محمد راشد شیخ۔یہ کتاب بلوچ صاحب کے اردو مقالات، خطبات و دیگر تحریروں کا معلومات افزا مجموعہ ہے۔

بلوچ صاحب کی اردو میں تحقیقی و تصنیفی خدمات کسی طرح بھی کم نہیں۔اب ہم بلوچ صاحب کی اردو زبان میں تحقیقی و تصنیفی خدمات کو ذرا تفصیل سے پیش کرتے ہیں:

سندھ میں اردو شاعری (از عہدِ شاہجہاں تا قیامِ پاکستان)

جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ کتاب بلوچ صاحب کی اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے منفرد اور اہم ہے۔اس کتاب میں بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے ۱۶۵۸ء سے ۱۹۳۵ء تک کے سندھ کے اکہتر شعراء کے حالاتِ زندگی اور کلام کا انتخاب پیش کیا ہے۔محققین اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ قدیم شعراء کے حالات اور ان کے کلام کا کھوج لگانا کس قدر مشکل کام ہے۔بلوچ صاحب نے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا اور سندھ سے تعلق رکھنے والے اکہتر شعراء کے مستند حالات اور اردو کلام جمع کیا۔ان شعراء میں سے دو یعنی میر محمود صابر اور حاجی فضل محمد ماتم کے دواوین کو بلوچ صاحب نے بعد میں مرتب فرما کر شائع کیا اور ان پر عالمانہ مقدمات بھی لکھے۔ان دو دواوین کا تعارف ہم آگے پیش کریں گے۔سندھ میں اردو شاعری کی اشاعتِ اول کے تعارف میں بلوچ صاحب اس کتاب کی وجہِ تالیف اور شامل مواد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''اردو شاعری کی ترویج میں خطۂ سندھ کے شعراء کا حصہ اس برصغیر کے دوسرے خطوں کے شعراء سے کچھ کم نہیں ہے۔فن شاعری کے سلسلے میں اس بیش بہا سرمائے کی حفاظت اور اشاعت کو ضروری سمجھ کر راقم نے مہران آرٹس کونسل کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ خطۂ سندھ کے قدیم اردو شعراء کا منتخب کلام کونسل (حیدر آباد) کی طرف سے شائع کیا جائے۔کونسل نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور بندہ نے اس کتاب کی تالیف اپنے ذمے لے لی۔

اس کتاب اور اس میں شامل مواد کے معلق چند گزارشات ضروری

ہیں: اول یہ کہ یہ تالیف اس موضوع پر کوئی تحقیقی مقالہ نہیں بلکہ ایک اجمالی خاکہ ہے، تفصیلی جائزہ نہیں بلکہ ایک مثالی کوشش ہے لہٰذا سندھ میں اردو شاعری کے ہر دور میں سے نمائندہ شعراء کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی شعراء ہیں جن کے نام معلوم نہیں اور بعض کا کلام موجود ہے لیکن سردست جو مواد اور معلومات راقم کے پاس موجود تھیں یا آسانی سے حاصل ہو سکیں ان کو اس کتاب میں مرتب کیا گیا۔

دوم یہ کہ صرف ایسے شعراء کو لیا گیا جن کا تعلق خاص خطۂ سندھ سے رہا ہے۔ یہ عہدِ شاہجہاں سے لے کر تقریباً ۱۹۳۵ء تک کے شعراء ہیں۔

ان میں سے ان متاخرین کو لیا گیا ہے جن کی علمی اور ذہنی تربیت ۱۹۲۰ء سے پہلے ہوئی حالانکہ وہ ۱۹۳۵ء تک زندہ رہے۔ یعنی ایسے شعراء کو لیا گیا ہے جن کا کلام نسبتاً خالص سندھی ماحول کی پیداوار ہے تاکہ سندھ میں اردو کی مستقل نشوونما کی تاریخ کے خدوخال روشن ہو سکیں۔"

اس اہم کتاب کی اشاعتِ اول ۱۹۶۷ء میں مہران آرٹس کونسل حیدرآباد کی جانب سے ہوئی جس میں ۶۶ شعراء کے حالات اور کلام پیش کیا گیا۔ اشاعتِ دوم ۱۹۷۰ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے ہوئی جس میں چار مزید شاعروں کی شمولیت کے بعد کل شعرا کی تعداد ۷۰ ہوگئی۔ ہمارے پیشِ نظر اس کتاب کی اشاعتِ سوم ہے جسے مجلسِ ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا اور شعراء کی تعداد ۷۱ ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کی معاونت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی نے کی جن کا بلوچ صاحب نے خصوصی شکریہ ادا کیا۔

علم اور تعلیم (قائداعظم نے کیا سوچا اور کیا کہا)

قائداعظم کے تعلیم سے متعلق اقوال کا یہ مفید کتابچہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ۱۹۷۶ء میں مرتب فرمایا۔ اس کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"جشن صد سالہ قائداعظم ۱۹۷۶ء کی مطبوعات کمیٹی کی خواہش پر قائداعظم کے ان ارشادات کو بعض مطبوعہ کتب اور وفاقی وزارتِ تعلیم اسلام آباد میں محفوظ ذخیرۂ کاغذات قائداعظم سے مرتب کیا گیا ہے۔"

یہ کتابچہ اور کارآمد کتابچہ اب تک کم از کم چھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کی ناشر قائداعظم اکیڈمی کراچی ہے۔

دیوانِ شوق افزا (دیوانِ صابر)

دیوانِ شوق افزا یا دیوانِ صابر سندھ کے ایک قدیم شاعر میر محمود صابر کا اردو دیوان ہے جسے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے مرتب کیا اور ۴۴ صفحات پر مشتمل [illegible] اس دیوان میں صابر کی کل چھ سو سولہ غزلیں ہیں۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی تحقیق کے مطابق میر محمود صابر کے آبا و اجداد ایران کے شہر [illegible] سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد ایران سے دہلی آ گئے اور دہلی کو انھوں نے اپنا وطن بنا لیا۔ دہلی میں ۱۱۱۰ھ کے لگ بھگ میر محمود صابر کی ولادت ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میر محمود زیارات کی خاطر دہلی سے روانہ ہوئے۔ واپسی میں جب وہ ٹھٹہ پہنچے تو اس شہر کی رونق اور چہل پہل سے اس قدر متاثر ہوئے کہ دہلی جانے کا خیال ترک

کر کے یہیں کے ہو رہے۔ یہ واقعہ اندازاً ۱۱۳۵ھ تا ۱۱۴۰ھ کے درمیان کا ہے۔ انھوں نے ٹھٹہ ہی میں شادی کی اور صاحب اولاد ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ٹھٹہ پر شاہانِ دہلی کے صوبیداروں کی حکمرانی کا دورِ آخر تھا۔ ساتھ ہی کلہوڑا خاندان کی سیاسی قوت روز بروز مستحکم ہوتی جا رہی تھی۔ ٹھٹہ کا علمی و ثقافتی لحاظ سے یہ سنہری دور تھا کیونکہ اسی زمانے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی (متوفی ۱۱۷۴ھ) اور مخدوم محمد معین ٹھٹوی (متوفی ۱۱۶۱ھ) جیسے نامور علماء یہاں علم و فن کی محفلیں روشن کر رہے تھے۔ میر محمود صابر بھی انہی محفلوں سے مستفید ہوئے اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کی بنا پر میاں نور محمد خدا یار خان والئ سندھ کے دربار تک رسائی حاصل کی۔ جب ۱۱۶۷ھ میں میاں نور محمد کی وفات ہوئی تو تاریخ لوحِ مزار میر محمود ہی سے لکھوائی گئی۔ اس زمانے میں میر محمود صابر ٹھٹہ شہر کے معزز اور باوقار لوگوں میں شامل تھے۔ انہیں فارسی اور اردو شاعری میں اس حد تک کمال حاصل تھا کہ میر علی شیر قانع ٹھٹوی نے اپنی معروف کتاب تحفۃ الکرام میں ان کے بارے میں لکھا کہ میر محمود صابر کی سرعتِ فکر کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ایک لاکھ اشعار ان کی زبانِ فصاحت بیان سے نکل چکے تھے اور ان کا کلام خاصا مقبول تھا۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب نے حسبِ عادت بڑی محنت اور سلیقے سے دیوانِ شوق افزا مرتب کیا اور میر محمود کے حالاتِ زندگی تحریر فرمائے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میر محمود اردو شاعری کے باوا آدم ولی دکنی (گجراتی) کے فوری بعد کے شعراء میں شامل تھے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ٹھٹہ میں ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۸۱ھ کا دور صابر کا دور کہا جا سکتا ہے۔ ولی کو اردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں۔ ولی فوت ہوئے اور میر محمود صابر

اردو ادب ہے۔ گویا میر محمود کو متقدمین شعرائے دہلی کا ہم عصر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ۱۱۵۱ تا ۱۱۶۵ھ میاں نور محمد عباسی کے دورِ حکمرانی میں صابر ٹھٹہ کے زمرۂ شعراء میں اعلیٰ مقام حاصل کر چکے تھے۔ میر صابر کے زمانے میں ولی کی شہرت گجرات سے سندھ تک پہنچ چکی تھی۔ اس کی شہادت محمود صابر کے کلام سے ملتی ہے۔ ولی کا کلام ان کی نظر سے گزر چکا تھا (جیسا کہ فرماتے ہیں):

ہے ریختہ ولی کا دل خوش ہوا ہے

صابر اشعار فکر روشن ہے انوری کے مانند

ولی کے کلام اور شاعرانہ کمال کو مانتے ہوئے صابر بجا طور پر اپنے متعلق کہتے ہیں:

گر ریختہ ولی کا لبریز ہے شکر سوں

مضمون شعر صابر قند و شکر تری ہے

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے دیوان شوق افزا بڑے سلیقے اور محنت سے مرتب فرمایا اور ۴۴ صفحات کے مقدمہ میں صابر کے حالات زندگی، شاعرانہ کمال اور ان کے اردو کلام پر تبصرہ کیا۔ دیوان شوق افزا کی اشاعت ۱۹۸۴ء میں اردو سائنس بورڈ لاہور نے کی۔

میر محمود صابر کے چند منتخب اشعار نقل کرتے ہیں جن سے ان کا شاعرانہ کمال اور اردو زبان پر [illegible] ہوتا ہے:

لب کی مٹھائی کی کیسی چاشنی جس نے

شربت اسے [illegible] ہوا قند و شکر کا

آ [illegible] میں مست دیکھ لالاں چھوڑ کے مکھ پر

تابرج میں عقرب کے نہ دور آوے قمر کا
کوئی زاہد کا کوئی شیخ کا ہے
شہِ معجز نما کا میں گدا ہوں
کبھی خوش ہوں ز شوقِ وصل صابرؔ
کبھی ناخوش ز ہجر دل ربا ہوں
شب زندہ رکھ کہ صبح کا دیکھے ظہور و نور
سووے گا کب تلک کہ کمائی ہے جاگ میں
زاہد کی دیکھ گنبد دستار ، بھول مت
مکروریا کی پوٹ ہے سب اس کی پاگ میں
صابرؔ مجھے قبول ہے کچکول فقر کا
الواں مزہ ہے جو کی چپاتی و ساگ میں
اہل معنی پسند کرتے ہیں
تازہ مضمون و انتخابِ سخن

میر محمود صابر کا انتقال ٹھٹہ شہر میں ہوا اور تدفین مکلی میں ہوئی۔

مولانا آزاد سبحانی۔ تحریک آزادی کے ایک مقتدر رہنما

مولانا آزاد سبحانی برصغیر پاک و ہند کے ممتاز علماء میں سے ایک تھے۔ انھوں نے قیامِ پاکستان کی خاطر تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا لیکن پاکستان منتقل ہونے کے بجائے ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کے جذبے سے انھوں نے وہیں قیام کیا۔ مولانا آزاد سبحانی فلسفیانہ ذہن رکھتے تھے۔ فلسفۂ دین کی تعلیم کی خاطر انھوں نے کانپور میں ایک

[illegible] کام کیا تھا۔

مجلس عاملہ، ہسٹاریکل سوسائٹی آف پاکستان، جامعہ پنجاب کے اجلاس (۸۷-۱۹۸۶ء) میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب نے تجویز پیش کی کہ آزادیٔ وطن کے ان رہنماؤں کی سوانح کو مرتب کیا جائے جن پر خاطر خواہ کام نہ ہو سکا۔ اس اجلاس میں مولانا آزاد سبحانی کی سوانح کو مرتب کرنے کی ذمہ داری بلوچ صاحب نے خود قبول کی۔ انھوں نے مولانا آزاد سبحانی کی سوانح پر کتاب لکھنے کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی یہ کہ مولانا نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا تھا دوسری وجہ یہ کہ قیامِ پاکستان سے چند ماہ قبل جب بلوچ صاحب کولمبیا یونیورسٹی امریکہ میں ڈاکٹریٹ کی تحقیق کی خاطر مقیم تھے تو اسی زمانے میں آزاد سبحانی امریکہ تشریف لائے تھے۔ بلوچ صاحب لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں انھیں مولانا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور وہ مولانا کی قلندرانہ شخصیت، علمی تبحر اور خاص طور پر ان کی اردو انگریزی سے بہت متاثر ہوئے۔ بلوچ صاحب کو مولانا کے اس وصف نے بہت متاثر کیا کہ حصولِ پاکستان کے بعد بھی مولانا پاکستان نہیں آئے بلکہ ہندوستان ہی میں رہ کر وہاں کے مجبور مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے۔ امریکہ میں قیام کے دوران بلوچ صاحب سے مولانا کا گہرا تعلق قائم ہوا اور باہمی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مولانا جب [illegible] اپنی شعری بیاض بھی بلوچ صاحب کو عنایت کر گئے۔ اس کتاب کی خاطر بلوچ صاحب نے مولانا آزاد سبحانی کے مستند حالاتِ زندگی، تحریک پاکستان میں ان کا کردار [illegible] مولانا کے مطبوعہ سفرنامہ سے اقتباسات، ان کی شاعری کا انتخاب اور مولانا کی [illegible] تحریک سے متعلق بلوچ صاحب کے انگریزی مقالات [illegible] انھوں نے مستند معلومات کے حصول کے لیے مولانا کی صاحبزادی محترمہ [illegible] خاتون سے انٹرویو لیا جس سے کتاب میں استفادہ کیا ہے۔ ابتدا میں دس

صفحات پر مشتمل پیش لفظ بھی لکھا ہے۔ یہ کتاب فروری ۱۹۸۹ء میں ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے شائع ہوئی۔

دیوانِ ماتم

دیوان ماتم حیدر آباد (سندھ) سے تعلق رکھنے والے شاعر حاجی فضل محمد ماتمؔ کا دیوان ہے جسے بڑی محنت سے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب نے مرتب کیا اور سندھی ادبی بورڈ جامشورو نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ ساتھ ہی دیوانِ ماتم کے اصل مخطوطے کے چند عکسی صفحات بھی شایع کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ دیوان کا قلمی نسخہ انتہائی خستہ حالت میں تھا، جس میں مصرعوں کی قرأت ایک مشکل کام تھا۔ بلوچ صاحب نے بڑی خوبی اور سلیقے سے ان مشکلات کو حل کیا۔ قلمی دیوان کا نسخہ بلوچ صاحب کو مرزا اسد بیگ صاحب سے ملا جنھوں نے بلوچ صاحب کو بتایا کہ یہ نسخہ حاجی فقیر کو ہٹڑی کے گاؤں سے نہایت خستہ حالی میں ملا تھا۔

دیوانِ ماتم کی ابتداء میں ڈاکٹر بلوچ صاحب نے ۱۷ صفحات پر مشتمل عالمانہ پیش لفظ لکھا ہے جس میں حاجی فضل محمد ماتم کے حالاتِ زندگی بڑی تحقیق سے لکھے ہیں۔ فضل محمد ماتم کے حالاتِ زندگی بلوچ صاحب نے ایک معمر خاتون مسمی بہ مائی مراد خاتون سے ۱۹۶۹ء میں حاصل کیے جنھوں نے حاجی فضل محمد ماتم کو دیکھا تھا۔ ان کے مطابق حاجی فضل محمد ماتمؔ کا عباسی خاندان سے تعلق تھا جن کی پیدائش اندازاً ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔ وقت کے رواج کے مطابق انھوں نے اچھی تعلیم پائی۔ جوانی کے زمانے میں بنگال میں کچھ عرصہ رہے۔ انھوں نے فنِ طب کا مطالعہ کیا اور کوٹری شہر میں طبابت کو بطور مشغلہ اختیار کیا۔ حرمین شریفین کو بھی گئے اور حج بیت اللہ سے مشرف اندوز ہوئے۔ حاجی فضل محمد ماتم نے حیدر آباد اور اس کے نواح میں زندگی بسر کی۔ کچھ عرصہ شہر حیدر آباد سے سات میل شمال کو "ہٹڑی"

… اور زندگی کے آخری ایام بھی وہیں گزارے۔ غالباً وہیں پر ۱۳۱۲ھ … حاجی فضل محمد نے ماتم آلِ عبا میں تخلص ہی "ماتم" اختیار کیا البتہ … کا نام ونشان نہ تھا جس کا ثبوت ماتم ہی کا شعر ہے:

آل واصحاب حضرت نبویؐ

رو ایمان کے چراغاں ہیں

حاجی فضل محمد ماتم اپنے عہد کے سربرآوردہ شعراء میں سے تھے۔ وہ سندھی اور … اس عہد کے معروف شعراء نے ان کو داددی اور ان کے تتبع … حاجی فضل محمد ماتم نے ۱۲۹۴ھ میں دیوان کی تکمیل کی۔ ان کے اشعار … ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا۔ وہ خواجہ حیدر علی … کو دل کھول کر داد دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ … اردو زبان کو اپنایا اور اس میں اتنی … کی امت ہوئی۔ یہاں ہم حاجی فضل … ان کی قادر الکلامی اور اردو زبان میں …

پیدا کرے ہزار گلِ لالہ زار رنگ
لائے کہاں سے پر ترے رخ کا نگار رنگ
اگر اے دل رُبا دیکھیں ترا رخ اک نظر پریاں
تو دل دے کر تجھے چٹ پٹ وہیں ہو جاویں سب چریاں
ہم کو فکرِ رسا پہ فخر ہے یار
تم کو زلفِ دراز پر اپنے
پُر ہے ہمہ حسین و صبیح و ملیح سے
گویا ہے کانِ حسن جہاں میں مکانِ سندھ

گلشنِ اردو۔اردو مقالات نبی بخش بلوچ

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب کی سوانح اور علمی خدمات پر کتاب ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔شخصیت اور فن'' کی اشاعت کے بعد راقم نے بلوچ صاحب سے گزارش کی کہ ان کے انگریزی مقالات دو جلدوں میں پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی سے شایع ہو چکے ہیں اور راقم نے ان کے کئی اردو مقالات جمع کیے جو متفرق حالت میں رسائل و اخبارات میں موجود تھے۔ راقم نے تجویز پیش کی کہ اگر ان مقالات کا مجموعہ شایع کیا جائے تو ان کا استفادہ عام ہو جائے گا اور یہ کتابی صورت میں محفوظ بھی ہو جائیں گے۔ بلوچ صاحب نے پہلے راقم کے جمع کردہ مواد کو دیکھا اور یہ فرمایا کہ ان کے علاوہ بھی اردو مقالات اور دیگر تحریریں ہیں جو وہ فراہم کریں گے اور ان مقالات کا مجموعہ بھی پاکستان اسٹڈی سینٹر ہی سے شایع ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد مقالات کی کمپوزنگ اور ترتیب کا

[illegible] آئیں لیکن الحمد للہ ۲۰۰۹ء میں یہ کتاب پاکستان [illegible] سے شایع ہوئی۔ اس کتاب میں بلوچ صاحب کے [illegible] موجود ہیں:

(1) [illegible]
(2) [illegible]
(3) [illegible] سندھ میں آمد
(4) [illegible] تحریک آزادی کے رہنما
(5) [illegible] کا کردار
(6) [illegible] دیوان صابر
(7) [illegible]
(8) [illegible]
(9) [illegible] کے ہاں عشق و عاشقی کا معیار
(10) [illegible]
(11) [illegible]
(12) [illegible]
(13) [illegible]
(14) [illegible]
(15) [illegible]
(16) [illegible]

18. ڈاکٹر غلام مصطفی خان
19. ابن بطوطہ کا سفر نامہ اور اس کے گمنام گوشے
20. مسلم بنگال کے فارسی ادب کی ایک اہم تصنیف کتاب 'شرف نامہ احمد منیری'
21. ترکی کے کتب خانے اور ان میں محفوظ علمائے سندو ہند کی تصنیفات
22. قلمی مجموعہ ء رسائل اردو
23. بلوچی شعر اور اس کا ایک نادر مخطوطہ
24. قیام پاکستان کے بعد سندھی ادب کا فروغ
25. بین الاقوامی سندھی ادبی کانفرنس ۱۹۸۸ء
26. سندھ کے اجڑے ہوئے کتب خانے

راقم الحروف کا بلوچ صاحب سے اولین تعارف تقریباً پچیس سال قبل ہوا جب وہ اسلام آباد میں اور راقم حیدر آباد (سندھ) میں مقیم تھا۔ ۱۹۹۰ء میں بلوچ صاحب اسلام آباد سے حیدر آباد منتقل ہوگئے۔ اس دوران ان سے ملاقاتوں کا آغاز ہوا اور کئی مرتبہ ان کی علمی مجالس میں شرکت کے مواقع حاصل ہوئے۔ اس زمانے میں بلوچ صاحب سندھ یونیورسٹی (اولڈ کیمپس) کے ایک سادہ اور چھوٹے سے کمرے میں روزانہ رات ۶ تا ۸ بجے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام یعنی شاہ جو رسالو کی تحقیق و تدقیق میں مصروف نظر آتے۔ یہاں سادہ ماحول میں دو معاونین کی مدد سے وہ اس اہم علمی منصوبے کی تکمیل میں مصروف نظر آتے۔ شاہ جو رسالو پر بلوچ صاحب سے قبل ڈاکٹر گربخشانی اور ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ نے بھی تحقیق کی تھی لیکن دونوں کی تحقیق نامکمل رہی۔ یہ اعزاز بلوچ صاحب کے مقدر میں لکھا تھا کہ وہ یہ کام مکمل کریں جو دس ضخیم جلدوں میں شایع ہو چکا ہے۔ بعد میں علم

[illegible] سے کام کرتے ہوئے بلوچ صاحب نے دو اور
[illegible] زبان کی سب سے بڑی لغت 'جامع سندھی
[illegible] اور 'سندھی لوک ادب' جس کی ۴۲ جلدیں بلوچ
[illegible] کیں اور سندھی ادبی بورڈ سے شایع ہوئیں۔ راقم اس
[illegible] کتاب کا آغاز کر چکا تھا جس کی خاطر بلوچ صاحب
[illegible] فراہم کیں بلکہ ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی بھی
[illegible] عظیم استاد پر یہ کتاب جلد از جلد شایع ہو کر محفوظ
[illegible] راقم نے ان کے نام روانہ کیا تو بڑی خوشی کا اظہار کیا
[illegible] جو پیش نظر کتاب میں شامل ہے۔
[illegible] تعلقات میں اضافہ ہوا ویسے ویسے ان کی شخصیت
[illegible] معلوم ہوا کہ اپنے استاد، علامہ میمن کی شخصیت کی
[illegible] میں بھی موجود ہیں۔ علامہ میمن کی طرح
[illegible] علمی ذوق رکھتا ہے تو نہ صرف ہر طرح سے
[illegible] اور کام کی رفتار بھی معلوم کرتے
[illegible] بعد نماز فجر اور شام کی سیر کے
[illegible] حیدر آباد میں راقم نے دیکھا کہ
[illegible] سے قاسم چوک تک
[illegible] کہ علامہ میمن کی طرح وہ ہر
[illegible] کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش
[illegible] ایک ملاقات کے دوران بلوچ

صاحب نے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا کہ انھوں نے جوانی ہی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی ہر کتاب کے پہلے ایڈیشن کی ناشر سے رائلٹی نہیں لیں گے اور علمی فیض رسانی کی نیت سے اسے بالکل مفت اشاعت کی اجازت دیں گے۔ بلوچ صاحب کی تقریباً ستر سالہ علمی زندگی میں وہ ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہے۔ اس کے علاوہ ان کی یہ مستقل عادت تھی کہ اپنی ہر تحریر پر تین دفعہ نظر ثانی، اضافات اور تصحیحات کرتے تھے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ہی ان کی تحریر شایع ہوتی تھی۔ ۲۰۰۵ء میں اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی جانب سے بلوچ صاحب کو خط لکھا گیا کہ اکادمی کے سلسلے 'پاکستانی ادب کے معمار' میں بلوچ صاحب پر کتاب لکھوانی ہے۔ اس حوالے سے وہ نام پیش کریں کہ یہ کام کون کر سکتا ہے؟ یہ بلوچ صاحب کی راقم پر شفقت تھی کہ اس کام کی خاطر انھوں نے راقم کا نام پیش کیا۔ چنانچہ تقریباً ڈیڑھ سال کی محنت کے بعد ۲۰۰۷ء میں یہ کتاب شایع ہو سکی۔ اس کتاب کے بعد راقم نے ایک ملاقات کے دوران بلوچ صاحب کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ان کے اردو مقالات اور اردو خطوط پر کام کیا جا سکتا ہے اور راقم اس کام کے لیے بخوشی رضامند ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ بلوچ صاحب کی انگریزی میں خط و کتابت اور انکے انگریزی مقالات کے دو مجموعے شایع ہو چکے تھے اسی طرح ان کے سندھی خطوط اور ان کے نام مشاہیر کے سندھی زبان میں خطوط کی بھی دو جلدیں شایع ہو چکی تھیں۔ بلوچ صاحب نے بخوشی رضامندی ظاہر کی لیکن یہ بھی فرمایا کہ یہ سارے کام خدمت علمی کی نیت سے کرنے ہوں گے اور بلا معاوضہ کرنے ہوں گے۔ راقم نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ یہ کام اسی نیت سے مکمل کیے جائیں گے۔ الحمد للہ بلوچ صاحب کے اردو مقالات اور خطبات کا معلومات افزا مجموعہ ''گلشن اردو'' کے عنوان سے پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو سے ۲۰۰۹ء میں اور اس سلسلے کی تیسری کتاب یعنی 'خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ' ۲۰۱۰ء میں محکمہ

[illegible] سے شایع ہوئی۔ اس کے بعد راقم نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر بلوچ [illegible] پر ایک جامع کتاب لکھے۔ اس مقصد کی خاطر [illegible] اور ان کے انتقال کے بعد ان کے حوالے سے تمام [illegible] اور اس کا وقت نظری سے مطالعہ کیا نیز ڈاکٹر بلوچ صاحب [illegible] ریکارڈ کیے۔ اس کتاب کے لکھنے کی اصل وجہ یہ تھی [illegible] قارئین آگاہ ہو سکیں جو سندھی زبان سے واقف [illegible] ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات'' کے [illegible] کراچی سے شایع ہوئی۔ اس کتاب میں [illegible] کی کمال رشک زندگی، حصول علم کی خاطر [illegible] یونیورسٹی نیویارک میں بحیثیت طالب علم [illegible] اس کے بعد بلوچ صاحب کی کراچی اور [illegible] اس کے بعد ان کے عظیم الشان علمی [illegible] تحقیق اور تکمیل، سندھی زبان کی [illegible] شعراء کے کلام کا تحفظ، فارسی اور عربی [illegible] ماہر تعلیم جیسے موضوعات [illegible] صاحب کی خاکہ نگاری، ان کی مکتوب [illegible] اس طرح اب تک ڈاکٹر بلوچ [illegible] کی چار کتب شایع ہو چکی ہیں اور پانچویں کتاب اس [illegible]

[illegible] زبان عالم تھے اور ان کی ساری زندگی

علم وعمل سے عبارت تھی۔ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جن کی زندگی قلم وقرطاس کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ وہ کثیر التصانیف تو تھے ہی کثیر المکتوبات بھی تھے۔ وہ ان بزرگوں میں شامل تھے جن کے نزدیک خط کا جواب دینا ایک اخلاقی فریضے میں شامل ہوتا ہے۔ ان کے خطوط میں بھی دیگر تحریروں کی طرح علمی اور تحقیقی رنگ غالب ہے۔ وہ چھ سال تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم رہے اور دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان پر بھی انھیں بھرپور قدرت حاصل تھی۔ ان کے روابط نہ صرف پاکستان کے اردوداں اہل قلم سے تھے بلکہ علی گڑھ میں مقیم ڈاکٹر مختار الدین احمد اور ڈاکٹر نذیر احمد و دیگر اہل علم وتحقیق سے بھی۔ وہ بڑی وضع دار شخصیت کے مالک تھے، زندگی بھر انہوں نے اپنی وضعداری قائم رکھی، خط لکھنے میں بھی وہ وضعداری نبھاتے رہے، ان کا زندگی بھر کا معمول تھا کہ خطوں کا جواب عام طور پر وہ فوراً دیتے۔ نہ صرف خط اپنے ہاتھ سے لکھتے بلکہ لفافے پر مکتوب الیہ کا پتہ اور لفافے کی پشت پر اپنا پتہ بھی خود ہی لکھتے۔ وہ خطوط نگاری میں پوری کوشش کرتے کہ سائل کی مکمل تشفی ہو اور اسے تشنگی کا احساس نہ رہے۔ اسی طرح اگر بلوچ صاحب کو کوئی شخص کتاب یا رسالہ بھیجتا تو اسے شکریے کا خط ضرور لکھتے اور اس علمی کام پر مذکورہ شخص کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ بلوچ صاحب اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ ہمارے معاشرے میں علمی و تحقیقی کام کرنا کس قدر مشکل ہے۔ وہ خود زندگی بھی ان مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے اور علمی وتحقیقی منصوبوں کو بڑی کامیابی سے مکمل کرتے رہے۔ جب کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت کمانا ہی اکثریت کا شعار ہو جائے تو علم وتحقیق بہت پیچھے چلے جاتے ہیں۔ بلوچ صاحب کے خطوط میں اس صورت حال پر افسوس اور علمی ماحول پیدا کرنے کی خواہش ظاہر ہے۔ وہ عموماً مختصر خطوط لکھتے لیکن یہ مختصر خطوط بھی جامعیت کا رنگ لیے ہوتے اور بات مکمل اور واضح ہو جاتی۔ ضرورت پڑنے پر سائل کو تفصیل سے بھی لکھتے۔ وہ نثر میں تکلف وتصنع

[illegible] زبان لکھتے تھے۔ ان کی نثر سادہ و پرکار ہوتی تھی۔ یہی [illegible] چھوٹے چھوٹے فقرے لکھتے تھے اور بہت سادہ [illegible] پہنچانے پر بھرپور قدرت رکھتے تھے۔ موضوع [illegible] اشعار، اقوال اور الفاظ بھی لکھتے۔ ان خطوں میں علمی و ادبی [illegible] باتیں بھی ہیں، کہیں کہیں ظرافت کے پھول بھی [illegible] کے علاوہ بلوچ صاحب کے خطوط میں ہمیں علمی و تحقیقی [illegible] کی علمی امداد، حوصلہ افزائی اور اسی طرح کے بہت سے [illegible] مثلاً راقم الحروف نے جب بلوچ صاحب کے استاد [illegible] کی سوانح اور علمی خدمات پر کتاب کا آغاز کیا تو سب سے پہلے [illegible] انھوں نے تحریر فرمایا:

"آپ کا [illegible] 23-11-90 موصول ہوا۔ خوشی ہوئی کہ آپ [illegible] کی سوانح مرتب کرنا چاہتے ہیں اور ماخذ جمع [illegible]"

[illegible] کی جانب سے بلوچ صاحب پر کتاب [illegible] بلوچ صاحب سے مسلسل رابطہ رکھا [illegible] یہ کتاب "ڈاکٹر نبی بخش [illegible] پاکستان، اسلام آباد سے [illegible] دیکھا اور بذریعہ خط [illegible]

"آپ کا احسان کہ آپ نے اتنی اچھی کتاب میرے متعلق

مرتب کی ہے۔ کتاب پڑھ کر احباب نے بھی تعریف کی ہے۔ اسلام آباد سے کچھ مطبوعہ کاپیاں مجھے بھجوائی گئی تھیں اور میں نے احباب کو دے دی ہیں۔ سب پڑھ کر آپ کی تعریف کرنے لگے۔''

راقم کی تالیف ''علامہ عبدالعزیز میمن سوانح اور علمی خدمات'' پہلی مرتبہ ادارۂ علم و دعوت لکھنو سے ۲۰۰۹ء میں شایع ہوئی۔ جب اس کے چند نسخے راقم تک پہنچے تو سب سے پہلا نسخہ راقم نے بلوچ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ انھوں نے اپنے استاد محترم کی اس اولین سوانح پر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور راقم کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''آپ کو یاد کرتے ہوئے یہ عید مبارک ارسال کر رہا تھا کہ ڈاک میں آپ کا گراں بہا تحفہ یعنی قبلہ میمن صاحب کی سوانح پر لکھی گئی یہ کتاب میرے سامنے آئی گویا آپ کی طرف سے 'عید مبارک' احسن طریقے پر ادا ہوئی۔ میں ممنون ہوں کہ کتاب کی پہلی کاپی آپ نے مجھے بھجوادی اور میں بیحد خوش ہوں اور آپ کو داد دیتا ہوں کہ آپ نے قبلہ استاذ کی سوانح کے سلسلے میں جملہ مآخذ سے خوشہ چینی کر کے یہ تفصیلی تصنیف مرتب کی۔ میں نے کتاب کو سرسری طور پر دیکھا ہے اور اب تفصیل سے پڑھوں گا لیکن استاذ مرحوم سے متعلق آپ کی یہ کتاب ایک بڑی مدت تک معتمد علیہ یادگار رہے گی۔''

بلوچ صاحب کا قریبی تعلق جناب ممتاز حسن سے بھی تاحین حیات رہا۔ ممتاز حسن مرحوم پاکستان میں اہل علم اور علمی و تحقیقی اداروں کے بہت بڑے سرپرست تھے۔ ایک موقع پر جب ممتاز حسن کراچی سے حیدر آباد آئے اور بلوچ صاحب کو اطلاع ان کے واپس جانے کے بعد ملی تو کس اپنائیت سے ان سے اس بات کا ذکر کیا:

''[illegible] صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ یہاں [illegible] سے معلوم ہوا کہ یہاں آپ کا [illegible] رہا۔ جس دن آپ یہاں تشریف [illegible] شاید شام کو نواب شاہ چلا گیا تھا۔ آپ [illegible] ہے کہ اس مرتبہ آپ کی [illegible] ہم تو چاہتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام [illegible] اس لیے یہ چند الفاظ بطور [illegible]''

[illegible] کوئی شخص کوئی کتاب یا رسالہ بھجواتا تو اس کا [illegible] کرتے۔ مثلاً سیّد عماد الدین [illegible] کتاب منگوا کر ان کی خدمت میں پیش [illegible]

''[illegible] آپ کا کرم نامہ مورخہ [illegible]''

[illegible] نے کتاب 'معربات رشیدی' [illegible] صاحب کا شکریہ ادا کیا بلکہ مترجم

یعنی ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی صاحب کی محنت کی ان الفاظ میں تعریف کی:

”میں ممنون ہوں کہ آپ نے رسالہ 'معربات رشیدی' کا تحفہ عنایت فرمایا۔ مبارک ہو کہ ادارۂ یادگار غالب سے اشاعت کے لیے آپ نے اس علمی کتاب کو منتخب فرمایا اور مزید مبارک باد کہ آپ نے جناب ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی صاحب کو اس کے اردو ترجمے اور مزید تحقیقات کے لیے تکلیف دی۔ ان کے حواشی اور تعلیقات نے آپ کی اس اشاعت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ تحقیق کی رو سے یہ ایک مثالی ترجمہ ہے اور مشعل راہ ماضی کے متون کے تراجم کے لیے۔“

بلوچ صاحب کی عادت تھی کہ اگر کسی اہل تعلق یا اس کے متعلقین میں سے کوئی فرد وفات پا جاتا تو تعزیتی خط لکھتے۔ نامور خطاط اور شیخ طریقت سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ کے صاحبزادے حافظ سیّد انیس الحسن کے انتقال پر انھیں یوں تعزیتی خط لکھا:

”مجھے اس کا علم نہ رہا کہ باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بڑی آزمائش کے لیے منتخب کیا گیا کہ رفیقۂ حیات کی وفات کے بعد فرزند ارجمند فوت ہوئے۔ یہ خبر حال ہی میں فاضل محترم رشیدی صاحب (کراچی) نے سنائی۔ انسان اپنی خلقت میں ضعیف ہے اس لیے دعا ہے کہ رَبَّنَا لَا تُحَمِّلْ عَلَیْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ۔ تاہم رضائے الٰہی سے اپنے پیاروں کے لیے صبر آزما مراحل مقدر ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میں کہ گرویدۂ احسان ہوں، دل و جان سے اس صبر آزما

[illegible] دعا ہے کہ خالق اکبر مرحومین کو اپنی [illegible] مالا مال کرے۔ آمین“

[illegible] صاحب کا تمام عمر اصحاب علم و تحقیق سے قریبی تعلق [illegible] مکمل کرتے تھے بلکہ دوسروں کی علمی معاملات [illegible] صاحب نے نام مشاہیر کے خطوط میں کئی ایسے [illegible] علمی معاملات میں معاونت کی گزارش کی [illegible] یہاں ہم نمونۃً چند خطوط کے اقتباسات [illegible]

[illegible] کے نام خطوط میں ہمیں درج [illegible]

”[illegible] آپ کو بھولوں گا۔ میرے [illegible]“

”آپ [illegible] عربی مطبوعات مرآۃ الزمان، اعیان [illegible] سستی مل سکیں تو میرے لیے [illegible] مطبوعات کا پتہ دیں۔

[illegible] آپ کے حلقہ کے اکثر آدمی آپ کو یاد کرتے [illegible]“

”[illegible] ہے کہ آپ نے یاد تو کرلیا۔ اپنے اعزہ [illegible] جا رہے ہیں۔ الامن عصمھم اللہ۔ زندگی [illegible] آپ کی علمی فتوحات کا حال پڑھ کر

بڑی خوشی ہوئی''

عالم اسلام کے نامور محقق اور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بلوچ صاحب کے نام خطوط میں ہمیں درج ذیل عبارات ملتی ہیں:

''آج کی ڈاک میں آپ کی لامتناہی کرم فرمائیوں کا تازہ ثبوت ملا اور پنجابی ترجمہء قرآن مجید کا نسخہ پہنچا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

''عنایت نامہ اور ہمراہ ملفوفہ ترجمہ دونوں ملے۔ مسرت بے پایاں ہے۔ خدا آپ کو ہزاروں ہزار جزائے خیر دے۔''

''آپ نے علم کی بڑی خدمت کی ہے۔ خدا آپ کو حسنات دارین عطا فرمائے ان شاء اللہ۔ ۳۰ رجون کے بعد آپ کا علمی کام جاری رہے گا اور اس پر اللہ آپ کو نوازتا رہے گا۔''

اسی طرح حکیم محمد سعید مرحوم کے بلوچ صاحب کے نام خطوط میں ہمیں درج ذیل عبارات ملتی ہیں:

''آپ کی فکرِ بلیغ نے اور آپ کی نگاہ عمیق نے یقیناً پاکستان میں معیارات اخلاق کا جائزہ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ زوال اخلاق اور انحطاط کردار نے جو وبائی صورت اختیار کی ہے اس پر آپ کو یقینا تشویش ہے۔''

''ہم نے ایک خاکہ عمل مرتب کیا ہے۔ میں اپنی اس تحریر کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔ ، حتمی نہیں ہے اس میں آپ کے مشوروں کی شدید ضرورت ہے۔''

''آپ جان سکتے ہیں کہ میں آپ کے جواب کے لیے کس درجہ بے چین

[illegible] کے بعد میں ''مذاکرہ ملی تعلیمات
[illegible] دوں گا اور حسب سابق اس کے انتظامات
[illegible] پر خلوص رفقا کے ساتھ مصروف ہو جاؤں
گا''

[illegible] سوسائٹی کے مقاصد وضع کیے ہیں۔ میں
[illegible] انگریزی میں آپ کی خدمت میں
[illegible] کہ از راہ کرم بہ حیثیت ماہر
[illegible] اور جس قدر ممکن ہو جلد
[illegible] سوسائٹی کے رجسٹریشن میں ایک روز کی بھی
[illegible]

[illegible] صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت
[illegible]

[illegible] محتاج تعارف نہیں۔ یہ مجلس
[illegible] رکھتی ہے کہ آپ پروفیسر
[illegible] علمی مقالہ یا مضمون تحریر
[illegible]

[illegible] کے نام خطوط میں ہمیں درج ذیل
[illegible]

[illegible] کتابت شدہ مسودہ
[illegible] اور تاریخ و ثقافت کے

ذمہ دار حضرات بھی دیکھ لیں۔ اگر پسند آئے تو اس کی طباعت کے لیے گورنمنٹ سے مالی امداد دلائیں ورنہ اسے جلا دیں۔''

''جناب کی سفارش سے ہی اکادمی ادبیات پاکستان نے احقر کو 700 روپے ماہوار بطور الاؤنس دیے تھے جواب تک مل رہے ہیں لیکن ہر سال جون میں نئے مالی سال کے لیے اس کی تجدید ہوتی ہے اور سوائے آپ کے نہ اس ماحول میں میرا نہ کوئی واقف نہ سفارشی۔''

''از راہ کرم جعفر بن محمد علوی کی ملتان پر حکومت کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ کب سے کب تک رہی۔ ابن اثیر کے معاملہ کو بھی صاف کریں۔ ابن خلدون کتب ثانی جلد نہم کا دعویٰ ہے کہ جعفر کا چچازاد بھائی عبدالرحمن اپنے اعزا و اقارب سمیت یمن میں آباد ہو گیا تھا۔''

اسی طرح احمد ندیم قاسمی کے بلوچ صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت ملتی ہے:

''آپ کا لکھا ہوا سوانحی مقدمہ بلاشبہ ایک کارنامہ ہے۔ آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ دیوان پر تنقیدی مقدمہ بھی ہونا چاہیے اور جب اس کا موقع آئے گا تو میں اس سلسلے میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی درکار ہے۔''

اسی طرح دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم سیّد صباح الدین عبدالرحمن بلوچ صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت ملتی ہے:

''دارالمصنفین کے بین الاقوامی سیمینار میں آپ تشریف لاتے تو مجھ کو کیسی خوشی ہوتی۔ اس ویرانے میں چاندنی چٹک جاتی۔ آپ تشریف نہیں

[illegible] آپ کا ذکر بار بار آتا رہا۔ سیمینار میں منظور کی [illegible] آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ امید ہے آپ قبول [illegible] مشوروں سے بھی نوازیں گے۔''

[illegible] صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت [illegible]

[illegible] آپ کو بالکل اختیار ہے کہ [illegible] جلد سوم میں وہ کر دیں۔ آپ [illegible] آپ کا ہے۔ آپ کی کتابوں [illegible] آپ کا ہر حذف و ترمیم میرے لیے [illegible]

[illegible] صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت ملتی [illegible]

[illegible] بھی ہیں۔ آپ کے [illegible] آپ علیہ کتب [illegible] اور میں حاضرین [illegible]''

[illegible] صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت ملتی [illegible]

[illegible] آپ کو میری تصانیف پسند آئیں [illegible] میرے قلم کی لغزش ہے۔ انشاء اللہ

اگلے ایڈیشن میں اس جملے کو نکال دوں گا۔ چونکہ انہوں نے علامہ میمن صاحب کے ساتھ کام کیا تھا اس لئے میں نے قیاساً لکھ دیا۔ اچھا ہوا آپ نے نشاندہی کردی، مجھے اپنی اس خطا پر ندامت اور شرمندگی ہے۔ قبلہ میمن صاحب نے مارغولیث کی کتابیں المعرّی کا جواب لکھا تھا۔ اس کا اضافہ کردوں گا۔ معلومات دہی کے لئے شکر گزار ہوں۔"

اسی طرح سیّد اشفاق حسین شاہ کے بلوچ صاحب کے نام خط میں ہمیں درج ذیل عبارت ملتی ہے:

"تقریباً ایک سال پہلے بندہ نے پی ایچ ڈی کے مقالہ عنوان "برصغیر کی جدوجہد آزادی میں پیر صبغت اللہ شاہ ثانی کی خدمات" کے لئے آپ کی مدد چاہی تھی لہٰذا آپ کی طرف سے حوصلہ افزائی ہونے کی وجہ سے میں نے لاہور کی تمام لائبریروں سے استفادہ کرلیا ہے لیکن ابھی مزید کتب کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی جو حیدر آباد اور کراچی میں موجود ہوں۔ اس سلسلے میں بندہ آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

یہ محض چند عبارات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ بلوچ صاحب علمی و تحقیقی معاملات میں کس قدر وسیع القلبی سے دوسروں کی معاونت فرماتے تھے۔ وہ خود تمام عمر بڑے بڑے علمی منصوبوں کو مکمل کرتے رہے اور اس بات کے خواہش مند تھے کہ وطن عزیز پاکستان میں علم و تحقیق کی فضا قائم ہو جس طرح دنیا بھر کے مہذب ممالک میں ہوتی ہے۔ راقم کو یہاں یہ ذکر کرتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ خود راقم نے علمی معاونت کے سلسلے میں جب جب بلوچ صاحب سے گزارش کی انھوں نے نہ صرف مطلوبہ چیزیں فراہم کیں بلکہ اپنے قیمتی وقت میں سے برائے ملاقات و استفادہ کئی مرتبہ وقت بھی عنایت

[illegible] صاحب کے نام راقم کے خطوط میں موجود ہے۔

[illegible] کی تیاری کے دوران راقم نے تمام قلمی اور ٹائپ شدہ خطوط کا بڑی [illegible] مطالعہ کیا۔ اس کے بعد کمپوزنگ، پروف ریڈنگ کرائی اور وضاحتی حواشی [illegible] اس مجموعے میں شامل نہیں کیے اور کوشش کی ہے کہ وہی [illegible] ان سے قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو اور انھیں علمی افادہ [illegible] وہ خطوط بھی شامل کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر [illegible] کے حوالے سے کس قدر وسیع القلب تھے اور اور نہ صرف اندرون [illegible] لوگ ان سے علمی رہنمائی کی درخواست کرتے تھے۔ خطوط کی [illegible] معلوم ہوا کہ بلوچ صاحب سے تعلق رکھنے والے اہل علم [illegible] اور آخر میں طالب علموں کے خطوط شامل کیے جائیں۔ ان [illegible] کتاب کے ناچیز مرتب کا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری [illegible] چنانچہ ہم نے ایسے خطوط کی ابتدا میں 'بلا تاریخ' [illegible] صرف اخری تاریخ موجود تھی چنانچہ ہم نے قوسین [illegible]

[illegible] کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے جنھوں نے خطوط [illegible] صاحب کے لائق پوتے [illegible] خطوط کی عکسی نقول فراہم کیں [illegible] کے حوالے سے جن جن بزرگوں اور احباب نے [illegible] پروفیسر محمد اقبال مجددی، ڈاکٹر محمد حامد، جناب [illegible] صاحب شامل ہیں۔ کمپوزنگ کے مشکل اور صبر آزما مراحل

میں محترمی سیّد معراج جامی صاحب نے معاونت فرمائی۔ راقم ان تمام حضرات کا تہ دل سے مشکور ہے۔ ان تمام حضرات کے علاوہ ڈاکٹر عبدالغفار سومرو صاحب کا بھی راقم مشکور ہے جنھوں نے نہ صرف وقتاً فوقتاً اس کام کی رفتار معلوم کی بلکہ جلد از جلد تکمیل کی خاطر یاددہانی بھی کرائی۔ اس کے علاوہ راقم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ریسرچ فاؤنڈیشن کے ذمہ داران خصوصاً اس کے چیرمین ڈاکٹر محمد شریف بلوچ صاحب کا مشکور ہے جنھوں نے اس کتاب کو فاؤنڈیشن کے اشاعتی پروگرام میں شامل کیا۔

الحمدللہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ مرحوم کے حوالے سے یہ راقم کی پانچویں کتاب اب شایع ہونے جارہی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ان کی سندھی اور انگریزی کتب اور مقالات کے اردو تراجم کرنے کا ارادہ ہے۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم

محمد راشد شیخ

الفلاح ہاؤسنگ پروجیکٹ

ملیرہالٹ، کراچی

چند عکسی خطوط

4, rue de Tournon,
Paris VI

۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ

عزیز و مہربان دوست

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الفرہ پہنچ کر طہران سے آپ کا عنایت نامہ ملا تھا۔ مگر آپ کے وہاں مختصر قیام کے باعث رسید نہ دے سکتا تھا۔ پھر الفرہ کے بلوچی طالب علم مغل صاحب نے اطلاع دی کہ آپ بفضل خدا خیریت سے گھر پہنچ چکے ہیں۔

میں بھی ابھی ابھی پارس واپس ہوا ہوں۔ مدینہ منورہ میں ایک مہینہ قیام کی سعادت حاصل ہوئی۔ غزوۂ خیبر کے مقام کو بھی اس دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔

الحمدللہ کتاب النبات کی چھپائی بھی کویت میں شروع ہو گئی ہے۔

اگر "گندلا" کا فوٹو آپ فراہم فرما سکیں تو تازہ اور بہت بڑی نوازش ہوگی۔

خدا کرے آپ خیروعافیت سے ہوں۔ معلوم نہیں یہ خط آپ کو مل سکیگا یا تعطیلات کے باعث معطل رہیگا۔ والامر بید اللہ

نیازمند
محمد حمید اللہ

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی (شارع قائداعظم)
لاہور

جناب ڈاکٹر نبی بخش،
بلوچ صاحب
اسلام آباد

السلام علیکم - مزاج شریف
آپ کی اردو کسی اردو والے ... انکسار کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے،
... آپ کا مقدمہ ... نظر پہنچ گئی، ... سے تقابلہ، ...

[illegible]

حکیم محمد موسیٰ امرتسری
رجسٹرڈ طبیب درجۂ اول
۵۵ - ریلوے روڈ ○ لاہور

جواب دیا
4/7/82

گرامی قدر ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

سلام ورحمت ۔!

مکتوب گرامی شرف صدور لایا ۔ یاد فرمائی کا شکریہ!
حضرت شرافت صاحب تو اپنے گاؤں میں بیمار ہیں ۔ اُن
کے مرید اسلم نوشاہی صاحب نے آپ کو کتب مہیا کی ہیں
جو بذریعہ ڈاک روانہ کر دی گئی ہیں ۔ احوال و آثار شرافت
حضرت شرافت صاحب کی حیات اور خدمات کے تعارف کے لئے کافی
ہے ۔ اگر یہ ناکافی ہو تو ارشاد فرمائیں

محمد اقبال مجددی صاحب کو تاکید کر دی ہے کہ تاریخ تصوف کو جلد از
جلد پایہ تکمیل کو پہنچائیں ۔

میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے حضرت شرافت صاحب کی
خدمات علمیہ کو یاد رکھا ۔

والسلام
محمد موسیٰ عفی عنہ
23/6/82

نگران
پروفیسر محمد ایوب قادری
صدر شعبہ اردو

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ

حوالہ

مجلس یادگار حافظ محمود شیرانی

مجلس ترقی ادب
کلب روڈ، لاہور

۲۲ جولائی ۱۹۸۰ء

مخدومی و مکرمی — سلام مسنون

میری بدقسمتی کہ آپ تشریف لائے اور میں غیر حاضر تھا۔ اگر مجھے آپ کی قیام گاہ کا علم ہوتا تو فوراً حاضر ہوتا۔ دعا ہے آپ بخیریت ہوں۔

"مجلس یادگار حافظ محمود شیرانی" کے سلسلے میں گزشتہ عریضے میں گزارش کر چکا ہوں اور بابت فنڈ بھی عرض کر چکا ہوں۔ مجھے مشورہ دیجیے اور ممکن حد تک امداد بھی فرمائیے کہ:

۱۔ اس مجلس کے لیے فنڈ کا بندوبست کہاں سے ہو۔ یہ مجلس حال ہی میں قائم ہوئی ہے اور تہی دست ہے۔ اگر کوئی حکومتی ادارہ اس کی مدد کرے تو بڑی بات ہوگی۔

۲۔ کیا آپ صدرِ مملکت [illegible] وزیر بلوچ صاحب کے سامنے یہ تجویز پیش فرما سکتے ہیں کہ حافظ محمود شیرانی جیسے بے مثال محقق کی صد سالہ تقریب ولادت پر ایک یادگاری ٹکٹ جاری کرنے کا اہتمام فرما دیں۔ حافظ صاحب مرحوم یقیناً اس اعزاز کے مستحق ہیں۔

۳۔ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں اگر آپ کو تقریب میں شمولیت کی دعوت دی جائے تو کیا آپ منظور فرما لیں گے؟

آپ کے جواب باصواب کا منتظر رہوں گا۔

آپ کا مخلص
احمد ندیم قاسمی

جنابِ من زید مجدکم!!

[illegible] کہ اخبارات میں اسلامی یونیورسٹی [illegible] کی جگہ چھپی، پھر معلوم ہوا [illegible] غلام صدیق گمانگمرو صاحب [illegible] ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں [illegible]

[illegible] کے دوران میں، میں [illegible] ایک نسخہ آپ کی خدمت میں [illegible] آیا وہ آپ کو ملا ہے [illegible] مطلع فرمائیں تو [illegible]

[illegible] ہے!

[illegible] ماہ اگست ۸۲ء [illegible] طبع ہوا ہے، حسب ہدایت [illegible] منضبط ہے۔

[illegible] ہیں۔ ایک [illegible]

[illegible] والسلام۔

نیازمند
محمد اسلم

The CHAHAR SOO Monthly
Rawalpindi

Chief Editor
Syed Zamir Jafri

23 رمضان اسلام آباد
4 مئی 1992ء

مخدومی و مکرم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

سلام و نیاز!!

آپ کی ذاتِ گرامی وطنِ عزیز کی مایۂ ناز متاع ہے۔

آپ ہماری شناخت کا حوالہ ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہاں سے
چہار سُو کے عنوان سے ایک علمی و تہذیبی جریدے کی اشاعت
کا قصد کیا ہے۔ ہم اس کے ایک شمارے کا ایک گوشہ آپ
کی ذات سے منسوب کرنے کے آرزو مند ہیں۔ مجھے امید ہے
کہ آپ ہمیں اس اعزاز سے محروم نہیں رکھیں گے۔ چند مضامین
آپ کی ذات و خدمات (تحقیق و ادب) سے متعلق عنایت فرمائیے گا،
اور چند تصاویر (تصاویرِ شباب کے سمیت)۔ ممنون

آپ کا
ضمیر

4569 - A, GAWALMANDI RAWALPINDI - 46000, Phone : 540579 - 856290

[illegible] "Say (unto them O Muhammad): Are those who know equal with those who know not? But only men of understanding will pay heed." (XXXIX:9)

DEPARTMENT OF ARABIC, URDU & PERSIAN
CENTRE FOR NEAR, MIDDLE EASTERN & CENTRAL ASIAN STUDIES

اقرأ باسم ربك

وقل رب زدنی علما
And say: My Lord increase me in knowledge. (XX:114)

Professor and Head:
Syed Habibul Haq Nadvi
B.A. (Hons.), M.A. (Arabic & English)
M.A. Ph.D. (Harvard)

Ref. ....

گرامی قدر وفا — بلوچ صاحب — سلام و محبت فراواں۔ عید مبارک
[illegible] امید کہ مزاجِ عالی بخیر ہوں گے
[illegible] سندھ یونیورسٹی میں جلبانی صاحب کے ساتھ تھا۔ آپ کا شعبہ
[illegible] تقریبات کے موقع پر آپ سے اسلام آباد میں ملاقات متوقع تھی
[illegible] معیار پر مجوزہ تقریبات ممکن نہیں۔ انشاءاللہ عنقریب آپ کو کانفرنس کی
[illegible] ارسال کروں گا اور اپنی تمام تالیفات و تصنیفات بھی آپ کی لائبریری کو بھیج
[illegible] اس وقت میری تازہ ترین [illegible] کا [illegible]
[illegible] تو [illegible] ارسال کروں گا۔ [illegible]
[illegible] پروگرام [illegible]
[illegible] ضرور بتاؤں گا۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ شکریہ والسلام
[illegible] مدارات [illegible] سلام [illegible]

حبیب الحق ندوی

میں لے لیا گیا۔ یہاں گرانی اشد ہے علی الخصوص سبزی گھی وغیرہ کی۔ کپڑا تقریباً چالیس فیصدی تک سستا ہو رہا ہے۔ اگر آپ علیگڑھ آئیں اور اگر آپ کے ہاں گھی پانچ چھٹانک روپیہ سے ارزاں ہو تو ۱۵ سیر لیتے آئیں۔ ہدیہ اب قبول نہ کروں گا ورنہ نہ لائیں۔

والسلام۔ مخلص

میمن عبدالعزیز

۲۳۔۷۔۴۳

---

(۱) علامہ عبدالعزیز میمن۔ عربی زبان و ادب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم اور بلوچ صاحب کے علی گڑھ میں استادِ محترم تھے۔ علامہ میمن اور بلوچ صاحب کے قریبی روابط کے لیے ملاحظہ فرمایئے "کلیاتِ اردو" مرتبہ محمد راشد شیخ میں بلوچ صاحب کا مضمون "افاداتِ میمنی"۔ علامہ میمن کے مفصل حالات اور خدمات کے لیے ملاحظہ فرمایئے "علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات"؛ از محمد راشد شیخ، شائع کردہ 'قرطاس' کراچی ۲۰۱۲ء۔

علامہ میمن ۲۳/اکتوبر ۱۸۸۸ء کو گونڈل (راجکوٹ) میں پیدا ہوئے اور مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء کراچی میں وفات پائی۔

(۲) علامہ میمن کی عادت تھی کہ ہمیشہ خالص گھی استعمال کرتے اور اس سلسلے میں اپنے احباب اور خاص تلامذہ کو زحمت دیتے لیکن قیمت بااصرار ادا کرتے۔ ان مخصوص تلامذہ میں ڈاکٹر بلوچ صاحب بھی شامل تھے۔

(۳) مولوی بدرالدین علوی سابق لیکچرر شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ وفات: ۱۶/مئی ۱۹۶۵ء، علی گڑھ۔

(۴) علامہ میمن کا اشارہ اپنی جانب ہے یعنی ایم اے ہونا کوئی قابلیت کی نشانی نہیں اصل چیز علم ہے۔

(۲)

مخلص

میمن عبدالعزیز

۷۔۸۔۴۳

(۱) ڈاکٹر خورشید احمد فارق، سابق صدر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی علامہ میمن کے خاص تلامذہ میں
تھے۔ پیدائش: مارچ ۱۹۱۶ء بریلی۔ وفات: ۵ر نومبر ۲۰۰۱ء کو علی گڑھ میں ہوئی۔

(۲) ڈاکٹر سیّد محمد یوسف علامہ میمن کے خاص شاگرد۔ پیدائش: ۲ر مئی ۱۹۱۶ء بھوپال۔ وفات: ۲۲ر
۸؍ ۱۹۷ء کو لندن میں ہوئی۔

(۳)

علیگڑھ ۲۹ر جون ۴۴ء

عزیزی! سلمکم اللہ

آپ کا خط ملا الحمدللہ آپ کو کامیابی ہوئی مگر آپ نے یہ نہ لکھا کہ کب تک آپ
وہاں رہے گا۔ میں ۱۵ یا ۱۶ کی صبح راجکوٹ پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ روانگی ۱۳ر یا ۱۴ر
گی انشاء اللہ۔ ۳ر جولائی کو ڈاکٹر برکت علی صاحب (۱) کو یہاں آنا ہے اگر آئیں اور
کتابوں میں سے کوئی لاسکیں تو فبھا و نعمت ۔ ڈاکٹر نیاز مجھے خوب یاد ہیں میر
سلام کہیے۔ آپ نے یہ نہ بتایا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا؟ مخطوطات سندھ میں سے کوئی
ایک آدھ نقل لینا شاید آپ کے لیے ضروری ہو۔ ڈاکٹر زاہد علی (۳) کا جواب ملا ہے۔
صاحب کو آپ کے اقتباسات دے دیے خوش ہوئے۔ طلبہ اور ینٹل کالج سے میگزین
اعداد میں سے مجمع الالقاب و فھارس لسان العرب کا جمع کر لینا
آپ طلبہ میں موجود ہیں شاید بہت آسان ہو۔ بشیر صاحب کو آپ کا پیغام کہہ دیا جواب
تاخیر ہوگئی۔ سفر سر پر ہے کام سمیٹنا ہے میں نے ۱۶ر نومبر تک کی چھٹی کی درخواست دے
ہے۔ میرے لیے اقلید الخزانة کے دو تین مجلد نسخے خرید کر ڈاکٹر برکت علی صاحب
دے دیجیے وہ جب کبھی علیگڑھ آئیں ساتھ لیتے آئیں کوئی جلدی نہیں۔ نیز
صوان الحکمة اور میگزین کے جملہ عربی رسائل و فہارس کی پوری پوری تلاش
ایسا موقع پھر نہ ملے گا۔ لائبریری میں سنہ ۱۹۳۰ - ۴۴ تک کی کوئی یورپ کی ادبی یا تار
مطبوعات نظر پڑیں تو ضرور بتائیں وہاں کے اور مفصل احوال و اخبار لکھیے۔ آپ کی

کہ ادارۂ معارف اسلامیہ اجلاس دہلی کی
اس کے چند نسخے اور مل سکیں تو وصول

والسلام والاکرام

عبدالعزیز المیمنی

جامعۃ علیگرہ

وفات ۳۰ر مئی ۱۹۶۰ء

سابق صدر شعبۂ عربی نظام کالج
مذہب کی حقیقت اور اس کا

۱۹۴۸ء۔

الہلالی المراکشی کے

(۴)

۱۱-۶-۴۵

زخم ہنوز چل رہا ہے شاید ۱۰۔۱۵ روز اور لے۔ ڈاکٹر یوسف کے عقد کا دعوت نامہ
شاید پہنچا ہوگا۔ ۲۷ جون کو اجمیر میں محمود میاں (۱) کا نکاح ہے کیا آپ کی امید کروں؟

Teachers Training Cell

آپ کی کتاب مفت بلا قیمت آئی مبارک ہو۔ آپ نے قریشی صاحب کو ڈیپارٹمنٹ کی
چابی دی جنہوں نے نہ مجھے پہنچائی نہ منہ دکھایا۔ یہ بے انتہا غیر ذمہ دارانہ بات ہے آپ
ہر بے تکلف دوست آپ کا ہے وبس!

میں غالباً ۲۰۔۳۰ جون اجمیر میں رہوں گا۔ والسلام

مخلص

میمن عبدالعزیز، علیگڑھ

---

(۱) یعنی محمد محمود میمن صاحب، علامہ میمن کے بڑے صاحب زادے۔ ان کا انتقال مورخہ ۵ / ...
۲۰۰۲ء کو کراچی میں ہوا۔

(۵)

عزیزی! السلام علیکم

علیگڑھ ۲۶۔۱۔۱۷

عرصہ ہوا آپ کے خط کا جواب دیا تھا۔ پرسوں استاذ امیر احمد صاحب نے
سمط اللآلی کی قیمت پندرہ روپے بھیج دیے۔ ڈاکٹر یوسف کو پانچ سو ماہوار پر مصر بلا
گیا ہے۔ آپ کی اور خورشید صاحب کی درخواستیں شاید دریا (دفتر) برد ہوگئیں۔ ممکن ہے
بجائے ۱۲۵ روپیہ کے ۱۵۰۔۲۵۰ تنخواہ ہو جائے۔ آپ آئیں تو بہت اچھا بہت جلد

سمجھ سکتے ہیں۔ یہاں گیہوں فی کس روزانہ ۲ چھٹانک ہے چاول، چنا، جو، باجرہ
بافراط مل سکتا ہے۔ آپ کا خط یوسف صاحب کو دکھا دیا ہے۔

میرے لیے دو سیر تمبا کو ۵ سیر کھجور اور کچھ اور چیزیں جو علیگڑھ کے مقابلہ اچھی
ارزاں ہوں لیتے آئیں۔ کپڑے کا رنگ وہی ہے جو آپ کے سامنے تھا۔

چہار مقالہ وغیرہ کا آپ کے سامنے دیکھا جائے گا۔

آغا خاں نہیں آئے۔ عابد صاحب عرق النساء میں مبتلا پڑے ہیں فروری بھر
پڑھاتے رہے آئندہ کیا ہو؟ دیکھیے! ڈیپارٹمنٹ کی حالت ابتر ہے۔ مصر کی حالت
غیر مطمئن ہے اس لیے ممکن ہے یوسف صاحب کی روانگی میں تاخیر ہو جائے۔ اور الحمد للہ
ہر طرح خیریت ہے۔ والسلام

مخلص

میمن عبدالعزیز

(۷)

صدر بازار، راجکوٹ

۱۷/ جون ۴۶ء

عزیزی! اسلام مسنون

ہم بعد از خرابی بسیار ۱۴/ کی صبح راجکوٹ پہنچے:

فلاتسئل عما جری واستغفر اللہ و نم (۱)

امید کہ آپ بھی بخیر و خوبی ہوں گے۔ المعجم کا منی آرڈر اب بھیج سکتے ہیں۔
یہاں مجھے تمبا کو اور گھی کے سلسلہ میں سوا پریشانی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر تمبا کو اور گھی کسی
بہاء الدین کالج (۲) کے طالب علم کے ہاتھ بھیجیں تو اس سے بہتر اور کیا ہو؟ ذرا دیکھیے تمبا کو
میں ڈنٹھل کم ہوں محض پتیاں ہوں۔ محمد صالح علی بخش، محمد بخش کو سلام، انشاء اللہ کچھ بارش
کے بعد جونا گڑھ جاؤں گا۔ یہاں سے راشن کا انتظام غنیمت ہے۔ گھی اور ایندھن کے علاوہ

[illegible] ل جاتی ہیں۔

Prof. A.A. Memon

(of Aligarh)

Sadar Bazar

Rajkot. C.S

[illegible] صبر کرو اور خاموش رہو)

[illegible]

(۸)

۲۶-۶-۴۶

[illegible] یہاں [illegible] میں قریباً یکساں
[illegible] آتے جاتے کے
[illegible] جس میں زیادہ ڈنٹھل نہ
[illegible] مارکیٹ میں تین گنے دام پر ملتا
[illegible] بارش رہی گرمی بہت کم ہو گئی ہے۔ گھر کے
[illegible] ۹/ کو علیگڑھ سے روانہ ہوا ۱۰/ کی صبح
[illegible] کی صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر شام کو اڑھائی گھنٹہ
[illegible] اس لیے اسٹیشن پر ۲۴ گھنٹہ قیام

رہا۔ ۱۳ر کی شام روانہ ہو کر ۱۴ر کی صبح پہنچے۔

بہاء الدین کالج (۲) کے کسی سندھی طالب علم کے ہاتھ بھیج دیں اگر مجھے راجکوٹ جنکشن پر پہنچنے کی تاریخ لکھ بھیجی تو یہاں سے لے لوں گا ورنہ جونا گڑھ میں میرے بھائی ماسٹر (مہابت مدرسہ) عبداللہ سوداگر یا حکیم عبدالسلام دوخانہ فیض عام یا قاضی اختر قاضی واڑہ میں دے دیں۔

گیہوں من پختہ ساڑھے ۱۲ روپیہ، چاول ۲۵، ۱۴ روپیہ ہے گھی ساڑھے ۵ و ۶ روپیہ سیر ہے۔

محمد صالح علی بخش، محمد بخش کو سلام۔ ان کے نتیجہ کی اطلاع دیں یہاں سے آپ کو دعا وسلام لکھواتے ہیں۔

والسلام

میمن عبدالعزیز (علیگڑھ)

Sadar Bazar

Rajkot c.s

(Kathiawar)

(۱) مہسانہ گجرات کا ایک قصبہ ہے۔

(۲) بہاء الدین کالج جونا گڑھ

(۹)

مکرمی جناب مولوی نبی بخش صاحب بلوچ کرمہ اللہ ۲۰، نومبر ۴۶ء

علیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کا کرمنامہ بروقت مل گیا تھا۔ میں نے افادہ کے خیال سے اس کو مسلم یونیورسٹی گزٹ ۸ نومبر ۴۶ء میں بطور لیڈنگ آرٹیکل چھپوا دیا ہے۔ آپ کا جانا بالکل ناگہانی ہوا مجھ کو نہیں معلوم کہ آپ نے المعجم فی معاییر اشعار العجم پیر حسام الدین صاحب کو دی یا بھول گئے، اس سے پیشتر مجھے راجکوٹ میں نزھۃ القلوب کی اصل مل گئی تھی۔ پیر صاحب کا پتہ مل گیا ہے ان کو بھی کارڈ لکھ رہا ہوں۔

ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات کی گرم بازاری ہے انھیں کی وجہ سے یونیورسٹی بجائے یکم نومبر کے یکم اکتوبر کو کھلی۔ میں ۱۹-۱۲۱ اکتوبر اورینٹل کانفرنس کے اجلاس ناگپور میں شریک ہوا تھا۔ میں نے ڈاکٹر یوسف کو آپ کا پتہ بھیج دیا ہے وہ مصر کا ویزہ نہ پہنچنے کے باعث ہنوز بھوپال میں ہیں ان کی جگہ یہاں اپوائنٹمنٹ کمیٹی (۱) نے قمر الدین کے نام کی سفارش کی ہے دیکھیے ایگزیکٹو میں کیا ہوتا ہے۔ ہمارے تین کمروں پر کامرس نے قبضہ کر لیا ہے فاناً پر یونیورسٹی میں شمیم افزا نامی مولوی فاضل لڑکی نے داخلہ لیا ہے۔

آپ امریکہ کے عربی مطبوعات مرآۃ الزمان ، اعیان الأعیان حتّی البحر کے نسخے ڈھونڈئیے سستی مل سکیں تو میرے لیے لے لیں۔ نیز دیگر مطبوعات کا پتہ دیجیے۔

یہاں آپ کے حلقہ کے اکثر آدمی آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

میں نے ۲۸ ستمبر کو راجکوٹ میں منجھلی لڑکی بانو کا نکاح ڈاکٹر حبیب گوڈیل (ایئر فیلڈ کراچی) ایم بی بی ایس کے ساتھ کر کے فراغت پائی۔ یہاں گرانی اور راشن کی وبا روبہ ترقی ہے اور خوف وہراس قائدہ میں۔

فتوح البلدان یعقوبی شمیم صاحب نے پہنچا دی تھی داخل کر دی گئی۔

امسال پروفیسروں کو سو روپیہ ماہانہ بطور گرانی کے الاونس کے مل رہا ہے۔

ریوائزڈ گریڈس کا قصہ بھی چل رہا ہے جس کا حقیقی فائدہ ڈاکٹر عابد کو پہنچے گا۔ سینٹرل گورنمنٹ نے اس کے لیے دو لاکھ دیے ہیں۔ ۵۰ لاکھ میڈیکل کالج کے لیے اور ۷۰ لاکھ یونیورسٹی کی اصلاح کے لیے۔

۱۸۔۲۰ نومبر جامعہ ملیہ کی جوبلی ہوئی۔ گورنمنٹ نے ۷ لاکھ نظام نے ۵ لاکھ اور رامپور بہاولپور اور بھوپال نے لاکھ لاکھ دیے۔ ڈاکٹر ذاکر کے ایثار کو سراہا گیا۔

علیگڑھ کے اطراف میں خلفشار پھیلا ہوا ہے۔ کأنا في مسعان الحروب

(۲) ڈاکٹر پامر کو میرا سلام کہیں اور کہہ میں ان کے ایڈیشن النجوم الزاهرة سے باخبر ہوں۔ بڑی خدمت کی ہے۔ مبارک باد دیں۔ مصری حکومت نے مجھے اپنے ایڈیشن کی ۲ جلدیں ۱۹۳۶ء میں دی تھیں۔

ابن خلدون کے متعلق کونسے معلومات چاہیے ہیں بتائیں۔

سیّد بشیر الدین لائبریرین صاحب آپ کو سلام لکھواتے ہیں۔

مخلص

میمن عبدالعزیز

---

(۱) Appointment Committee

(۲) ترجمہ: گویا ہم میدانِ جنگ میں تھے۔

(۱۰)

علیگڑھ ۲۲۔۹۔۴۷

عزیزی! السلام علیکم۔ جملہ خطوط بروقت مل گئے تھے۔ جون۔ اگست راجکوٹ

[illegible] رہائش میں رہا۔ دونوں لڑکیاں آ گئی تھیں (علی محمد میمن پونہ امریکہ پہنچے ہیں) c/o Prof. R. Delman Division of Agriculture Engineering College of Agriculture Urbana Illinois University, U.S.A

[illegible] نواسے پیدا ہوئے۔ بیوی راجکوٹ میں علیل تھیں۔ رک گئیں تا ایں دم (شیر [illegible] انجینئرنگ کالج کے لڑکے عبدالصمد بھی وہیں ہیں) اب سنیے! ہندوستان کرۂ نار بنا [illegible] وقد علم القبائل... ورباء عدنا ممساء طعان بالمران ہندوؤں نے ۵۔۶ [illegible] مسلمانوں کو فنا کر دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ ریلوں میں سکھ مسلمانوں کو چن چن کر مار [illegible] سکندرہ میں اوسی ایکسپریس کے ۳۔۴ سو مسلمانوں کو مار کر پھینک دیا جس میں [illegible] ۸ روز پیشتر آیا تھا۔ راتیں جاگتے گزرتی ہیں۔ علیگڑھ کے مضافات کے گاؤں کے [illegible] مسلمانوں کو ختم کر دیا بچے کھچے شہروں میں بھاگ آئے۔ ہندو گورنمنٹ پولیس، فوج یہ [illegible] چون و چرا پوری دلی خوشی سے دیکھتے ہیں۔ علیگڑھ اجمیر آمد و رفت محال ہے۔ بیوی [illegible] میں پھنس گئیں۔ جونا گڑھ پاکستان میں آ گیا ہے انڈین یونین نے اس کو بری [illegible] اور دبایا ہے۔ کل نواب اسمٰعیل وائس چانسلر ہو گئے۔ یوپی اور دہلی کی گرانٹ بند [illegible] انڈین یونیورسٹی ہوگی مسلم نہیں رہے گی، نصف ہندو ہوں گے، پنجابی اور [illegible] طلبہ وہیں لاہور میں داخل ہوں گے۔ متعدد طلبہ اور طالبات مار دیے گئے۔ آپ [illegible] کے لکھیے؟ عابد کشمیر گئے تھے لاپتہ ہیں۔ مستطیع عموماً کراچی جا رہے ہیں۔ دہلی [illegible] ہزاروں مسلمان ختم کر دیے گئے اور لاکھوں بے خان و بان ہیں لوٹ لیے گئے، [illegible] پاکستان بھاگ رہے ہیں اب علیگڑھ وغیرہ کی باری ہے۔ مولوی ثناء اللہ اور ان کا [illegible] ختم کر دیے گئے۔ اطراف دہلی میں تا ۴۰ سو میل امید نہیں کہ کوئی مسلمان رہنے [illegible]۔ مشرقی پنجاب اسلام سے خالی ہو گیا۔

وغیرہ کا پارسل مل گیا۔ ایم اے ایجوکیشن مبارک

اسرار البلاها الدوسی

ہو۔

دبستان مذاہب معلوم ومعروف ہے۔ طراز النقوش فی محاسن الحبوش نامی کتاب میرے پاس تھی غالباً سیوطی کی بھی کوئی کتاب دیکھی ہے کل ڈھونڈی نہیں ملی دیکھوں گا۔ سردست دماغ بیکار ہے۔ مولانا آزاد سبحانی (۱) میرے دوست ہیں راجکوٹ اور علیگڑھ میں ملے تھے میرے بہت بہت سلام کہیے۔ حبّی کی اعیان الاعیان للسیوطی و مرآۃ الزمان (اگر سوتک مل جائے) کی ضرورت ہے۔ مصر یوسف صاحب کے خط آتے رہتے ہیں۔ آپ کا وطن قلب پاکستان بنا ہے خواہی نخواہی اب نصیب میں سندھی بننا ہی لکھا ہے ہندوؤں کی اندرونی ذہنیت بے نقاب ہو گئی ہے۔ پاکستان کے تصور سے ۳۰ برس پیشتر سے یہ لوگ رام راج قائم کرنا چاہتے تھے آگے پیچھے مسلمانوں کے نصیب میں جلاء تھا پاکستان کی تحریک محض بہانہ بنی ہے۔ التاریخ یعید نفسہ

حثو اروا حلکم یا اھل اندلس فما المقام بھا الا من الغلط (۲)

العقد ینثر من اطرافہ و أری عقد الجزیرۃ مفصوما من الوسط دھلی (۳)

یاد نہیں رہا کیف الحیاۃ مع الحیات فی سفط پٹارا (۴)

آپ کبھی یہ خیال نہ کریں کہ میں آپ کو بھولوں گا۔ میرے دل میں آپ کے لیے بڑی جگہ ہے۔ والسلام

ناچیز میمن عبدالعزیز علیگڑھ

۲۲ ر ستمبر ۴۷ء

---

(۱) مولانا آزاد سبحانی (وفات ۲۴ ر جون ۱۹۵۷ء) تحریک آزادی کے مقتدر رہنما جن سے ڈاکٹر بلوچ کا امریکہ میں دوران قیام قریبی تعلق رہا اور بعد میں انھوں نے مولانا کی سوانح بھی لکھی جو لاہور سے شائع

[illegible]

(۲) [illegible] اے اہل اندلس: اپنے قافلے والوں کو روانگی پر ابھارو۔ یہ کیا جگہ ہے جہاں ''امن'' حرف [illegible]

(۳) [illegible] ہار کنارے سے بکھرتا ہے جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جزیرے کا ہار درمیان سے ٹوٹ گیا [illegible] درمیان میں ہو رہی ہے)

(۴) [illegible] پٹاری میں سانپوں کے ساتھ زندگی کیسے گزر سکتی ہے۔

(۱۱)

عزیزی او علیکم السلام ۲۶-۱۲-۴۷

آپ کا مورخہ ۲۸ نومبر سامنے ہے۔ بہت تاخیر ہوگئی۔ گھر والے راجکوٹ سے [illegible]

[illegible] (مرحوم! ہاں ظہور الدین ۹ ر نومبر کو یوم دخول عساکر المشرکین [illegible] ہو گئے) اوکھا پورٹ کراچی ہوتے ہوئے اب حیدرآباد سندھ میں ہیں، میں ان کو [illegible] تک بذریعہ ہوا بلانا چاہتا ہوں۔ کل ظلام الدین لا أنار اللہ قبرہ نورًا [illegible] آل۔ بعد او سحقا لک من ھالک ابھی ابھی اسمٰعیل حسن زبیری [illegible]) پاکستان میں سپرد خاک شد۔ ہاں دہلی کے بعد اجمیر کی باری آئی۔ محمود کے خسر [illegible] لوٹ لی گئی اور پھر نذر آتش، ۵ لاکھ کا نقصان ہوا (۱)، دونوں لڑکے بے روزگار [illegible] میں پڑے ہیں۔ ظلام کو یہاں سپرد خاک کیا جائے گا۔ برخلاف حدیث [illegible] مع من احب ۔(۲) سردست یہاں کچھ نہیں مگر نہ معلوم کب تک! خیرتن بتقدیر [illegible]۔ شریف خواجہ منظور، سید ولی محمد واپس آگئے۔ عابد کوتا آخر دسمبر جوائن کر لینے کا [illegible] دیا گیا ہے ورنہ دوسرا انتظام کر لیا جائے گا۔ ڈاکٹر خورشید احمد کو قمر الدین کی جگہ لگا

لیا ہے۔ سکستھ ایئر میں فضل محمد بہاولپور ہوائی جہاز سے آ گئے باقی طلبہ لاہور ہی میں
ہو گئے۔ ۲ رنومبر کو قاضی اختر (۳) جونا گڑھ سے فرار ہوئے۔ مشرکین نے اسمٰعیل
سیل میں ٹھونس دیا۔ بمشورۂ خبیث (جاری) محمود غزنوی کا بدلہ جونا گڑھ کے موحد
لے رہے ہیں اور سومناتھ کے دن ہزار سال کے بعد پھرے ہیں۔ واما دار العل
دھلی فلا تسئل عما جری و استغفر اللہ و نم فلم یبق للاسلام بھا
اثر و قد قبض الاسیاخ علی مساجدھا و لم یرسخ للمسلمین بھا
قدم و لا یمرّ یوم الا و یبقرون بطون المارۃ و یذبحون الرکاب
و یطرحون جثثھم من شبابیک القطار، و لم یبق فی شرقی
پنجاب احد من الموحدین و کانوا یزیدون علی ٦ ملایین نسمۃ۔
وھم بین طاحن و ساحق من السیخ و الوثنی (۴)۔ یاد رہے کہ ۵
۴۹ء کو میں ریٹائر ہو رہا ہوں۔ آپ کب لوٹیں گے لکھیے! سنتا ہوں اجمیر بھی دہلی کے
پر جا رہا ہے۔ قد تزعزعت اقدام الموحدین و ھدّت ارکانھم لمثل
ھذا یموت القلب من کد ان کان فی القلب اسلام و ایمان
(۵)۔ علی محمد سے کہیے کہ ان کا مورخہ ۷ ۴۔ ۱۱۔ ۲۹ مل گیا ہے ان کے بچے حیدر آباد
میں ہیں۔ Ishaq Saith Ajmeri c/o Dewan Ghansham dus
Karm das Malkhani Mohalla Hirabad Haiderabad,
Sind. یہاں آج کل لکھنؤ وغیرہ میں بڑی مسلم کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور ان غداران
(یعنی مسلمین) کی وفاداری کا اطمینان دلایا جا رہا ہے حالانکہ بلا غداری غداروں کی
بھگت رہے ہیں۔ و قد منوا بانشقاق الکلمۃ و التخاذل و التواکل
کل طاغیہ (غاندی) کے مواعظ بھی رقت انگیز ہوتے ہیں پڑھا کیجیے۔ یہ ملازمت پیشہ
نوکری سے محروم بھوکی مرجائے گی۔ روزی کے جملہ ابواب قد سدّت فی وجوھھم

بعمل الحرب و السیوف و منعوا الموحدین میں
المظالم فما ظلک بالسکاکین (٦)۔ یوسف صاحب (۷) کے
مگر ہنوز میرا کوئی کام نہیں کیا۔ خیال ہے کہ مئی میں جب تعطیلات ہوں
احمد آباد کے راستہ راجکوٹ جاؤں پھر ایک آدھ مہینہ کے لیے کراچی کا
علی گڑھ آؤں یا کیا؟ اللہ کو معلوم۔ بہت کچھ انحصار اس وقت کے
سندھ یونیورسٹی کا کچھ ٹھکانا نہیں معلوم ہوتا۔ علی بخش نے ہنوز کراچی
واپس نہیں کیں۔

Prof. A.A. Memon M.University

Aligarh, India. 26-12-47

صاحب کا سسرال تھا۔
کے ساتھ ہوتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔
میاں اختر جونا گڑھی، وفات ٦ راگست ۱۹۵۵ء حیدر آباد سندھ
گہوارہ علم دہلی کا تعلق ہے! سوا اس کے متعلق کچھ نہ پوچھو بس اللہ سے مغفرت طلب
یہاں اسلام کا کوئی نشان تک باقی نہ رہا۔ سکھوں نے اس کی مسجدوں پر قبضہ کر لیا اور
قدم رکھنے کی جگہ تک نہ رہی۔ کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ پیدل چلنے والوں کے پیٹ نہ
اور سواروں کو ذبح نہ کیا جاتا ہو اور ان کی لاشیں ٹرینوں کی کھڑکیوں سے نہ پھینکی جاتی
میں کوئی توحید کا نام لیوا تک نہ رہا حالانکہ وہاں ساٹھ لاکھ سے زائد مسلمان تھے، وہ
سکھوں اور بت پرستوں کے درمیان پس کر رہ گئے۔
کے قدم اکھڑ گئے، ان کے سرکردہ افراد اس انجام سے خوفزدہ کر دیے گئے۔ ان کا

اسلام اور ایمان ان کے دلوں میں مردہ ہو کر رہ گیا۔

(۶) اور ان کے سارے دروازے ان کے سامنے مسدود کردیے گئے۔ سکھوں کو سامانِ صرف رکھنے کی کھلی اجازت ہے جب کہ مسلمانوں کے ہتھیار رکھنا تو کجا اپنی حفاظت کرنا بھی ممنوع تھا۔

(۷) ڈاکٹر سیّد محمد یوسف علامہ میمن کے عزیز شاگرد۔

(۱۲)

عزیزی اسعد کم اللہ بتقواہ

Memon Store
Tilak Incline
Hyderabad (Sind)
13-7-48

مورخہ ۲۴ / جون پیش نظر ہے۔ میانی روڈ حیدر آباد کے ایک چھوٹے مکان میں جو لب سڑک ہے مقیم ہوں۔ جامعہ عربیہ کے مولوی امیر احمد (۱) سے ملا ہوں۔ یہاں علمی ادبی اور تاریخی مذاق کے آدمیوں کا فقدان ہے۔ ابھی تو یکم نومبر کو علیگڑھ میں حاضری ہے۔ پھر آئندہ یہاں یا کراچی میں راجکوٹ یا علیگڑھ کے مکان کے مبادلہ کی سوچوں گا۔ کلکتہ کے پرچہ کے لیے تاریخ ابن الاثیر و ابن خلدون کی ضرورت تھی جو یہاں اور کراچی میں بھی نہ ملیں اس لیے پرچہ ہاتھ سے گیا۔ حکومتِ ہند پاکستان میں تنخواہیں نہیں بھیجنا چاہتی یہاں ہندوستانی مہاجروں کی کثرت سے اردو مادری سی بنی جا رہی ہے۔ ضروریاتِ زندگی بمقابلہ ہند بہت اچھی ملتی ہیں صحت بھی نسبتاً بہت بہتر رہتی ہے۔ الغرض علیگڑھ کے مقابلہ میں بہت بہتر ہے۔ التاریخ یعید نفسہ (۲) پہلے بھی تو الھند و السند کہتے تھے اور اب ہندوستان و پاکستان ہے کوئی نئی بات نہیں البتہ محمد علی جینا کے بعد کوئی لیڈر نظر نہیں آتا خدا خیر کرے (۳)۔ ۲۴-۷-۲۷ / جون کراچی گیا تھا داؤد پوتہ و حلیم

[illegible] آج کل عربی سفراء کی وجہ سے افسروں میں عربی بولنے کا معمولی چرچا ہے۔ [illegible] ترجمانی کرتے پھرتے ہیں۔ اعلیٰ عربی تحقیقات کی طرف ابھی میلان [illegible] مسائل درپیش ہیں۔ ہجرت نے بحر سندھ میں تموج پیدا کر دیا ہے جو ایک [illegible] گا۔ شاید اس عرصہ میں پرانے علماء ختم بھی ہو جائیں۔ ڈان ۲۰ / جون میں [illegible] آزادی مطابع آپ کی تصویر چھپی تھی۔ کراچی کی علیحدگی کا قصہ قضی [illegible] (۵) خبر کان میں داخل ہوا۔ آخر پاکستان ہوا میں تو معلق [illegible] اس سلسلہ میں اگر کوئی بیہودگی ہوئی ہے تو افسوس ضرور ہے۔ سیّد غلام مصطفی [illegible] آپ کی موجودگی بہت دلچسپی پیدا کرتی خیر گر ما ۴۹ء میں سہی۔ مفضلیات [illegible] ۱۱ روپیہ گراں نہیں پہلے بھی ۶-۷ پونڈ کی تھی۔ ڈاکٹر یوسف کے خط میں [illegible] آپ کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی شاید ۴۹ء میں واپس آسکیں۔ یہاں کے گورنمنٹ کالج [illegible] پر لیکچرر ہیں۔ پروفیسر طاہر علی (۶) جونا گڑھ سے اسی میں لیکچرر ہو کر آئے [illegible] یاد کرتے ہیں۔ اب تو کچھ ہندو بھی لوٹ رہے ہیں آخر وطن کی کشش ہے۔ [illegible] آپ کا مکالمہ ریڈیو سننا رہ گیا۔ ہندوستان میں ضروریات زیادہ گریاں [illegible] چاہتا ہوں علیگڑھ کے قیام کے لیے اتنی مدت ملے کہ وہاں کے سامان وغیرہ [illegible] کرسکوں اسی طرح راجکوٹ کا۔ مگر پہلے سندھ کے قیام کا سامان ضروری ہے۔ [illegible] مہینہ تک کچھ نہ ہو سکے گا۔ حکومتِ ہند مسلمانوں کو نہ عزت سے ادھر آنے دیتی [illegible] سے رہنے دیتی۔ اب تو آنے جانے پر بھی پابندیاں بڑھتی جا رہی ہیں [illegible] کے سلسلہ میں جملہ مسلمان موردِ تہمت بنے جا رہے ہیں اب سمجھ میں آیا [illegible] من جوع وامنهم من خوف (۷) کی تفسیر۔ مرآۃ [illegible] اعیان الاعیان مل جائیں تو میرے لیے لے لیں۔ ابھی مصر سے [illegible] والشعراء المفضلیات، معجم ما استعجم وغیرہ کے نئے تجارتی

ایڈیشن آئے ہیں وہاں بھی کتابیں بے حد گراں ہوئی جا رہی ہیں۔ وفد کشمیر آیا ہوا
نگاہیں ادھر ہی اٹھی ہیں۔ محمد سعید (۸) نے تلک چاڑھی میں ''میمن اسٹورس'' دکان لگا
ہے۔ محمود مئی سے منٹگمری گورنمنٹ کالج میں لیکچرر جغرافیہ ہیں ان دنوں چھٹی ہے۔ الغرض
کچھ دنوں گر زندگانی اور ہے ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے۔ رمضان نے صفدت
الشیاطین کی بجائے ہمیں پابستہ کر دیا ہے شاید کراچی لاہور وغیرہ کی سوچوں مگر اب
عمر نئی مہم لے کر ہر کہیں گھومنے کے لیے موزوں نہیں اور الحمد للہ گزر رہی ہے۔ کوئی خاص
بات قابلِ ذکر یاد نہیں پڑتی۔ ہاں یہ جانیے حیدر آباد میں میمن مہاجر ۸ ہزار ہیں اور کراچی
میں اور زیادہ۔

والسلام

میمن عبدالعزیز

---

(۱) مخدوم امیر احمد (مترجم چچ نامہ) عربی زبان کے عالم، جن کا قیام حیدر آباد (سندھ) میں تھا۔ ان
انتقال مورخہ ۲۶ر فروری ۱۹۷۱ء کو ہوا۔

(۲) یعنی تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

(۳) علامہ میمن کی یہ پیشین گوئی کافی حد تک پوری ہوئی۔

(۴) پروفیسر حسن الاعظمی ماڈرن عربک کالج کراچی کے بانی تھے جنھوں نے عربی زبان میں تقریباً
کتب لکھیں۔ ان کی زیادہ تر کتب مصر سے شائع ہوئیں۔ ان کا تعلق اعظم گڑھ سے تھا۔ وفات
مورخہ ۱۸ر ۱۱ اگست ۲۰۰۵ء کو کراچی میں ہوئی۔

(۵) ترجمہ: فیصلہ ہو گیا اس بات کا جو تم پوچھ رہے تھے (یوسف: ۴۱)

(۶) پروفیسر وائی ایس طاہر علی کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا۔

(۵) [illegible] انھیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن دیا (قریش: ۴)

(۶) [illegible] ان کے مطلے صاحبزادے۔

(۱۳)

عزیزی وعلیکم السلام ۵۱-۱-۸

کرم نامہ ملا۔ یاد فرمائی کا ممنون ہوں۔ فی الواقع آپ کے گزشتہ خط کا جواب دینا رہ
گیا۔ دسواں مہینہ گزر رہا ہے۔ ۱۹ر جنوری سے نمائش ہو رہی ہے۔ مختار الدین آرزو
[illegible] مصروف۔ باقی کھاتے پیتے ہیں، افکار کا انبار ہے زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد۔
[illegible] اب نوکری کا کوئی خیال نہیں، گزشتہ ۳۷ سال (از نومبر ۱۳ء) کا خدا کو حساب دینا
[illegible] سال اس کے بھی چاہئیں۔ آخر یہ ہائے ہائے کب تک؟

آپ کی تحقیق دیبل (۱) نے دلوں کو گرما دیا۔ کاش میں بھی اخوان الصفا کی اس
[illegible] میں ہوتا فافوز فوزاً عظیماً ۔ نام بردہ حضرات کعقد الثریا سب میرے
[illegible] اور علم وادب کے درخشاں ستارے۔

لہا سر قلبی فی قدومی علیھم وبالسیر روحی یوم تسری الیھم

وفی ثحلتی یعصفو مقامی وحبذا مقام بہ حط الرجال لدیھم

استغفر اللہ باسراع ما اثبت ما نقضت آنفا

ڈاکٹر داؤد پوتہ، اختر، ناظم، ہاشمی صاحبان، مولوی قمر الدین کہاں ہیں۔ سیّد اختر
[illegible] بڑے زندہ دل ادیب ہیں۔ ہاں میں نے دیکھا تھا و لے۔ ڈاکٹر عبدالمعید
[illegible] مجھے اس کا کوئی نسخہ نہیں بھیجا۔ درانی سے میری کل ہی ملاقات ہوئی (۳)۔ متوفاة
[illegible] لڑکی ہے (۴) رحمھا اللہ ۔

اردو کالج کے سلسلہ میں میں اپنے اختر کا بڑا شکر گزار ہوں کہ یحب لاخیہ

مایحبّ لنفسه ۔(۵) بدنصیبی ہے کہ میں اس سے مستفید نہیں ہوسکتا۔ مع الاسف

هل لعذری الی الهمام ابی الفضل قبولُ سوادُ عینی مداوه

اپنے جملہ معاذیر میں نے ان کو لکھ بھیجے تھے۔ مجھے بہ ہر حال آئندہ دو تین ماہ میں سوراشٹر اور پھر حج کا خیال دامن گیر ہے وفقنی اللہ ۔ خدا آپ سے و دیگر اصدقاء سے ملائے گا ضرور۔ میں نے محمود کو بلایا تھا مگر اس نے یوپی کے فرسودہ حیل چلنے شروع کیے۔ آپ اس سے ارادۂ ملیے اور اس کو والدین کا حق اور ان کی آواز پر لبیک کہنا سکھایئے۔ آج کل اولاد کا یہ حال ہے۔ بدستِ خسر فروخت شد۔

خط ضرور لکھا کیجیے۔ یہاں کی عربی ختم شد فانّا للّٰه

والسلام

میمن

آپ صاحبان کا زمانہ یاد رہے گا۔

---

(۱) ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کا دیبل سے متعلق مضمون حیدر آباد دکن کے معروف علمی رسالے Islamic Culture بابت جولائی ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔

(۲) ڈاکٹر سیّد اختر امام، علامہ میمن کے شاگرد اور سابق صدر شعبۂ عربی سیلون یونیورسٹی۔

(۳) عبید اللہ درانی، علی گڑھ انجینئرنگ کالج کے بانیوں میں تھے۔ تقسیم کے بعد پشاور منتقل ہو گئے اور وہاں انجینئرنگ کالج قائم کیا۔ ہومیو پیتھک طریقۂ علاج کے ماہر تھے اور تصوف کی جانب رجحان تھا۔ آخری عمر میں سوات منتقل ہو گئے جہاں ایک خانقاہ بھی قائم کی۔ انتقال ۹ رجون ۱۹۹۰ء کو بونیر (سوات) میں ہوا۔

(۴) علامہ میمن کی صاحبزادی سکینہ بانو۔

(۵) ترجمہ "مسلمان وہی ہے جو اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (حدیث)

(۱۴)

عزیزی! السلام علیکم ۱۸۔۱۱۔۵۲

دعا ہے آپ مع متعلقین بخیر و خوبی ہوں۔ اختر صاحب کے خط سے آپ کی یاد تازہ ہوگئی۔ آج التنبيهات (۱) برائے طبع مصر بھیج رہا ہوں۔ مختار الدین احمد آرزو کو آج کل الحماسة البصرية پر ڈاکٹریٹ ملنے والی ہے۔ افسوس یہاں سے آپ کی درخواست کا کوئی جواب نہ ملا۔ یہاں کا دفتری نظام کیسا ڈھیلا ہے!!!

میں نے بارہا ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب (۲) کو عبدالغفور ٹرسٹ سیلون کے بل (Rs.221/-) کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے مورخہ ۲۱ راگست اس لکھتے ہیں (سیلون میں عبدالغفور والوں سے اب تک کہا ہے ان کو لکھتا ہوں) مگر اس مراسلت کا نتیجہ نہ معلوم ہوا۔

اس واقعہ کو ایک برس ہوا چاہتا ہے میں نے ۱۶ راکتوبر کو ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا تھا اس کا جواب بھی گول۔

اب آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔

میں نے خود بھی عبدالغفور ٹرسٹ کو ایک کارڈ لکھا تھا جس کا کوئی جواب نہ ملا۔

ہاں یہ تو لکھیے کہ وہاں آپ کے پاس کوئی مکان تو ہوگا؟ میں وہاں چند روز کے لیے آنا چاہتا ہوں۔ وہ شہر سے کتنا دور ہوگا میں اپنے لوگوں کو زحمت دینا نہیں چاہتا۔ اس کارڈ کا فوری جواب عنایت ہو۔ والسلام علیکم و علی زمیلکم

الداعی
میمن عبدالعزیز
یونیورسٹی علیگڑھ (بھارت)

اشدتا کید ہے۔

(۱) یعنی التنبیہات علی اغالیط الرواۃ جو علامہ میمن کی تحقیق کے بعد ۱۹۶۷ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

(۲) ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم رہے۔ وفات ۵ رفروری ۲۰۰۱ء۔

(۱۵)

مکرم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ۲۴/ ۲/ ۵۴ م

پرسوں آپ کا خط ملا غنیمت ہے کہ آپ نے یاد تو کرلیا۔ اپنے اعزہ کثرت سے فراموش کرتے جارہے ہیں۔ الامن عصمھم اللہؒ ۔ زندگی سراسر غیر دلچسپ اور برباد ہے۔ آپ کی علمی فتوحات کا حال پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ شاید ہم مئی میں وہاں ہوں۔ اختر صاحب کے کرم نامہ کا جواب لکھ چکا ہوں۔ یہ معلوم کر کے بڑی خوش ہوئی کہ آپ کی یونیورسٹی کی تعمیر کا اچھا سامان ہورہا ہے۔ یقین مانیے میں آپ کے قرب ہی کا متمنی تھا کہ علی ان قرب الدار خیر من البعد (۱)۔

خود آپ ہی سوچیے کہ ابتدائی گریڈ نوعمروں کے لیے ہوسکتا تھا میں نے یہاں ہالی پوتہ صاحب کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ ہزار پر ممکن ہے۔ ممکن تھا اس طرح دو تین سال گزر

جاتے واپس اکراچی کا قصہ تو مارچ پر ٹالا گیا تھا وماھو ببعید (۲)۔ یہ کام تو آپ صاحبان کا تھا کہ ح (۳) سے ملتے تو ان کے ہوش ٹھکانے لگتے کہ ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے۔

کچھ پتہ چلایئے کہ اب ان کا انتخاب ہوسکے گا یا نہیں نیز یہ کہ عربی کا قصہ وہ خود اسی زمانہ میں یعنی اپریل سے پہلے طے کریں گے یا کیا؟ نیز ہمارے لیے کہاں تک گنجائش ہے۔ [illegible] کہاں ہنوز نہیں بلائی گئی۔ آپ کو یہ سب کچھ کراچی یونیورسٹی کے لائبریرین عبدالمعید سے معلوم ہوسکے گا۔

یہاں لین کی عربک انگلش لیکسیکان (۱۰۰۰ روپیہ) ۸ مجلد کامل اور تاریخ طبری لیدن کامل ۱۵ جلد فروختنی ہیں۔ بے حد نایاب ہیں۔ طبری ۵۰ روپیہ پر میں اپنے [illegible] (۱۱۰۰) لاسکتا ہوں یعنی کل ۱۱۵۰۔ بے حد نایاب ہے اور اس کی یہ قیمت زیادہ نہیں۔ لین میں خفیف غبار الارمنہ ہے اس لیے قیمت کچھ کم ہوسکے گی۔ جواب دیجیے۔ [illegible] مہمل یعنی چہ؟

سلاطین سمہ بارک اللہ

ابھی ابھی اختر صاحب کا ہوائیہ ملا۔ اس کا جواب دیکھ لیجیے۔

والسلام
میمن

(۱) ترجمہ: گھر کی قربت دوری سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ: وہ کوئی ایسا دور نہیں۔

(۳) اشارہ غالباً پروفیسر ابو بکر حلیم کی جانب ہے۔

(۱۶)

29-4-54

عزیزی اسعدکم اللہ وکرّم وعلیکم السلام

مورخہ ۲۲ کل ملا۔ آپ کی ایکسکریشن کا کچھ مستور حال اختر صاحب نے لکھا تھا افسوس! یالیتنی کنتُ معھُم فافوزُ فوزاً عظیما ۔اس عمر پر میرا مستقبل کی امیدیں لگانا خیالِ خام تو نہیں؟ عزّام کی عزیمت کا حال انھوں نے ڈاکٹر یوسف سیلون کو بھی لکھا تھا، وہ خط بعینہٖ مجھے بھیج دیا تھا۔ کمیٹی کی تاریخ کا ہنوز کسی نے کچھ نہیں لکھا۔ پیر جھنڈا کے مکتبے میں زیادہ تر مصر وظاہریہ دمشق کی کتب کی نقلیں ہیں و قد طبع بعضھا الّا انھا علیٰ علاّقھا و نفس ذخر بالسند انک خیر من تفاریق العصا

میں ایڈورڈز کالج پشاور میں ساڑھے سات سال سنہ ۱۳ تا ۲۰ء رہا تھا۔ مولوی عبدالرحیم کے کیٹولاگ کے آخر میں دو تین صفحے تصحیحات کے بقلم بندہ چھپے ہیں، مجھے عبدالعزیز خان لکھا ہے آخر خوانین ہمارے بھائی تو ہیں (۱)!

اقالی القالی قرن رابع دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ عجائب الاشعار للشیزری کے سلسلہ میں لائبریرین سے طویل مکاتبت رہی تھی وہ علی گڑھ میں آ کر کام کرنا چاہتے تھے مگر پھر آں قدح بشکست وآں ساقی نماند بساط ہی الٹ گئی۔

[illegible] مشہور مُحمّل بن منذر الفرازی اخو حذیفۃ صاحب حرب واحسن والغبراء بہت [illegible] پارسال آتے ہوئے نذیر احمد لائبریرین کے ساتھ چند گھنٹے گزارے تھے۔

اختر صاحب کے لیے تاریخ الطبری لیدن ۱۵ جلد بقیمت [illegible] افسوس ہے مگر لین کی لیکسیکان ۸ جلد و فیہا غبار الّا رفتہ خفیف [illegible] کا گاہک ڈھونڈیے و ثمنہ من الالف الیٰ ۸۰۵ علی [illegible] و یکونان معی اذ اصل الیک فی نحو ۲۳ مایو فھل [illegible] ھناک اذ ذاک حتیٰ توویني فی ماواک و اشکرک سلفا۔

کراچی میں کوئی حاجی انیس الرحمن میموریل سوسائٹی P.B.No.7230 صدر [illegible] مکاتبت کر رہے ہیں، ان سے جلد ملیي و اخبرني حالھم و مبلغ [illegible] من المال للجنتھم و لا تعدھم من قبلي بشيء غیر ان [illegible] و توقفھم بجایۃ امری و مبلغ مجھو داتي في [illegible] رہے گا۔ اگر ہو سکے تو اس کے قریب ہی میرے بہنوئی یوسف قاسم مارفانی [illegible] قریب مزار مولوی شبّیر احمد عثمانی سے بھی مل لیجیے۔

و اھنئک علیٰ فتوحک العلمیۃ و وفقک اللہ لامثالھا

[illegible] اکنت أحسیک الحسا

والسلام من الداعی بالسعادۃ

(۱) [illegible] مخطوطات اسلامیہ کالج پشاور کے آخر میں علامہ میمن کے قلم سے تصحیحات و اضافات کے لیے [illegible] راقم کی کتاب ''علامہ عبدالعزیز میمن سوانح اور علمی خدمات'' کا باب نمبر ۴۔

(۱۷)

مکرم جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم

اسٹیشن کی مختصر ملاقات سے سیری نہیں ہوئی۔ کراچی آنا ہو تو وقت نکالیے۔ یہاں صحت فاسد رہتی ہے پھر مکان کے لاینحل مسئلہ نے کہیں کا نہ رکھا۔ ہمارا ارادہ یعنی لے دے کر (المیمنی) دیگر ہیچ ہے۔ کمیٹی کے جلسہ پر سب کچھ محوّل ہے۔

فتح نامہ سندھ کا حقیقی معنوں میں یہی علمی ایڈیشن ہے (۱) ویا لیت کان بالفارسية او الاردو وانما قلل من فائدته لو انه بالسندية فتفهم (۲)۔ پھر کمر ہمت کسیے اور ایک اور ایڈیشن نکالیے وفقکم اللہ۔

ہاں اب وقت ہے۔ ۱۵-۲۰ روز میں گھی کا ایک کنستر منگا دیجیے ضرور! پہنچانے کی دردِسری بھی اپنے سر ہی لیجیے۔ میں چچ نامہ اور معصومی کے فروختنی نسخے لایا ہوں ولم تصل بعد۔

سعید کی والدہ کو چند چیزیں بھیجنے کی ہدایت کی ہے۔ اگر آپ یا اختر صاحب (۳) آرہے ہوں تو ساتھ لیتے آئیں۔

کیا آپ یا اختر کسی قریبی زمانے میں آرہے ہیں؟

میاں شریف (۴) کو ابویت اور آپ کو جدیت مبارک۔

دیگر احباب کو سلام

میمن عبدالعزیز

گجرات نگر ۵۹۸ جمشید کوارٹرس کراچی ۵

۲۶/مارچ ۵۵ء

---

(۱) فتح نامۂ سندھ (چچ نامہ) کے سندھی ترجمہ کی جانب اشارہ ہے جسے ڈاکٹر بلوچ نے بڑی محنت سے ترتیب کیا اور اسے سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد نے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا۔

(۲) یعنی" کاش یہ فارسی یا اردو میں ہوتا کیونکہ سندھی نسخہ سے بہت کم فائدہ اٹھانا ممکن ہے، اب خود سمجھ لیجیے۔"

(۳) قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی (وفات ۶/اگست ۱۹۵۵ء) جو حیدرآباد میں مقیم تھے اور شعبہ تاریخ اسلامی سندھ یونیورسٹی کے سربراہ تھے۔

(۴) ڈاکٹر بلوچ کے سب سے بڑے صاحب زادے ڈاکٹر محمد شریف بلوچ۔

(۱۸)

عزیز مکرم السلام علیکم

مدتیں گزریں آپ کو سندھی چچ نامہ کی تعلیقات پر مبارک باد دی تھی۔ اختر صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ کارڈ آپ کو مل گیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ میری کتابوں کا بکس آپ کے حوالے کیا گیا ہے میں نے آپ سے ایفائے عہد کی امید رکھی تھی۔ اب سنیے ہم بہادر آباد (بہادر یار جنگ ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۳ مکان نمبر ۲۲۱ کراچی۔۵) میں منتقل ہو گئے ہیں۔ صدر سے بس نمبر ۴۷ ہمارے ہاں پہنچاتی ہے۔ میرے پاس ہی ٹھہرا کیجیے مگر یاد رکھیے والد (۱) نہ کھاتا ہوں نہ کھلاؤں گا۔ ایک کنستر کا جلد سامان کیجیے۔

میرا مکتبہ نصف پہنچا ہے اور نصف راستے میں ہے (۲)۔ میرا ابھی وہاں آنا ممکن نہیں حالانکہ وہاں کے سامان کی اشد ضرورت ہے۔

والسلام علیکم وعلی شریفکم

الداعی　　　　میمن عبدالعزیز

۲۲۱/۳ بہادر آباد

کراچی۔ ۵

---

(۱) علامہ میمن ہمیشہ ڈالڈا کو دالدا لکھتے تھے۔

(۲) علامہ میمن کا کتب خانہ کئی قسطوں میں علی گڑھ سے کراچی پہنچا۔

(۱۹)

مکرم حضرت بلوچ صاحب

السلام علیکم

سعید (۱) کے سامنے آپ کا خط ۱۲/ مئی ملا تھا۔ جواب لکھا کہ سعید دستی دے دے گا لیکن اس کو دینا رہ گیا۔

آج خالد صاحب کے خط نے یاد تازہ کردی۔ ہندوستان بیادبیل افتاد قاضی صاحب (۲) کے ہاں آپ نے جو ۳۸ کتابیں رکھی ہیں وہ شاید کل اٹھوا لوں۔ پونے پانچ سیر گھی ختم شد قیمت سعید کو دے دی تھی۔ یہاں ساڑھے ۴ روپیہ سیر کا بھاؤ ہے حنان احمد (۳) انبالہ وغیرہ امید تو یہی تھی کہ باہر سے کچھ ارزاں آئے۔ خیر

قاضی صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ نے میرے لیے کنستر منگوایا ہے۔ مجھے بھی اشد ضرورت ہے۔ اللہ کرے کوئی لانے والا مل جائے۔ ہاں مگر آپ یہ کیا کرتے ہیں کہ کبرقِ خَاطِفِ　آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا

اگر کبھی آیا تو شاید آپ ہی کے پاس ٹھہروں گا۔ کتابیں الماریوں میں لگا دیں۔ ہاں بھائی خالد صاحب (۴) نے تو دہشت انگیز ترقی کی ہے۔ کاش وہ نثر کو نظم پر مقدم رکھیں۔ اگر وہ دکھائیں تو میرا خط دیکھ لیں۔ والباقی عند الملاقی

آپ کا

میمن عبدالعزیز

بہادر آباد ے ۲۲۱/۳

کراچی۔ ۵

---

(۱) علامہ میمن کے منجھلے صاحبزادے محمد سعید میمن جن کا حیدرآباد (سندھ) میں ''میمن اسٹور'' تھا۔

(۲) قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔

(۳) عبدالحنان، احمد اور انبالہ کراچی کے معروف مٹھائی فروش ہیں۔

(۴) معروف شاعر عبدالعزیز خالد (وفات: ۲۸/جنوری ۲۰۱۰ء لاہور) جنھوں نے علامہ میمن سے عربی زبان وادب کے حوالے سے استفادہ کیا تھا۔ عبدالعزیز خالد کی علامہ میمن کی یاد میں نظم کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''علامہ عبدالعزیز میمن سوانح اور علمی خدمات'' از محمد راشد شیخ کا باب نمبر ۱۴۔

(۲۰)

مکرم جناب ڈاکٹر نبی بخش صاحب

السلام علیکم　　مزاج شریف

یہاں آکر مجھے وہی فکر لاحق رہی جس کا زبانی تذکرہ کردیا تھا اور آپ نے پوری امداد

کا وعدہ بھی کیا تھا۔ سنا ہے لیکچرار کا ڈان (۱) میں اشتہار آنے والا ہے۔ کیا اس صورت میں وقت بڑھ نہ جائے گی؟ جبکہ قریشیہ کا انتخاب بلا سابق اعلان کیا گیا تھا۔

یہ سطریں یاد دہانی کے لیے لکھ رہا ہوں اور کہ کراچی کی ہوا میں عمر (۲) کی والدہ کا برا حال ہو گیا ہے اور میرا بھی۔ اب کراچی سے ہجرت کرنا لازم ہو گیا ہے ورنہ عمر کے لیے یہاں بھی کچھ نہ کچھ ہونا ممکن تھا۔ والسلام

خیر سگال
میمن عبدالعزیز
کراچی

۶۱-۱۰-۷

---

(۱) کراچی سے شائع ہونے والا معروف انگریزی روزنامہ DAWN

(۲) علامہ میمن کی اہلیہ محترمہ۔

(۲۱)

عزیزی حرسکم اللہ ۲۴-۵-۷۲

۶ رمئی سے تا ایں دم کتاب الھند وغیرہ سرہانے پڑی ہیں۔ عضد الدولہ کی کتاب کا اس میں تو کہیں پتہ نہ چلا مگر مجلة معهد المخطوطات جامعة الدول

العربیة مصر مئی ۷۵ءص ۴۶ میں ہے کہ فخر الدین النصیری طہران کے کتب خانے میں (۱۰۲) كتاب في الهند صنف لعضو الدولة الديلمي سنة ۱۰۸۲ (تاریخ نسخہ)۔ آپ کے لیے اس کو طہران سے حاصل کرنا ممکن ہوگا۔

كتاب الهند الایران شهری ص ۴، ۲۶، ۲۷۲

ابو يعقوب السجزباى ص ۴۹

يعقوب بن طارق ص ۲۹۸،۳۶۱ راجع الفهرست

ابو سهل التفلسی ص ۳، ۵

تین مرتبہ ہند کو الٹ چکا۔ حافظہ نے بے وفائی کی۔ الحمد للہ اب کچھ ٹھیک ہوں مگر نقاہت اور ناتوانی بڑھتی جا رہی ہے۔ یہاں گرمی اور ہوا بھی ہے۔ سنتا ہوں حیدر آباد میں سخت گرمی ہے۔ والسلام

آپ کا دعا گو
میمن عبدالعزیز

(۲۲)

مکرمی! کرمکم اللہ السلام علیکم

میں ۱۷ ستمبر بروز پیر کے قریب آ سکتا ہوں اگر ۱۹ کی شب گاڑی یہاں آ جائے تو صبح ساڑھے ۸ بجے حیدر آباد کو روانہ ہو سکیں گے۔ فون میرے پڑوسی قدیر مدراسی کے گھر کیا جائے کہ میمن صاحب کو بتا دیجیے کہ فلاں وقت گاڑی آئے گی ان کو بتا دیں۔ ۱۲ بجے دوپہر سے ۴ بجے تک میں خود بھی فون سن سکوں گا۔

محمود کا فون نمبر ۲۳۴۳۶ ہے کہہ دیا جائے کہ یہ پیغام ان کو پہنچا دیا جائے یا ان کے گھر والوں کو۔

۱۷ر کی تاریخ میں کمی بیشی ہوسکتی ہے مگر مجھے اطلاع فوراً دی جائے۔ شکریہ

والسلام الداعی

میمن عبدالعزیز

۳/۲۲۱ بہادر آباد، کراچی

۱۳رستمبر ۷۳ء

(۲۳)

صدیقی دعاکم اللہ ۲۴ر اپریل ۷۴ء

۱۷ر اپریل کو والدہ محمود کو حیدر آباد پہنچایا گیا ہے۔ یہاں میں تنہا ہوں شاید آئندہ حیدر آباد پہنچوں۔

آپ کے خط کا انتظار رہا۔ دعا ہے سب بخیر وخوبی ہوں۔ آپ نے کرن تلک کا ذکر ابوالریحان کی کسی تالیف میں پایا ہے؟ ضرور بتایئے!

میں نے کچھ پتہ لگایا ہے۔

والسلام

منتظر

میمن عبدالعزیز

(۲۴)

صدیقی! السلام علیکم ۱۰۔۵۔۷۴

ایک ہفتہ سے زیادہ ہوا کہ آپ کو کارڈ لکھا تھا پھر ۶رمئی کو آپ کے رجسٹرار صاحب کا رجسٹرڈ خط آیا۔ برائے طلب فہرست مکتبہ(۱)۔

ادھر میں نے بھی فہرست پر نظر ڈالنی شروع کی۔ دو تین دن میں دیکھ لوں گا اور پھر خود [روانہ] پیش کروں گا۔

۱۷ر اپریل سے بیوی وہاں ہیں (۲)۔ یہاں میں تنہا ہوں۔ جون میں وہاں آؤں گا ان شاء اللہ۔

کتاب الهند پر نظر دوڑائی پانچ جگہ کرن تلک کا ذکر نوٹ کیا جو آپ کے لیے فائدہ سے خالی نہیں۔ ضرور مقابلہ کیجیے۔ صفحات کتاب الهند کرن تلک

۱۲۱

۳۶۶

۳۸۴

۴۱۰

۵۱۳

والسلام جواب کا منتظر

میمن عبدالعزیز

بہادر آباد ۳/۲۲۱، کراچی ۵

---

(۱) علامہ میمن سے ان کا کتب خانہ سندھ یونیورسٹی خریدنا چاہتی تھی۔ اشارہ اسی جانب ہے۔

(۲) علامہ میمن کی اہلیہ عمر کے آخر دور میں بیٹوں کے پاس حیدر آباد میں قیام کرتی تھیں۔ اشارہ اسی جانب ہے۔

(۲۵)

صدیقی الکریم حرسکم اللہ

السلام علیکم

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ۱۱ تک آسٹریلیا سے لوٹ آئے ہوں گے۔ آپ کے جانے کے بعد حافظ صاحب لائبریرین ۲۹/ جولائی کو آئے۔ ۲۔ ۳ گھنٹے کام کیا اور شام کو لوٹ گئے۔ ان کو کوئی ہدایت نہ کی گئی تھی اور نہ ان کے ساتھ کوئی مددگار تھا۔

کام طویل ہے۔ دو تین آدمی لگے رہیں اور وہ بھی ایک مدت تک۔ یوں نظر آیا کہ ۳۔۴ قسطوں میں کتابیں وہاں طرفین کی دیانت کے سہارے پہنچائی جائیں۔ حافظ صاحب وغیرہ کتابیں چیک کرتے رہیں اور اپنی فہرست بنائیں پھر میری فہرست سے مقابلہ کیا جائے اگر ضرورت ہو۔ اگر چیک کا معاملہ فوری ہو تو نصف کتابیں پہنچنے پر ادا کیا جا سکتا ہے۔ کتابیں پوری کرنے کی تحریر میں پیش کر سکتا ہوں۔ الغرض میری طرف سے کوئی تاخیر نہیں ہوگی۔ میں بہت نڈھال اور ناتواں ہوں۔ کام طویل معلوم ہوتا ہے، باہمت جوانوں کا کام ہے۔

میں یہاں بالکل تنہا ہوں۔ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ آپ یکطرفہ رائے قائم کر کے اطلاع بخشیے۔ انتظار رہے گا۔

والسلام

الداعی

میمن عبدالعزیز

۲۲۱ / ۳ بہادر آباد

کراچی۔ ۵

(۲۶)

۲۹ رمئی ۷۵ء

صدیقی الکریم۔ رعاکم اللہ

السلام علیکم

میں نے مورخہ ۲۷ رمئی کے کارڈ میں لکھا تھا کہ میں کل پرسوں پھر چیکنگ شروع کروں گا۔ چنانچہ کل ۲۸ کو گھنٹہ بھر کام کیا مگر فہرست مرسلہ میں نمبر ۱۲ معجم البلدان ایک مطبوعہ کو غیر موجود ظاہر کیا ہے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ایک صدی پیشتر چھپی تھی پانچ ہزار میں ملنا محال تھا اور اب تو ۲، ڈھائی ہزار پر ملنا بھی غنیمت ہے۔ تفتیش اشد ضروری ہے۔ مجھے چند اور معدومات کا بھی پتہ چلا جو موجود تھیں۔ کوشش کر رہا ہوں کہ وسط جون تک فارغ ہو جاؤں گا۔ اطلاعاً عرض ہے۔

والسلام

معجم البلدان سے ڈاکٹر یوسف ہمیشہ فائدہ اٹھاتے تھے۔

اصل فہرست میں غیر مندرجہ قیمت کتابوں پر بھی مطالبہ کیا ہے۔ میں نے تو اکثر مکررات بھی دیدی ہیں۔ ان چیزوں پر کوئی دعویٰ نہ تھا۔

عبدالعزیز میمن

۲۲۱ / ۳ بہادر آباد، کراچی

(۲۷)

عزیزی السلام علیکم

امید ہے کہ آپ بخیر وخوبی ہوں گے۔ میں نے بارہا حافظ محمد حارثی لائبریرین یونیورسٹی کو اپنی مُہر کی واپسی کے لیے تاکید کی اور آپ کو بھی زبانی اور تحریری کہا مگر ایک سال سے نہ کوئی جواب آیا، نہ مُہر پہنچی۔

مُہر اوروں کو بخش نہیں دی جایا کرتی۔ ازراہ کرم سخت تاکید سے بھجوایئے یا محمود یا محمد سعید(۱) کو دے دی جائے۔ سخت تاکید ہے۔

اشد ضروری

والسلام

الداعی

آپ کا

میمن عبدالعزیز

۳۳۱/۲ بہادر آباد

کراچی۔ ۵

---

(۱) محمد محمود میمن اور محمد سعید میمن علامہ میمن کے صاحب زادے۔

وفات 27 اکتوبر 1978ء کراچی

یا 17 اکتوبر

ڈاکٹر محمد حمید اللہ[1]

(۱)

۱۵ ربیع الانور ۱۳۸۴ھ (مطابق ۴ر اگست ۱۹۶۴ء)

عزیز و مہربان دوست

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انقرہ پھر طہران سے آپ کا عنایت نامہ ملا تھا مگر آپ کے وہاں مختصر قیام کے باعث رسید نہ دے سکتا تھا۔ پھر انقرہ کے طالب علم مغل صاحب[2] نے اطلاع دی کہ آپ بفضل خدا خیریت سے گھر پہنچ چکے ہیں۔

میں بھی ابھی ابھی پیرس سے واپس ہوا ہوں۔ مدینہ منورہ میں ایک مہینہ قیام کی سعادت حاصل ہوئی۔ غزوۂ خیبر کے مقام کو بھی اس دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ الحمدللہ "کتاب النبات" کی چھپائی بھی کویت میں شروع ہوگئی ہے۔ اگر "گندلا"[3] کا فوٹو آپ فراہم فرما سکیں تو تازہ اور بہت بڑی نوازش ہوگی۔

خدا کرے آپ خیر و عافیت سے ہوں۔ معلوم نہیں یہ خط آپ کو مل سکے گا یا تعطیلات کے باعث معطل رہے گا۔ والامر بید اللہ

نیازمند

محمد حمید اللہ

---

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ عالم اسلام کے نامور محقق، مصنف اور کئی زبانوں کے ماہر۔ پیدائش: ۱۹ر فروری ۱۹۰۸ء حیدر آباد دکن، وفات: ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۳ء فلوریڈا (امریکہ)۔ مزید حالات، خدمات اور خطوط کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیات۔ خدمات۔ مکتوبات از محمد راشد شیخ، اشاعت ۲۰۱۴ء، کراچی

(۲) ڈاکٹر محمد یعقوب مغل، اس وقت ترکی میں زیر تعلیم تھے۔ آج کل آپ بحیثیت ڈائرکٹر، ڈاکٹر این اے بلوچ انسٹیٹیوٹ آف ہیریٹیج ریسرچ حیدرآباد خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۳) گندلا دراصل سندھ کے ساحلی علاقوں میں پائے جانے والے ایک درخت کا نام ہے جس سے رنگ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس درخت کا ذکر ابوحنیفہ الدینوری کی کتاب ''کتاب النبات'' میں موجود ہے۔ اس کتاب کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مرتب کیا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ڈاکٹر بلوچ صاحب سے پیرس میں دوران ملاقات اس درخت کا ذکر کیا تھا۔ بعد میں ڈاکٹر بلوچ صاحب نے اس درخت سے متعلق تحقیقات کی اور اس مقصد کی خاطر ایک کشتی کرائے پر حاصل کی اور سندھ کے ساحلی علاقوں میں بھی گئے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب نے اپنی تحقیقات کے نتائج اور اس درخت کی تصویر اپنے درج ذیل مقالے میں پیش کیے:

The die yielding 'Kandala' Tree

یہ مضمون ڈاکٹر بلوچ صاحب کی سندھ کی ثقافت سے متعلق انگریزی مقالات کے مجموعے Sindh Studies Cultural : میں شایع ہوا جسے پاکستان اسٹڈی سینٹر، سندھ یونیورسٹی جام شورو نے شایع کیا۔

(۲)

استانبول

۸ رذی الحجہ ۱۳۸۴ھ (مطابق ۱۰راپریل ۱۹۶۵ء)

عزیزی ومکرمی

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط جس دن ملا میں نے فور أزکی ولیدی صاحب[1] سے آپ کی فرمائش کی۔ کئی بار کی یاد دہانی کے بعد زبانی کہا کہ 'نی خان' کا ذکر بلاذری اور یاقوت کے ہاں ملتا ہے۔ بہر حال ان کی مصرفیتوں کے باعث توقع نہیں کہ کبھی میری گزارش پوری کریں

گے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

مجھے یہ سن کر حیرت ہی نہیں صدمہ ہوا کہ آپ گندلا کی خاطر سفر کرنے والے الی۔ اس کی قطعاً ضرورت نہیں۔

پاریس روانہ فرمودہ کتابوں کے لیے شکر گزار ہوں اور رہین منت اوں۔ جزا کم اللہ خیر الجزاء

نیازمند

محمد حمید اللہ

....

(۱) ڈاکٹر زکی ولیدی طوغان، ترکی کے نامور محقق، ماہر لسانیات، سیاسی مدبر اور استاد تھے جو اس زمانے استنبول یونیورسٹی کے اسلامک انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر تھے۔ پیدائش: ۱۸۹۰ء باشکردستان۔ وفات: ۱۹۷۰ء استنبول

(۳)

۸/۶/۱۹۶۵ء

عزیز دوست خوش رہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو ہفتوں سے فریش تھا، ایک ہفتہ ہسپتال میں گزرا۔ وہاں سے ابھی ابھی واپس گھر آیا ہوں۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شرمندہ ہوں کہ اس قدر کثیر زحمت برداشت فرمائیں[1]۔ اس کا صرف خدا کے ہاں اجر ملے گا۔ آج ہی اس پر اکتفا کر رہا ہوں ابھی تھکا ماندہ ہوں۔

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۱) یعنی گندلا کی دریافت اور تحقیق کی خاطر

(۴)

۱۴، جمادی الاول ۱۳۸۷ھ (مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۶۷ء)

مخدوم ومحترم زادمجدم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آج کی ڈاک میں آپ کی لامتناہی کرم فرمائیوں کا تازہ ثبوت ملا اور پنجابی ترجمۂ قرآن مجید کا نسخہ پہنچا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

چند دن قبل پہنچے ہوئے خط کا جواب بھی اس اثناء میں مل چکا ہوگا۔

یہاں آج کل ۱۲ ڈگری کی سردی اور برفباری ہو رہی ہے۔ سڑکوں پر بالشت بھر برف ہے۔ آمد ورفت میں دشواری اور حوادث کی کثرت ہے۔ اللہ رحم فرمائے

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۵)

۱۱، ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ (مطابق ۶ر جون ۱۹۷۱ء)

مخدوم محترم زادمجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے آپ خیر وعافیت سے ہوں۔

ایک قصور پر شرمندہ ہوں اور مکرر زحمت دیتا ہوں۔ بیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا آپ نے براہوی میں سورۂ فاتحہ کا ترجمہ مرحمت فرمایا تھا۔ وہ میرے پاس محفوظ تو ہے لیکن اس وقت مل نہیں رہا ہے اور اس کی طباعت کے لئے ضرورت ہے۔ کیا یہ زحمت دے

سکتا ہوں کہ یہ ترجمہ مکرر مرحمت فرمائیں؟ ہو سکے تو خوشخط تاکہ بلاک بنالیا جاسکے۔

اصل میں پاریس[1] میں France-Islam نامی ایک رسالہ نکلتا ہے جس میں علی الحروف تہجی ہر نمبر میں ایک زبان کا ذکر تراجم قرآن کی فہرست اور بطور نمونہ سورۂ فاتحہ درج ہو رہا ہے۔ اس میں بربر زبان کا ذکر ہوگا، آئندہ ماہ میں براہوی پھر بلغاری کا نمبر آئے گا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

ناچیز

محمد حمید اللہ

---

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس کو فرانسیسی تلفظ کے مطابق 'پاریس' لکھتے تھے۔

(۶)

۲۱، جمادی الاول ۱۳۹۱ھ (مطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۷۱ء)

مخدوم محترم زادمجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ اور ہمراہ ملفوفہ ترجمہ دونوں ملے۔ مسرت بے پایاں ہے۔ خدا آپ کو ہزاروں ہزار جزائے خیر دے۔ اگلا ترجمہ Breton زبان کا ہے۔ جس کے بعد Brohvi کی باری آئے گی اور ان شاء اللہ رسال خدمت کروں گا۔

کاش میں بھی یہاں سے آپ کی کوئی خدمت کرسکتا۔ اگر کوئی کام نکلے تو ضرور یاد فرمائیں۔

براہِ کرم مصارف فوٹو سے اطلاع دے کر ممنون فرمائیں تاکہ ادا کرسکوں۔

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۷)

۱۴ رجب ۱۴۰۰ھ (مطابق ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء)

موصولہ ۱۸/۵/۱۹۸۹ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کتاب ''السرد والفرد''[1] کے عربی حصے کے پروف واپس کر رہا ہوں ،انگریزی کو مزید کچھ دن لگیں گے۔

عربی کا نیا مطبع سابق سے کچھ بہتر نہیں۔ سطریں ہی نہیں صفحوں کے صفحے حذف ہو گئے ہیں۔ ایسے تین مقام ہیں جن میں سے ایک نہیں بارہ صفحے کمپوز نہیں ہوئے ہیں، براہ کرم توجہ فرمائیں۔

شاید حساب کا آپ کو انتظار ہو۔ چھ سو فرانک امانت تھے۔ اخراجات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ابتدائی برائے ٹیلیفونک رابطہ	1	220, 20
27-1-1982	2	19, 10
16-2-1989	3	30, 10
21-2-1989	4	74, 70
15-4-1989	5	30, 10
20-4-1989	6	45, 50
		419,70

600

- 419,70

180,30

...مبارک، خدا کرے وہاں آپ خیر وعافیت سے ہوں۔

ناچیز خادم

محمد حمید اللہ

....

(۱) اس کتاب کا مکمل نام السرد والفرد فی صحائف الاخبار ونسخ المنقول ... المرسلہ ہے اور یہ ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل کی تالیف ہے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی ... پر ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے اس اہم کتاب کا قلمی نسخہ حاصل کیا، اس کا متن تیار کیا اور متن کا ... ترجمہ کیا اور حواشی بھی لکھے۔ اس کتاب کو ڈاکٹر بلوچ صاحب نے پاکستان ہجرہ کونسل اسلام آباد ... سے ۱۹۹۱ء میں شایع کیا۔

(۸)

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ (مطابق ۲۳ راکتوبر ۱۹۸۱ء)

مخدوم محترم زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اچانک اور بے شان وگماں اسلام آباد آنا پڑا۔ میں نے دوبار آپ کو ٹیلی ... کیا مگر اتصال پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ پھر آپ نے زحمت فرمائی جس پر بہت ... ہوں۔ میں اس وقت اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ پھر ... کی فرصت نہ مل سکی کہ آپ سے زبانی ہی گفتگو کر سکتا۔

اب الحمد للہ خیریت سے واپس پہنچ چکا ہوں۔

خدا آپ کا فیض جاری وساری رکھے۔

خادم

محمد حمید اللہ

(۹)

پاریس، ۲۹ رمضان ۱۴۰۴ھ (مطابق ۲۸ رجون ۱۹۸۴ء)

مخدوم ومحترم زادمجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے وقت توخوش کہ وقتِ ماخوش کردی۔ اطمینان ہوگیا کہ میرا نوٹ آپ کو مل گیا۔ باقی کارآمد تھا یا نہیں:

تو دانی حسابِ کم وبیش را

آپ کے ہاں سے بعض وقت سکوت رہتا ہے مثلاً حال میں سائنس کانفرنس ہوئی ،سنا کہ اس کے مقالے چھپے بھی۔ میں نے بھی نباتیات پر کچھ گزرانا تھا لیکن اگر وہ چھپا ہے تو میں اس سے محروم ہی ہوں۔ دوتین سال قبل غالباً محکمہ تعلیمات کے سکریٹری صاحب نے بھی کچھ چیزیں منگائی تھیں۔ معلوم نہیں وہ بھی چھپی یا نہیں، Out of right out of mind۔ خیر۔

آپ سے یہ مخفی نہیں کہ پیری وصد عیب۔ گزشتہ رمضان کی بیماری سے ساعت سے تو بالکلیہ محروم ہوگیا ہوں۔ اس کے بعد سے ایک تہائی قوت وطاقت کم ہوگئی ہے۔ بہت جلد کام سے تھک جاتا ہوں۔ ان حالات میں کیا آپ کو اصرار ہے کہ میں وہاں آؤں؟ ناگزیر ہے تو بلایئے ورنہ یہ میرے لئے بار ہوگا۔ مجھے عام طور پر مہینے کا نصف اول زیادہ موزوں ہوتا ہے۔

من نگویم کہ این مکن آں کن   مصلحت بین وکار آسان کن

مجھے مستشرقین پر لعن طعن، کی محفلوں کانفرنسوں سے چڑ ہے۔ اس سے اتصال نہ اولو الامر ہے۔

حفظکم اللہ وعافکم

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۱۰)

۱۲ ذی القعدہ ۱۴۰۴ھ (مطابق ۱۰ راگست ۱۹۸۴ء)

مخدوم ومحترم زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا آپ کو خوش رکھے۔ کل شام کی ڈاک میں آپ کا مرسلہ پارسل ملا اور سائنس کانفرنس کی رپورٹ کی دونوں جلدیں۔ دلی شکریہ۔

جزاک اللہ احسن الجزاء۔ کوئی خدمت جو میں کرسکوں۔

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۱۱)

۱۴ ذی حجہ، ۱۴۰۵ھ (مطابق ۲۱ راگست ۱۹۸۵ء)

مخدوم ومحترم زادمجدکم ودام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ کل سہ پہر عنایت نامہ ملا، ممنون بھی ہوا اور متاسف ومتالم بھی کہ نصیب دشمناں آپ کا مزاج ناساز رہا۔ خدا صحت کامل وعاجل عطا فرمائے (آمین)

براہوی ترجمے کے ابتدائی صفحے ملے۔ ممنون ہوا۔ اگر بازار میں ہو تو کسی فرصت

میں پتے سے اطلاع دیں تا کہ کامل نسخہ حاصل کر سکوں۔

سرائیکی ترجمہ جو سابق میں بڑی تقطیع پر بہاولپور میں چھپا ہے وہ میرے پاس ہے۔ غالباً اس کا عکسی اڈیشن آپ کے ہاں نکالا گیا ہے۔ معلوم نہیں پنجابی میں کس کا ترجمہ آپ نے انتخاب فرمایا ہے؟ کاش آپ کشمیری پر بھی توجہ فرماسکیں۔ مولانا مقبول سبحانی کا ترجمہ جو میں نے پیش کیا تھا صدر محترم ضیاء الحق صاحب نے تاج کمپنی کو بھیجا کہ وہ اسے چھاپے۔ کمپنی کے مہتمم صاحب کا انتقال ہوگیا۔ معلوم نہیں اس ترجمے کا اب کیا حشر ہوگا۔ اس کی اشاعت میں عظیم سیاسی مصلحت بھی اظہر من الشمس ہے۔ واللہ المستعان۔

خدا ''سو اہم کتابوں کا منصوبہ''[1] پروان چڑھائے۔ اگر زندہ رہوں تو آئندہ مہینے اسی سال ختم کر چکوں گا۔ اس عمر میں ترجموں کا بوجھل کام طاقت سے بالا ہے۔ میرے ہاں شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کا فرانسیسی ترجمہ ہے۔ انگریزی کوئی ترجمہ میں نے کبھی نہیں کیا اور نہ اب کرنے کی ہمت ہے۔

آپ کی مرسلہ فہرست[2] میں سے امام ابوحنیفہ کی ''الفقہ الاکبر'' فقہ کی نہیں عقائد کی کتاب ہے۔ امام شافعی کا ''الرسالہ'' فقہ پر نہیں، اصولِ فقہ پر ہے (اور غالباً نیو یارک کے مجید خدوری نے جو عراقی عیسائی ہیں، اس کا ترجمہ شائع بھی کر دیا ہے۔) شافعی فقہ کے کتاب کا نام ہے ''الأم''، امام مالک کی کتاب کا نام ''الموطا'' ہے۔ ''المدونہ'' کے مولف کا نام سحنون ہے۔

حنفی اصول فقہ کی کتاب کے مولف کا نام بردوی ہے یزدی نہیں۔ میں قاضی عبدالوہاب مالکی کی ''الملخص'' سے واقف ہوں۔ قاضی عبدالجبار کی ''العمد'' ناپید سمجھی جاتی ہے۔ واتیکانہ[3] میں ایک نامکمل اور گمنام نسخہ مجھے اصول فقہ پر ملا جو ممکن ہے، العمد ہو۔ ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کو اصول فقہ کہنا دشوار ہے، وہ تقابلی فقہ کی کتاب ہے۔

انٹرنیشنل لا پر امام محمد کی کاتب ''السیر الکبیر'' ہے جس کے معنی ہیں The big

Book on conduct of State (Precept endange نہیں) اس کی چاروں جلدوں کا سرخسی کی شرح کے ساتھ میں نے فرانسیسی ترجمہ کیا تھا جو انقرہ میں چھپ رہا ہے۔ غرض میں حیران ہوں کہ آپ کی کیا خدمت کر سکوں گا۔ میں تو سو علوم کی تاریخ کو مقدم رکھوں گا۔ پندرہ بیس صفحے میں ہر ایک علم کی تاریخ لکھی اور جلد لکھی جاسکتی ہے تراجم کو سالہا سال لگیں گے۔

حفظکم اللہ و عافاکم

نیاز مند

محمد حمید اللہ

....

(۱) Great Books of Islamic Civilization۔ سو عظیم کتابوں کا یہ منصوبہ ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے ہجرہ کونسل کی جانب سے تیار کیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کو پتہ چلے کے مسلمانوں نے مختلف علوم وفنون میں کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ان سو کتب کے معیاری متن اور انگریزی ترجمے بھی اس منصوبے میں شامل تھے۔ افسوس ہے کہ ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کی ہجرہ کونسل سے سبک دوشی کی وجہ سے یہ منصوبہ نامکمل رہا۔ اس منصوبے کی مکمل تفصیلات راقم کی کتاب ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ سوانح حیات اور علمی و عملی خدمات'' کے باب نمبر ۸ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۲) یعنی سو عظیم کتابوں کی فہرست

(۳) یعنی Vatican

(۱۲)

یکم جنوری ۱۹۸۷ء

مخدومی زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

۲۲ دسمبر کا عنایت نامہ نمبر F.A/NHC/86-20 کل شام ملا۔ ممنون ہوا۔

غالباً مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ جب گزشتہ نوازش نامے میں آپ نے لکھا تھا کہ آفسٹ کی چھپائی وہاں ممکن ہے تو میں نے خیال کیا کہ ہر مضمون کو (اس کی اپنی زبان میں) فوٹو سے چھاپا جائے گا۔

اگر مجھ سے غلطی ہوئی تو معذرت اور معافی کا خواستگار ہوں ۔ والامر بید اللہ ۔ واللہ المستعان

خادم

محمد حمید اللہ

---

(۱۳)

۱۵ / جون ۱۹۸۷ء

مخدوم محترم زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

تار بروقت مل گیا۔ سینچر اور اتوار درمیان میں آ گئے ۔ آج سفارت خانہ اور PIA کے دفتر پر گیا۔ الحمدللہ کام بن گیا۔ لیکن چونکہ PIA کے لئے ممکن نہ تھا کہ آپ کے حسب فرمائش مجھے ۲۷ کو اسلام آباد پہنچائے اس لئے جلد نکلنا پڑ رہا ہے۔ اور نظام العمل یہ ہے:

روانگی پیرس سے	۲۴، جون ۱۲:۲۵ بجے
آمد کراچی	۲۵، جون ۴:۰۰ بجے
روانگی کراچی سے	۲۷، جون ۷:۰۰ بجے
آمد اسلام آباد	۲۷، جون ۸:۵۵ بجے

اار دودن جو ملے ہیں وہ کراچی میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں گزار دوں گا۔ ان کا پتہ ہے:

گی الدین محمد عبد القادر صاحب

۲۱۸۹ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی نمبر ۵

ان کے پاس ٹیلی فون تھا شاید اب بھی ہو ۴۲۴۳۵۳

اطلاعاً عرض ہے۔ ان شاء اللہ ۲۷، جون کو ملاقات کی مسرت حاصل ہو جائے گی۔

ان شاء اللہ یکم جولائی کو واپسی ہو سکے گی۔

سفارت کے لوگوں نے فرمایا کہ ٹیلیکس کر دیں گے ۔ اس لئے تار خود بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ ان شاء اللہ یہ خط بروقت آپ کو مل جائے گا۔

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۱۴)

۱۱ / اکتوبر ۱۹۸۷ء

مکرمی متعنا اللہ بطول حیاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اخبار Impact (لندن) سے معلوم کر کے دلی صدمہ ہوا کہ بروہی صاحب[1] لندن میں انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ انہیں جنت میں جگہ نصیب کرے ان کی جگہ پُر ہونی مشکل ہے۔ اللہ کی مشیت۔

میں ان کے خاندان سے واقف نہیں ہوں۔ اس لئے یہ حقیر تعزیت نامہ آپ ہی کو لکھتا ہوں۔ ہجرہ کونسل کا کام جاری ہے۔

الفقیر الی اللہ

محمد حمید اللہ

....

(۱) اے کے بروہی معروف دانشور، قانون دان وسابق چیئرمین ہجرہ کونسل اسلام آباد تھے۔ پیدائش ۲۴ دسمبر ۱۹۱۵ء گڑھی یاسین (سندھ)، وفات: ۱۳ ستمبر ۱۹۸۷ء (لندن)

(۱۵)

۱۹۸۸/۲/۲۵ء

مخدوم ومحترم کثر اللہ فینا امثالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

ابھی ابھی کرم نامہ ملا۔ باعثِ سرفرازی ہوا اور باعث صد مسرت بھی کہ میری ناچیز تالیف[1] طبع جدید کے لئے تیار ہوگئی ہے۔ الحمد للہ وجزاکم اللہ۔ اگر آپ کتاب کے لئے کوئی نیا نام تجویز فرماتے تو میں غور کرتا۔ مجھے اس میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا کہ پرانا نام ہی برقرار رہے اور Revised and Enlarged کے الفاظ بڑھا دیے جائیں۔

کتاب کا پیش لفظ بھی میرے لئے کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی تعارفی نوٹ شروع میں آجائے گا جو میری کوتاہیوں کی تلافی کردے گا۔

کتاب کو واپس کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ وہ آپ کی دختر کے لئے تھی۔ فرمائیں تو دوبارہ روانہ کردوں۔

افسوس ہے کہ بروہی صاحب اس مسرت بخش وقت موجود نہیں ہیں۔ اللہ ان کو نوازے۔

معلوم نہیں کشمیری ترجمہء قرآن مجید کا کیا حال ہے؟ یہ جلد آپ وزات سے معلوم کرسکیں گے۔

نیاز مند

محمد حمید اللہ

....

(۱) ڈاکٹر صاحب کی تالیف سے مراد The Holy Prophet's Establishing a State ہے جسے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے شایع کرانے کا پروگرام بنایا تھا۔

(۱۶)

جمعرات ۲۸، رجب ۱۴۰۸ھ (مطابق ۱۶ / مارچ ۱۹۸۸ء)

محترم ومکرم زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

گزشتہ ہفتے کرم نامہ ملا تھا اور ممنون ومشرف بھی ہوا تھا۔ فوراً کتاب آپ کو ہوائی ڈاک سے دوبارہ بھیج دی۔ امید کہ مل گئی ہوگی اور آپ کی عزیز بچی کو خوشی ہوئی ہوگی۔

میں نے ایک سوال کی جسارت اور گستاخی کی تھی۔ جواب دیتے وقت غالباً یاد نہ آیا۔ وہ یہ کہ آپ نے مولانا مقبول سبحانی کے کشمیری ترجمہ قرآن مجید کے متعلق ایک زمانے میں دلچسپی لی تھی۔ محترم صدر پاکستان نے اس کے چھاپنے کا حکم دیا تھا۔ اب وہ کس مرحلے میں ہے؟

میں نے یہ آپ کو لکھا تھا کہ میرا فرانسیسی ترجمہء قرآن مجید اب پندرھویں مرتبہ چھپ رہا ہے۔ الحمد للہ۔ اس دفعہ ناشر ایک لاکھ نسخے چھاپنا چاہتا ہے۔ خدا اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ پروف درست کر کے واپس کرچکا ہوں کچھ ترمیمیں بھی ہیں۔

خدا کرے وہاں اور سب خیر وعافیت ہو اور ہم لوگوں کو خدا نیک توفیق دے۔

نیاز مند

محمد حمید اللہ

(۱۷)

۱۷/ ۱۲/ ۱۹۸۸ء

مخدوم ومحترم زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۰ دسمبر کا کرم نامہ (1197 F.16(3)/87-NHC) وصول ہوا اور اطمینانِ قلب کا باعث ہوا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا

''کتاب السرد'' کے ترجمے کے کچھ حواشی تیار ہیں۔ ان کا مبیضہ ہوتے ہی ان شاءاللہ روانہ کرتا ہوں، پھر کتاب کا مقدمہ باقی رہے گا۔

اگر مجھ سے دین وعلم کی کچھ خدمت ہوئی تو میرے ہی لئے باعثِ سعادتِ دارین ہے۔ اگر کوئی اور خدمت ہو تو ضرور یاد سے شاد فرمائیں۔

باقی پھر۔

نیاز مند

محمد حمید اللہ

(۱۸)

۲۳/ ۱/ ۱۹۸۹ء

۱، جمادی الاخرہ ۱۴۰۹ھ

مخدوم ومحترم زاد مجدکم

سلام مسنون نیاز مندانہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج دوپہر کی ڈاک میں ازراہِ کرم روانہ کردہ بستہ پہنچا جس میں کتاب

السرد والفرد کا مخطوطہ اور پروف (مطبوعہ) ملے۔ ممنون ہوا۔

غالباً آپ کو فرصت نہ ملی کہ بھیجنے سے قبل اس پر ایک سرسری نظر ہی ڈال لیں تاکہ اندازہ ہو کہ وہ کیسے ہیں۔

آپ نے متنبہ ضرور فرمایا ہے کہ غلطیاں ہیں۔ کیا آپ کو گمان بھی ہے کہ حروف اور سطریں ہی نہیں، صفحے بھی غائب ہوں؟ جب میں پروف واپس کروں گا تو وہاں ان کی تکمیل کرائی جائے گی اور پھر مجھے پروف ثانی کے ساتھ بھیجا جائے گا۔ ممکن ہے اسے چند ہفتے نہیں چند مہینے (خدانہ کرے چند سال) لگیں۔

مطبع کی اس جدت کی وجہ بھی نہ معلوم ہوئی کہ عام طور پر پروف کا ہر صفحہ الگ الگ ہوتا اور اس پر مستقل نہیں عارضی نمبر لگا دیا جاتا ہے۔ مگر آپ کے مطبع میں دس دس، بیس بیس صفحوں کو ریل کے ڈبوں کی طرح ایک کی دم کو دوسرے کے سر سے چسپاں کر دیا گیا ہے۔ پڑھنا بڑا دشوار ہو گیا ہے۔

دو گھنٹوں میں دو ڈھائی صفحے پڑھے اور یہ رسید ارسال کر رہا ہوں۔ آئندہ اور کیا گل کھلیں گے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ ان بھلے مانسوں کو نیک ہدایت دے۔

نیاز مند قدیم

محمد حمید اللہ

(۱۹)

۲۴/ ۱/ ۱۹۸۹ء

۱۵ جمادی الاخرہ ۱۴۰۹ھ

مخدوم ومحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آپ نے ازراہِ کرم کتاب السرد کے جو پروف روانہ فرمائے ہیں ان کی وصولی

کی اطلاع دے چکا ہوں۔ احتیاطاً مکرر لکھتا ہوں کہ ڈاک نا قابلِ اعتماد ہوگئی ہے۔

میں نے پروف خوانی شروع کردی ہے۔ کمپوزر نے حروف اور سطریں ہی نہیں صفحے بھی ترک کردئے ہیں۔ حدیثوں کے نمبر نہ معلوم کیوں حذف کردئے ہیں۔ اب تک شاید ہی کوئی سطر نظر سے گزری ہو جس میں غلطی نہ ہو، عام طور پر ہر سطر میں متعدد غلطیاں ہیں۔ آئندہ صفحوں میں اور کیا گل کھلیں گے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ایسے مطبع پر اعتماد ممکن نہیں اور پروف ثانی ناگزیر ہیں۔

خدا کرے آپ خیر و عافیت سے ہوں۔

خادم نیاز مند

محمد حمید اللہ

(۲۰)

۱۹۸۹/۱/۲۷ء

مخدوم و محترم زاد مجدکم

سلام نیاز۔ توقع ہے کہ اس اثناء میں میرے گزشتہ خط مل گئے ہوں گے۔ ایک راست، دوسرا سفارت خانے کے توسط سے۔

کتاب السرد کے دس صفحوں کے بعد کام روک دیا ہے۔ اگر یہ کمپوز نہیں بلکہ ٹائپ رائٹر پر صاف کیا گیا ہے تو اس کی تصحیح بے فائدہ ہے کیونکہ شاید ہی کوئی واحد سطر ہو جس میں دو تین غلطیاں نہ ہوئی ہوں۔ وہ مکرر ٹائپ کرلیں گے اور پھر اتنی ہی نئی غلطیاں کریں گے۔ اس لیے ازراہ کرم اطلاع دیں کہ مرسلہ پروف کمپوز ہوئے یا ٹائپ؟

اصل صفحہ (۵) مجھے بھیجا گیا ہے لیکن اسے کمپوز/ٹائپ نہیں کیا گیا ہے اور میں یہ آپ کو ہمراہ واپس بھیج رہا ہوں۔

صفحہ (۱۰) نہ کمپوز کیا گیا ہے اور نہ مجھے اصل صفحہ بھیجا گیا ہے۔

آپ کے احکام کا شدت سے انتظار رہے گا۔

نیاز مند

محمد حمید اللہ

اخبار پاکستان ہجرہ نیوز کے دفتر سے عاجز ہوں۔ پہلے بھی عرض کیا تھا مکرر عرض کرتا ہوں، چند سکینڈ نکال کر پتوں پر نظر ڈالئے۔

مجھے رسالے کے دو نمبر آتے ہیں۔ کیوں، معلوم نہیں۔ ان میں سے ایک پر نام بھی نہیں ہوتا صرف مکان کا پتہ ہوتا ہے اور جس کاپی پر میرا نام ہوتا ہے وہاں فضول القاب ہوتے ہیں۔

اللہ ان دفتر والوں کو کچھ عقل دے۔ یہاں ان کا مضحکہ ہوتا ہے اور غریب پاکستان بدنام ہوتا ہے۔

(۲۱)

۱۹۸۹/۲/۱۷ء

۹ رجب ۱۴۰۹ھ

مخدوم و محترم ڈاکٹر بلوچ صاحب

فاضل ہجرہ کاونسل اسلام آباد

مخدوم و محترم زاد فیضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چند دن قبل میرے عریضوں کا جواب ۳-۲-۸۹/۲۶ جمادی الآخرۃ ۱۴۰۹ھ کے کرم نامے کے ذریعے سے ملا۔ پھر کئی دن بعد اب دوسرا عنایت نامہ ملا جس میں مطبع کے نئے پروف ملے جو افسوس ہے کہ بے کار ثابت

ہوئے۔

اب بارِ دگر کاغذات بھیج رہا ہوں۔ ان کو ملاحظہ فرمالیں پھر اہلِ مطبع کی تفہیم کی زحمت گوارا فرمائیں تو ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

مفقود عبارتیں دو مقامات پر ہیں۔ مطبع انہیں کمپیوٹر پر تیار کردے تو وہ از راہ کرم جلد سے جلد مجھے بھجوادیں تا کہ سارے پروف آپ کو روانہ کرسکوں۔ جیسا کہ سابق میں بھی عرض کر چکا ہوں شاید ہی کوئی ایک سطر ایسی ہوگی جس میں تین چار غلطیاں نہ ہوئی ہوں، اللہ کی مرضی۔ دعا ہے کہ خدا عزیز پاکستان کو اس کے شایان شان ایک مطبع بھی دے۔ کیا ممکن ہوگا کہ پروف دوم بھی مجھے بھجوائے جائیں تا کہ اطمینان ہو جائے کہ مطبع نے مطلوبہ تصحیحیں کر دی ہیں۔ ان شاء اللہ۔

معلوم نہیں مطبع کو حدیثوں کے نمبروں سے کیوں اختلاف ہے؟ وہ حوالے کے لئے ناگزیر ہیں۔

خدا کرے وہاں سب خیر و عافیت ہو۔

ناچیز خادم

محمد حمید اللہ

(۲۲)

۱۴/ مارچ ۱۹۸۹ء

محترمی زادمجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ۲۸/ فروری کا کرم نامہ کل شام ملا۔ ممنون ہوں اور اطمینان بھی ہوا کہ کتاب کا مسودہ وہاں پہنچ گیا ہے۔ اتفاق سے آج کل ہفتے عشرے سے علیل و فریش ہوں۔ ان شاء اللہ مابقی کام یعنی کتاب کا دیباچہ جلد مرتب کر کے بھیج سکوں گا۔

نیاز مند طالب دعا

محمد حمید اللہ

(۲۳)

۲۱/ ۴/ ۱۹۸۹ء

برادرم و محترم زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

کل شام تازہ عنایت نامہ ملا۔ اور حسب الحکم کتاب البسر والفرد کے فوٹو اور پروف واپس کر رہا ہوں۔ وصولی سے اطلاع دینے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

گزشتہ دنوں میں دو پروف بھی جو غلط آرہے تھے ایک خط کے ذریعے سے واپس کئے تھے، ملے ہوں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی سہو نہیں ہوئی ہے۔ یعنی سارے کاغذات واپس کر چکا ہوں اور اب میرے پاس یہاں کوئی اور پروف وغیرہ نہیں ہیں۔ واللہ اعلم، حفظکم اللہ

آئندہ احکام کا منتظر

محمد حمید اللہ

(۲۴)

۱۸، رمضان ۱۴۰۹ھ (مطابق ۲۴/ اپریل ۱۹۸۹ء)

مخدوم و محترم زادمجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ برکاتہ، رمضان مبارک۔ عید مبارک

۱) کچھ عرصہ قبل انگریزی پیش لفظ (برائے السرد والفرد) ارسال کیا تھا۔

۲) چند دن قبل اسی کتاب کے عربی پروف بھی واپس کئے تھے اور الگ ایک خط بھی گزرانا تھا۔ ان پروفوں میں الفاظ اور سطریں ہی نہیں صفحوں کے صفحے غائب تھے۔ ایک جگہ تو بارہ صفحے چھوڑ دیے گئے تھے۔

۳) آج اسی کتاب کے انگریزی پروف روانہ کر رہا ہوں۔ حتی الامکاں تصحیح کی ہے۔

خدا کرے یہ سب بہ حفاظت آپ کو مل جائیں۔ ایک سطری رسید ملے تو اطمینان ہو جائے۔ اب غالباً میرے پاس یہاں آپ کی کوئی امانت باقی نہیں ہے۔

۴) وقت باقی نہیں ہے ورنہ مناسب ہو کہ اس کتاب میں کم از کم ایک انگریزی اشاریہ (انڈیکس) بھی بڑھا دیا جائے۔ اس کی تیاری میں کچھ نہیں تو دو ایک مہینے لگیں گے۔

نیاز مند

محمد حمید اللہ

(۲۵)

۱۰/مئی ۱۹۸۹ء

مخدوم ومحترم زاد مجدکم

سلام مسنون، نیاز مندانہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عید مبارک، آپ کا عید کارڈ ابھی ابھی آیا ہے، دلی شکریہ۔ یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا کہ عربی پروف پہنچ گئے۔ انگریزی پروف اور Forward بھی ان شاء اللہ مل گئے ہوں گے۔ کیا ان تینوں کے پروف مجھے بھیجے جائیں گے؟ پیش لفظ (Forword) میں آپ اجازت دیں تو P o s t Scriptum کے طور پر دو تین سطریں شاید بڑھا سکوں، کتاب السرد میں محمد بن زیاد السندی کا ذکر ہے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے ایک دوست کی تحقیق میں وہ نام ایک تحریف ہے۔ واللہ اعلم

خدا کرے آپ خیر وعافیت سے ہوں

نیاز مند خادم

محمد حمید اللہ

(۲۶)

[illegible] ۱۹۸۹ء

[illegible] ومحترم زاد مجدکم

سلام مسنون نیاز مندانہ۔ آپ کے دو کرم نامے مورخہ ۵/۱۸،۵/۲۵ قلیل [illegible] ملے۔ ممنون ہوا۔

پہلے خط میں آپ نے لکھا ہے کہ کتاب السرد کے پیش لفظ کے متعلق آپ نے [illegible] مراسلہ بھیجا ہے۔ وہ تا حال نہیں ملا۔ اس کی نقل ممکن ہے تو مکرر بھجوایئے تا کہ احکام کی تعمیل کرسکوں۔

آپ نے علم کی بڑی خدمت کی ہے۔ خدا آپ کو حسنات دارین عطا فرمائے ان شاء اللہ۔ ۳۰/جون کے بعد آپ کا علمی کام جاری رہے گا اور اس پر اللہ آپ کو نوازتا رہے گا۔

دو امور پر کئی بار لکھا تھا۔ شاید اب کی بار کچھ توجہ ہوگی

۱۔ آپ کا اخبار پابندی سے ملتا ہے لیکن اس کے دو نسخے آتے ہیں، ایک پر نام اور پتہ ہوتا ہے، اور دوسرے پر صرف پتہ ہوتا ہے مرسل الیہ کا نام نہیں ہوتا۔

۲۔ آپ The Prophet's Establishing a State کا مجھے ایک نسخہ [illegible] بہت سے احباب اور کتب خانے اس کے شائق ہیں۔ کیا چند نسخے مجھے بھجوائے [illegible] ہیں؟ بل فوراً ادا کردوں گا۔

حفظکم اللہ وعافاکم

نیازمند

محمد حمید اللہ

(۲۷)

جولائی ۱۹۹۰ء

مخدوم ومحترم زادمجدکم   عید مبارک

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابھی ابھی کرم نامہ ملا، ممنون ہوا، ملیالم [illegible]

قرآن کی کترن کا بھی دلی شکریہ۔

آپ کے حسب الحکم ہجرہ کونسل کو ادب سے یاددہی کا خط لکھتا ہوں۔ خدا کرے

کچھ مفید برآمد ہو۔ یہاں کے حالات بھی کچھ اچھے نہیں۔

نیازمند خادم

محمد حمید اللہ

(۲۸)

۲/۴/۱۹۹۲ء

مخدوم ومحترم زادمجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج صبح کرم نامہ ملا۔ ممنون ومسرور ہوا۔ میں آپ کی مصروفیتوں سے تو واقف تھا لیکن آپ کو کوئی حادثہ پیش آیا، یہ معلوم نہ تھا۔ خدا کرے صحت عاجل وکامل حاصل ہو۔ عید مبارک۔

ہجرہ کاونسل سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ السردوالفرد کا بدستور انتظار ہے۔ محمود غازی صاحب [1] سے اتنا معلوم ہوا کہ ''کتاب چھپ گئی اور تجلید کے شعبے میں ہے'' واللہ المستعان

ان شاء اللہ ۲۵/اپریل کو آٹھ دس دن کے لئے پاکستان آرہا ہوں۔ پروگرام [illegible] آباد سندھ کا تو نام نہیں ہے۔

واللہ المستعان

الفقیر الی اللہ

محمد حمید اللہ

....

(۱) [illegible] احمد غازی سابق ڈائرکٹر جنرل دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور وسابق [illegible] یورسٹی۔ پیدائش: ۱۸/ستمبر ۱۹۵۰ء، وفات: ۲۶/ستمبر ۲۰۱۰ء اسلام آباد۔

ڈاکٹر سیّد عبداللہ[1]

(۱)

۲؍فروری ۱۹۷۲ء

مکرمی ومحترمی، السلام علیکم

آپ نے ازراہ عنایت اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے ''سندھ'' اور ''سندھی'' پر مقالات تحریر فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء کو آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ''سندھ'' پر کام شروع ہو چکا ہے اور مقالات جلد مکمل ہو جائیں گے۔

حرف ''س'' سے شروع ہونے والے مقالات کی طباعت شروع ہو چکی ہے اور اب ''سندھ'' اور ''سندھی'' کی چند ہفتوں تک باری آنے والی ہے۔ مجھے آپ کی مصروفیات کا بخوبی احساس ہے، لیکن اب زیادہ تاخیر ممکن نہیں۔

براہ کرم یہ مقالات فروری کے آخر تک ارسال فرماسکیں تو اشاعت ممکن ہو گی۔ اگر اس مقررہ وقت تک ہونا ممکن نہیں تو بواپسی جواب مرحمت فرمایئے تا کہ ادارہ طور خود مقالات کی تیاری کر سکے۔ جواب جلد دیجیے، بڑا کرم ہوگا۔

امید ہے آپ کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

نیازمند

سیّد عبداللہ

....

(۱) ڈاکٹر سیّد عبداللہ، اردو، فارسی کے محقق، مصنف اور اورینٹل کالج لاہور کے سابق پرنسپل نیز اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مدیر اعلیٰ تھے۔ پیدائش: ۵؍اپریل ۱۹۰۴ء بمقام منگلور (ضلع انسہرہ)، وفات: ۱۴؍اگست ۱۹۸۶ء لاہور

(۲)

۱۸؍فروری ۱۹۷۸ء

گرامی قدر ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون۔ آپ کا ۳۱؍جنوری ۱۹۷۸ء کا مودت نامہ ملا۔ بہت سے مآخذ دیکھے۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ان کے قریب تر زمانے کی برصغیر میں تصنیف ہونے والی کتب اور مختلف فہارس پر ازسرنو نگاہ ڈالی گئی مگر ۸۰۰ھ سے پہلے کا کوئی حوالہ مل نہیں سکا۔ سعدی کا ذکر ''فوائد الفواد'' میں موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی زندگی ہی میں یہاں کے لوگ ان سے اچھی طرح متعارف ہو چکے تھے۔ شہزادہ محمد نے اسی لئے انہیں ملتان آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے رومی کے اثرات بعد میں پہنچے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مثنوی کے اثرات ہرات سے ہندوستان میں پہنچے۔ جامی نے مثنوی کے دو پہلو کی شرح لکھی جس کا ذکر کتابوں میں آتا ہے۔ لیکن صحیح معنوں میں (میری موجودہ معلومات کے مطابق) دور اکبری میں مثنوی کو قبول عام حاصل ہوا چنانچہ ابوالفضل نے اپنی ... کے دفتر سوم میں دو تین جگہ ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مغلیہ دور میں آخر تک شرحیں لکھی جاتی رہیں۔ اورنگ زیب نے خاص دلچسپی لی (یہ تفصیلات میری کتاب ''مسائلِ اقبال'' میں (مضمون تحریک مطالعہ اقبال میں رومی کا مقام) موجود ہیں۔ اگر آپ کے پاس یہ کتاب موجود نہ ہو تو میں بھجوادوں۔ باقی رہے دوسرے سوالات سو وقت کی تنگی کی وجہ سے زیادہ جستجو نہیں ہوسکی۔

یہ معلوم ہوا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں وقتاً فوقتاً بی۔ اے کے نصاب میں مثنوی رومی کی توحید سے متعلق خاصے طویل اقتباسات شامل رہے ہیں۔ سیّد عابد علی عابد نے ''گنجینہء ادب'' کے نام سے ایک نصاب مرتب کیا تھا جو کالجوں میں بہت سے سالوں تک رائج رہا۔ ۱۹۶۰ء سے بعد کے شاید دو تین سالوں تک بی۔ اے میں فارسی کا یہ نصاب

پڑھایا جاتا تھا۔

جواب میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ بہت سے ماخذ دیکھنے پڑے۔ والسلام

نیاز مند

سیّد عبداللہ

(۳)

۱۸/۷/۱۹۷۹ء

مشفقی شفیقی محبی محترمی مکرمی۔ کس کس لقب سے یاد کروں۔ جذبات محبت زیادہ ہیں اور الفاظ اور پیرایہ ہائے بیان کم۔ بہر حال سلام مسنون قبول کیجیے۔ کیونکہ یہی سلام اخلاص و مہر و محبت و وداد کا اسلامی انداز بیان ہے۔

گرامی نامہ تازترین ملا ہے۔ یہ معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ ادارہ تحقیق تاریخ و ثقافت کے چیئرمین مقرر ہو گئے ہیں اور یکم جولائی ۱۹۷۹ء سے کام بھی شروع کیا ہے

بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست

آپ نے ۱۱، جولائی کو مرکزی اردو بورڈ کے اجلاس میں مشرف بہ ملاقات فرمایا تھا لیکن اس وقت شاید موقع نہ ملا کہ آپ مجھے یہ خوشخبری سناتے ورنہ میں معانقۂ جوشِ مسرت کرتا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیتا اور دل کی خوشی کو معرض اظہار میں لاتا۔ بہر حال اب مبارکباد ہے آپ ہی کو نہیں خود کو بھی۔

ہم اورینٹل کالج کے فیض یاب لوگ اصلاً مورخ ہی ہیں۔ تاریخ خاص ہو یا لسانیات ہو، یا مخطوطہ شناسی ہو ہم جہاں بھی ہوتے ہیں ذہناً مورخ ہوتے ہیں۔ تاریخ ہمارا قومی مضمون ہے۔ مگر ہم یہ دیکھ کر متاسف ہوتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہم نے دین کے بعد اپنے سب سے اہم اور ضروری مضمون تاریخ کی طرف توجہ نہیں کی۔ برطانوی تعلیم نے ہمیں تاریخ کے بارے میں بے حس بنا دیا۔ انگریزوں نے ایلیٹ اور ڈاؤسن

ہوا کیے۔ ہندوؤں نے سرکار، ایشوری پرشاد، قانون گو، بینی پرشاد وغیرہ ابھارے ہمارے یہاں شبلی ایک دبستان کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے لیکن پیچھے پھینک دیے گئے۔ اور کوئی بڑا کام نہ ہو سکا۔

کہنا یہ ہے کہ تاریخ کی تحقیق کی ایسی عمارت تعمیر کیجیے جو مسلم تہذیب و تمدن کے عمرانیاتی (Sociological) پس منظر کے ساتھ نتائج تاریخی کا ایک نیا قصر بن جائے۔ یہاں سرسری کام ہوتے ہیں اور ایک ایک کام کئی کئی جگہوں میں ہو رہا ہوتا ہے برصغیر کے کلچر کے سلسلے میں متعدد مخطوطے میرے علم میں ہیں جن کا ایڈیٹنگ، ترجمہ اور اشاعت نگاری ہو سکتی ہے۔ عالمگیر کے بعد کا دور ہمارے یہاں "طاؤس و رباب آخر" کا زمانہ تھا گویا کلچر کے معاصر یہ تصور کے مطابق اعلیٰ بلوغ و نبوغ کا زمانہ تھا۔ اس کی معاشرتی تشریح براہ راست ہماری موجودہ شعوریات سے تعلق رکھتی ہے۔ معلوم نہیں آپ کے پلان کیا ہیں مگر جو کچھ ہو دوررس ہو، ہمہ گیر ہو اور گہرا ہو۔ میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں۔

قومی تبصرہ کمیٹی کے نگران مبصر کی حیثیت سے آپ کا ہدیہ اب ملنے کو ہے۔ ادائی شروع ہو چکی ہے مگر اس کا محقق جواب کل دفتر پہنچ کر دے سکوں گا۔ یہ خط اکیڈمی کے دفتر سے لکھ رہا ہوں۔

والسلام

نیاز مند

سیّد عبداللہ

(۴)

۷۹/۱۱/۳

محترم ومکرم جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم، مزاج شریف۔

خاصی مدت ہوئی آپ کا ایک کرم نامہ ملا تھا۔ ہر چند کہ جواب طلب نہ تھا تاہم ایک آدھ بات میری طرف سے خط کا بہانہ بن سکتی تھی۔ یوں آپ کے ساتھ خط وکتابت کرنے میں مسرت کا پہلو بھی تو ہے۔

آپ کو خداوند تعالیٰ نے جس ادارے اور جس خدمت پر فائز کیا ہے وہ ایک عظیم نشاۃ الثانیہ کی موج اوّل بن سکتی ہے۔ سچ پوچھیے تو علوم دین کے بعد تاریخ ہی ہمارا سب سے بڑا قومی مضمون یا علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کم از کم برصغیر میں انگریزوں نے ہمارے تاریخی شعور اور ہمارے تاریخی سرمائے سے ہمیں بدظن کرنے کی کوشش کی۔ غور فرمایئے، برصغیر میں جس میں چچ نامہ اور البیرونی کی تواریخ کے بعد تاریخ نگاری کا ایک بھرپور سلسلہ انگریزوں کی آمد تک قائم رہا، جدید تعلیم کے شروع ہوتے ہی منقطع ہوگیا۔ تاریخ نگاری کا کام انگریزوں نے سنبھال لیا اور ہماری تاریخ کی ایسی تعبیریں کر ڈالیں جن سے ہمیں اپنے اوپر ندامت ہونے لگی۔ ہندوؤں نے ہند کی مناسبت سے کچھ بہتر کام کیا مگر ہم ان سے بھی پیچھے رہے۔ ہم نے شبلی کے سوا کوئی بڑا مورخ پیدا نہ کیا اور اب بھی تقریباً صفر ہیں۔

خیر۔ یہ جملۂ معترضہ تھا۔ اصل یہ ہے کہ آپ اپنے ادارے کو قوم کے تاریخی شعور کے احیا کے لیے منظم کیجیے۔ باقی آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک کتابچہ ''کلچر کا مسئلہ'' مرتب کر کے ایک ناشر کو دیا تھا۔ اس نے اس کا ناس مار دیا۔ بہر حال جس حال میں ہے ایک نسخہ ارسال ہے تاکہ میرا یہ رسالہ آپ کے کتب خانے میں محفوظ ہو جائے۔ کبھی فرصت ملے تو ایک آدھ باب پڑھ ڈالیے ورنہ یہی کافی ہے کہ میری یہ کتاب آپ کے پاس ہے۔

میں بوجہ ناسازیِ طبیعت کراچی کی اتھارٹی کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکا، ورنہ ملاقات ہو جاتی۔ باقی سلام و نیاز۔

نیاز مند

سید عبداللہ

(۵)

۸۰/۱۲/۱۵

محبی ڈاکٹر صاحب محترم، السلام علیکم۔ مزاج شریف

اس ایک شعر پر اکتفا ہے:

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

نیاز مند

سید عبداللہ

(۶)

۸۰/۲/۲

محب محترم ومکرم ڈاکٹر صاحب السلام علیکم۔ مزاج گرامی۔

آپ کو اپنا ''جگری دوست'' سمجھ کر میں نہایت بے تکلفی سے اپنی ایک بڑی ہی نازک ضرورت آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ عام حالات میں اپنے غم کو رسوا نہیں کیا کرتا لیکن آج جو میں کچھ لکھ رہا ہوں بڑی ہی مجبوری سے لکھ رہا ہوں۔ اس کے مضمرات کسی وقت میں زبانی پیش کروں گا۔ کاغذ بعض باتوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

خلاصۂ احوال یہ ہے کہ میری بیٹی پروفیسر عطیہ سیّد ایم۔اے (فلسفہ

وغیرہ) لاہور کالج برائے خواتین میں پڑھا رہی ہیں۔ تیرہ چودہ برس کا تجربہ ہے۔ لکھتی بھی رہتی ہیں۔ اب وہ امریکہ کی کسی یونیورسٹی (نیویارک، واشنگٹن شکاگو، براؤن) وغیرہ میں جا کر مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن مالی وسائل بالکل موجود نہیں کیونکہ میں عمر بھر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ''فضول'' کاموں میں وقت صرف کرتا رہا اور دنیاداری بالکل نہیں کی لہٰذا خالی ہاتھ ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے وہاں کوئی نوکری (مکمل یا جز وقتی) مل جائے تا کہ وہ اپنا خرچ ادا کر سکے اور تعلیم بھی حاصل کر لے۔ وہ یونیورسٹیاں پہلے سال میں کوئی مالی امداد نہیں دیتیں۔

اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ اسے پہلے سال (یا خاص مدت تک) وہاں کوئی علمی ملازمت مل جائے۔

معلوم نہیں (غالباً مجھے بھی) کیوں یہ خیال آیا کہ میں آپ سے یہ درخواست کروں کہ آپ اسے تاریخ کمیشن کے منصوبہ Current History Pakistan میں بطور ملازم یا سکالر شریک کر لیں اور اس کے ذمے کام یہ ہو کہ وہ آپ کے منصوبہ ''تاریخ رواں'' کے سلسلے میں امریکہ میں شائع ہونے والے جرائد و کتب وغیرہ متعلقہ پاکستان کا مواد جمع کرتی رہے۔ اس کے لیے آپ مختصر سا دفتر بھی دیں اور بالکل معمولی عملہ بھی۔

اس سے آپ کا کام آسان ہو جائے گا اور خاصی امداد ملے گی۔ وہ آپ کی ہدایات کے مطابق تلخیصات و اندراجات بھی کر سکے گی کیونکہ اسے میری تربیت حاصل ہے۔ دائرۂ معارف کی تدوین میں اس کا بھی معمولی حصہ ہے۔ اگر کام کل وقتی نہ ہو سکے تو جز وقتی ہی سہی مگر معقول۔

اگر خدانخواستہ آپ کے ادارے کے لیے ممکن نہ ہو تو آپ اپنے اردگرد کسی اور علمی ادارے سے ملازمت (کل یا جز) یا علمی سکالر شپ دلا سکیں تو بڑا احسان ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ ذاتی دلچسپی لے کر میرا غم یا میرا بوجھ برداشت کریں گے تو آپ کے

لیے ناممکن نہ ہوگا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ جلد جواب کا طالب۔

نیاز مند

سیّد عبداللہ

(۷)

۱۸ تاریخ

محبی محترمی جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

مزاج شریف

خدا کا فضل و کرم ہے کہ آپ کا مذاکرہ بے حد کامیاب رہا۔ مبارک باد قبول کیجئے۔

اب میری گزارش یہ ہے کہ جتنے بنیادی مسائل پر تقریباً اتفاقِ رائے ہو گیا ہے ان میں سے ہر ایک پر قلمی جزیات کام کرنے والے کے لیے طے کرنی پڑیں گی مثلاً رواں تاریخ کی واضح حد بندی، اسی طرح بنیادی موضوعات کی فہرست۔ طریقِ اندراج، طریقِ ترتیب اور طریق محفوظیت وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ممکن اور واضح نقشہ تیار کیے بغیر کام کرنے والوں کو بار بار مشکلات اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنے پڑے گا۔ بہر حال آپ بہتر جانتے ہیں اور آپ کی مہارت تسلیم شدہ ہے۔ میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی کی شائع شدہ ایک کتاب ''اعشاریاتی تقسیم و نظام کتب خانہ'' کے دو نسخے ارسال کر رہا ہوں۔ ان میں سے ایک تو آپ کی ذاتی لائبریری کے لیے ہے اور دوسرا آپ کے ادارے کی لائبریری کے لیے۔ آپ کے ادارے کی لائبریری کے انتظام و نظام کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ خدا کرے یہ کام اسی خوش اسلوبی سے آگے بڑھے۔ لیکن آپ کو اپنے معلومہ مقاصد کے لیے ایک وسیع تر عمارت کی ضرورت ہوگی۔ اس کے لیے ابھی سے تگ و دو کرنی چاہیے۔

آخر میں آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ ممنون ہوں

۔والسلام

نیاز مند

سیّد عبداللہ

(۸)

۹ رجنوری ۱۹۸۴ء

مکرم ومحترم جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب۔السلام علیکم۔مزاج شریف

والا نامہ ملا۔عزت افزائی کا شکریہ۔آپ کی اردو کسی اردو والے سے کم نہیں ،خالص علمی وادبی ہے۔انکسار کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔آپ ماہر ہیں قبلہ، تکلف کر کے شرمسار نہ کیا کیجئے۔

میں نے دیوان (شوق افزا) میر محمود صابر رضوی [1] پر آپ کا مقدمہ بغور دیکھا اور ناقدانہ دیکھا۔مجھے کسی جگہ کوئی خامی نظر نہیں آئی۔سوانح، شعر وشاعری میں صابر کا مقام ،دبستانِ دکن سے مقابلہ، ولی سے مقابلہ، زبان وبیان، خصوصیات لسانی۔آپ نے کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔ولی سے مقابلہ وموازنہ خصوصی طور سے خوب ہے۔سندھی، سرائیکی آمیزش کی نشاندہی تو آپ کا میدانِ خاص ہے، میں اس پر کیا کہہ سکتا ہوں۔غرض آپ نے اس فراموش شدہ خزانے کو روشناس کرا کر بڑی علمی ادبی خدمت کی ہے۔تعجب تو یہ ہے کہ دوسرے بے شمار کاموں کے ساتھ آپ ایسی کاوشوں کے لیے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔والسلام

نیاز مند

سیّد عبداللہ

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان [1]

(۱)

باسمہ حامداً ومصلیاً

۱۱ مارچ

میرے مخدوم ومحسن ڈاکٹر صاحب۔دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بچے کے لیے آپ نے سرٹیفکٹ عطا فرمایا، بہت ممنون ہوں۔مجھے چکر آتے تھے۔ آنکھ بنوائی لیکن کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔آپ نے دو ورق پڑھنے کے لئے عنایت فرمائے ہیں، میں آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے نہ پڑھ سکا۔دھوپ میں بیٹھا پھر بھی نہ پڑھ سکا، میں نے وہ ورق ڈاکٹر نجم الاسلام [2] کو بھیجے ہیں۔انشاء اللہ وہ صاف پڑھ سکیں گے اور جلد ہی واپس دیں گے۔

تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

فقط والسلام

احقر

غلام مصطفیٰ خان

....

(۱) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، استاذ الاساتذہ سابق صدر شعبہء اردو سندھ یونیورسٹی، کئی تحقیقی کتب کے مؤلف اور سلسلہء نقشبندیہ کے شیخ طریقت۔پیدائش: ۲۳ رستمبر ۱۹۱۲ء بمقام جبلپور،

وفات: ۲۵ر ستمبر ۲۰۰۵ء بمقام حیدر آباد (سندھ)

(۲) ڈاکٹر نجم الاسلام اردو اور فارسی کے عالم، محقق، بانی مدیر رسالہ "تحقیق" اور سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو تھے۔ پیدائش: یکم جولائی ۱۹۳۳ء بمقام بجنور، وفات: ۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء حیدر آباد

(۲)

جمعہ ۲۰، جولائی ۱۹۹۰ء

عالی جناب محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فاضلانہ کتاب دیکھی۔ ماشاء اللہ بہت بڑے موضوع کو بڑی خوبی کے ساتھ جامع الفاظ سے بیان فرمادیا ہے۔ آپ کا بڑا کرم ہے کہ مجھ حقیر کی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے، ذرہ نوازی ہے۔ محمود غزنوی کا ذکر نئے انداز سے فرمایا ہے۔ خوب ہے۔

صفحہ ۴۷۔ Waihind کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ وہ موجودہ اٹک ہے۔ آپ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے یعنی دوسرے نام بھی دے دیے ہیں۔

ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کتاب واپس ارسالِ خدمت ہے۔

فقط والسلام

احقر

غلام مصطفیٰ خان

(۳)

۱۴ر اگست ۲۰۰۱ء

حضرت مخدومی ڈاکٹر صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رقعہ گرامی شرف صدور لایا۔ اب ضعف اس قدر بڑھ گیا ہے کہ سوچنا سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ حسنِ خاتمہ کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

نجم الاسلام صاحب سکھر کے ایک اسکول میں استاد تھے۔ میں نے محترم غلام مصطفیٰ شاہ صاحب سے ان کے اُن کے لیے کہا تو انہوں نے فوراً اُن کا تقرر کر دیا۔ رسالہ تحقیق نجم الاسلام ہی نے شروع کیا تھا۔ اُس کا نام بھی انہوں نے تجویز کیا تھا۔

فقط والسلام

دعا کا طالب

غلام مصطفیٰ خان

ممتاز حسن [1]

۳۰/۱۱/۶۷ء

محبی ومکرمی

آپ کی بھیجی ہوئی تینوں کتابیں موصول ہوئیں۔ اس نوازش کا شکریہ۔ آپ کی مرحوم بھتیجی رفعت سلطانہ کے نام سے ایک ذخیرہ پنجاب پبلک لائبریری میں قائم کر رکھا ہے۔ یہ تینوں کتابیں یعنی سندھ میں اردو شاعری اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کے متعلق دونوں کتابیں (ان کے کلام میں اسلامی قدریں اور متفرقات) اسی ذخیرہ میں محفوظ کر رہا ہوں تاکہ آپ کے علم وفضل سے خلق خدا سیراب ہو۔

میں نے تینوں کتابیں خود بھی دیکھی ہیں اور آپ کی سلامتی اور درازی عمر کے لئے دست بدعا ہوں۔ پاکستان نے ایک دفعہ علم وتحقیق کو اپنالیا تو دنیا کی قیادت کے لئے اس کا راستہ صاف ہو جائے گا۔

امید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔

مخلص

ممتاز حسن

....

(۱) ممتاز حسن مرحوم معروف ماہر اقتصادیات، علمی شخصیات اور اداروں کے بہت بڑے سرپرست تھے۔ پیدائش: ۶/اگست ۱۹۰۷ء، وفات: ۲۸/اکتوبر ۱۹۷۴ء بمقام کراچی۔ ممتاز حسن مرحوم کے بارے میں بلوچ صاحب کے معلومات افزا مضمون کے لیے ملاحظہ فرمائیں "گلشن اردو" مرتبہ محمد راشد شیخ

قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی [1]

۲۲/دسمبر ۱۹۵۴ء

برادرم عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج انجمن کے کتب خانہ خاص [2] سے Elite کی فہرست مخطوطات انڈیا آفس نکال کر دیکھی اس میں چچ نامہ کا صرف ایک مخطوط ہے جس پر سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

Cacnama(چچنامہ)

The Legendary history of the usurpatio^n of the Brahman Cac, the Rajah of Alore and the Arab conquest of Sind by Muhammad bin Kasim A.H.92(A.D. 710) translated from an Arabic original by Muhammad Ali bin Hamid bin Abu Bakr Kufi who in the reign of Naseeruddin Kabaca(or Kabaca)-al-Salatin(A.H 60=A.D 1210-1228) after havin retired from the Public Service in the 58th year of his life A.H 613(A.D 1216) devoted himself to reading and studying.This work is also styled (See Riew, iii , P. 949a)

تاریخ ہند وسند: منہاج الدین، منہاج الدین والملک

بانکی پور کے کتب خانے میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے، بتفصیل ذیل:

نمبر فہرست فارسی — نمبر فہرست انگریزی — چچ نامہ علی بن ابی بکر کوفی کتابت ۱۲۷۲ھ کاتب راجی محمد

۱۵۱ — ۵۹۷

(مرآۃ العلوم جلد اوّل مرتبہ خان بہادر عبدالمقتدر ۱۹۲۵ء، صفحہ ۲۸ فہرست نسخ خطی اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور)

بمبئی یونیورسٹی، آصفیہ لائبریری اور ملا فیروز لائبریری میں اس کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ جامع مسجد بمبئی کی فہرست کہیں رکھ دی ہے آج کل ملنے پر بتاؤں گا، اسپرنگر کے کیٹلاگ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔

یاقوت کی معجم البلدان (مولتان) میں مدائنی کا ذکر ہے۔ معجم الادبا (ج ۵، ص ۳۰۹۔ص ۳۲۸۔ گب میموریل سیریز) میں مدائنی کا مفصل تذکرہ ہے۔ اس کی تصانیف کی طویل فہرست میں "کتبہ فی الفتوح" کے سلسلہ میں صرف کتاب الہند کا نام ہے۔ فتوح السندو الہند کا ذکر نہیں ہے۔ یہ فہرست بھی کتاب الفہرست لابن الندیم سے ماخوذ ہے۔ اس کے رواۃ کا بیان اس میں نہیں ہے۔ رواۃ حدیث کے سلسلہ میں حرب، یحیٰی بن معین، مصعب الزبیری، ابن عائشہ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مزید معلومات ملیں تو ایک دو روز میں لکھ بھیجوں گا۔

میں نے قاضی صاحب[۳] کو چھٹی کی درخواست بھیج دی ہے۔ امید ہے کہ منظور فرمائیں گے۔ میں یکم دسمبر کو حاضر ہوں گا۔ اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں۔

آپ کا

اختر

(۱) قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی اردو، عربی اور فارسی کے محقق، مصنف اور سابق معتمد انجمن ترقی اردو ۔۔۔ بلوچ صاحب کی ذاتی کوشش سے آپ کا تقرر بحیثیت صدر شعبہء تاریخ اسلام سندھ یونیورسٹی ۔۔۔ آپ کا انتقال ۶/اگست ۱۹۵۵ء کو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد میں ہوا۔

(۲) انجمن ترقی اردو کراچی کا کتب خانہء خاص

(۳) علامہ آئی آئی قاضی، سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی۔ پیدائش: ۱۸۸۶ء حیدرآباد (سندھ)، وفات: ۱۴/اپریل ۱۹۶۸ء حیدرآباد

حکیم محمد سعید[1]

(۱)

۲/جولائی ۱۹۸۲ء

محترمی ومکرمی جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے ۲۱/جون کو منعقدہ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے بورڈ اوف ٹرسٹیز کی میٹنگ کی روداد میں اس فیصلے کو بہ اطمینان پڑھا ہے کہ مجلس اُمنا نے تین سال کے لیے آپ کی خدمات بہ حیثیت شیخ الجامعہ توسیع کر دی ہے اور آپ نے اسے منظور فرمالیا ہے۔

میں مبارک باد دیتا ہوں، نیز آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے موانع کے باوجود اپنی مفید خدمات کا سلسلہ جاری رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔ جزاک اللہ

احترامات فائقہ

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

....

(۱) پاکستان کے نامور طبیب، دانشور، مصنف اور بانی ہمدرد فاؤنڈیشن۔ پیدائش: ۹/جنوری ۱۹۲۰ء بمقام دہلی، وفات: ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۸ء کراچی۔

(۲)

۶/جولائی ۱۹۸۲ء

محترمی جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے کہ آپ کے زیر نگرانی ایک مجلس کام کرے گی اور تحقیق کر کے دورِ اسلامی کے فوجی جنرلوں کے حالات پر مشتمل کتاب شائع کی جائے گی۔ بلاشبہ یہ بھی ایک اہم کام ہے اور اسے کیا جانا چاہیے۔ اخباری خبر میں جن جنرلوں کے نام دیے گئے ہیں ان میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا نام نہیں ہے حالانکہ ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ میجر جنرل اے آئی اکرم صاحب نے تین شام ہمدرد لیکچرز خالد بن ولیدؓ پر دیے تھے جو بعد میں ''سورڈ اوف اسلام'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں۔ (افسوس ہے کہ مصنف نے شام ہمدرد کو اس میں اکناج نہیں کیا ہے)۔ غالباً میجر جنرل اکرم ریٹائر ہو گئے ہیں اور آج کل ان کے بعض مضامین اخبارات میں دیکھے جا رہے ہیں۔

اس موضوع پر اردو میں کئی کتابیں ہیں ''اسلامی سپہ سالار'' وغیرہ اردو کے اس کام کو پیش نظر رکھنا شاید مناسب ہو۔

میں جب بھی کراچی میں ڈفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں جاتا ہوں مجھے دو خیالات آتے ہیں:

۱۔ ہم نے ڈفنس سوسائٹی بنائی اور انڈیا نے ڈفنس بنایا ہے۔

۲۔ اس سوسائٹی میں علاقوں اور سڑکوں کے نام عجیب وغریب ہیں۔ اب کہ یہ ڈیفنس سوسائٹی بن گئی ہے ہم کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ یہاں ہم اپنی تاریخ کو دہرا دیں اور دورِ اسلامی کے سپہ سالاران افواج کے نام ہائے گرامی پر اس سوسائٹی میں سڑکوں کے نام رکھ دیں۔ اب کتاب کا ذکر آیا ہے تو میرے اس خیال کو تقویت پہنچی ہے۔ میری رائے ہے کہ سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ ڈفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کا پلان سامنے رکھنا چاہیے اور اس میں موجود علاقوں اور سڑکوں کے نام عہد بہ عہد ترتیب کے لحاظ سے سپہ سالاران اسلام کے ناموں پر رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ کام ایک کتاب سے زیادہ ضروری ہے۔

احترامات فائقہ

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

(۳)

بلا تاریخ

۱۹۸۲ء

عزیز محترم جناب ڈاکٹر بلوچ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخلاقیاتِ تمدن ،اخلاقیاتِ تعلیم اور اخلاقیاتِ زبان وقلم ،صحافت پر پشاور، راولپنڈی، لاہور اور کراچی میں راؤنڈ ٹیبلز (گول میز کانفرنس) بہ حیثیت مجموعی قابل اطمینان، پُرمقصد اور نتیجہ خیز رہی ہیں۔ میں اور میرے رفقا مصروف ہیں کہ ان کو کتابی شکل دے دی جائے۔ پاکستان کے کم از کم ایک سونوے اصحاب فکر وقلم نے اور دانشوروں نے ان میں پوری معنویت وجاذبیت کے ساتھ حصہ لیا ہے اور مسائل اخلاقیات پر خلوص وانس کی پوری توانائیوں اور رفعتوں کے ساتھ اظہار رائے کیا ہے جو فکر ونظر کے لیے وسعتوں کا سامان کرتا ہے اور میدان عمل میں پیش رفتوں کے لیے راہوں کو ہموار کرتا ہے۔ ان اصحاب دانش اور ان اکابر رجال کے لیے میرا رواں رواں متشکر ہے۔ میں ان کی رفعتوں اور عظمتوں کو سلام کرتا ہوں اور ان کے علوئے مرتبت کے لیے دست بہ دعا ہوں۔

اخلاقیات زبان وقلم

اگست 1982ء کے لیے گول میز کانفرنس کا موضوع ''اخلاقیاتِ زبان وقلم'' تھا اور یقیناً نہایت نازک واہم موضوع۔ نزاکت واہمیت کے علی الرغم اس موضوع کے پھیلاؤ کے پیش نظر یہ ممکن نہیں تھا کہ ہر شہر میں ایک راؤنڈ ٹیبل موضوع کا احاطہ کامل کر سکے اور پھر

گول ایک ''گول فیصل'' معرض وجود میں آ سکے۔ اس لیے اس موضوع کو کم از کم تین حصوں میں تقسیم کر دینا ناگزیر تھا:

(الف) اگست 1982ء میں راؤنڈ ٹیبل کا موضوع ''اخلاقیاتِ صحافت'' رہا۔

(ب) اکتوبر 1982ء میں ''اخلاقیاتِ ادب'' کو راؤنڈ ٹیبل کا موضوع قرار دیا گیا ہے۔

(ج) اور پھر دسمبر 1982ء میں ''اخلاقیاتِ ریڈیو اور ٹیلی وژن'' موضوع بحث ہوگا۔

اخلاقیات زبان وقلم۔ ادب

شعروادب حیاتِ انسانی پر نہایت گہرا اثر ڈالتے ہیں اور تہذیب وتمدن سے شعر وادب کا گہرا تعلق ہے۔ معاشرے کے مدوجزر میں اور معاشرت کے نشیب وفراز میں شعروادب کے مظاہر ہمیشہ اور ہر دور میں قابل فکر وتوجہ رہے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ دیکھنا ضروری اور اس کا جائزہ لینا مناسب ہے اور تقاضائے وقت کہ پاکستان میں شعر وادب کا کیا مقام ہے اور اس نے پاکستان کی تعمیر میں اور یہاں تہذیب وتمدن میں کس قدر اور کس انداز سے حصہ لیا ہے اور اس پر اثر اندازی اور اس اثر پذیری کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں اور معاشرت کے حسن وقبح کا شعروادب سے کس قدر تعلق رہا ہے؟

شامِ ہمدرد کے زیر عنوان گول میز میں ہمارا موضوع فکر وبحث اخلاقیات شعر وادب ہوگا اور میں بڑے خلوص وادب کے ساتھ اس میں شرکت کے لیے اپنی اس تحریر کے ذریعہ سے آپ کو دعوت دینے کا شرف حاصل کر رہا ہوں:

اکتوبر 1982ء میں گول میز کا شیڈول درج ذیل ہے

پشاور 4، اکتوبر 1982

راولپنڈی 5، اکتوبر 1982

لاہور 7، اکتوبر 1982

کراچی 14، اکتوبر 1982

میں نے مقررین اور باحشین کرام کا ایک خاکہ مرتب کیا ہے اور اس میں آپ کا نام گرامی شریک کیا ہے۔

اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ کا نام شریک کر کے دعوت نامے جاری کر دوں۔

میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں اور احترامات فرواں پیش کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

(۴)

بلا تاریخ

۱۹۸۳ء

سفیر اخلاق حضرت محترم ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فکرِ بلیغ نے اور آپ کی نگاہ عمیق نے یقیناً پاکستان میں معیارات اخلاق کا جائزہ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ زوال اخلاق اور انحطاط کردار نے جو وبائی صورت اختیار کی ہے اس پر آپ کو یقیناً تشویش ہے۔ایک ایسی ریاست ومملکت میں کہ جو بہ عنوان اسلام معرض وجود میں آئی ہے وہاں اسلام اور اخلاق کا عملاً بھی ہم معنی ہونا لازم ہے۔مگر اس حقیقت سے صرف نظر اوران اقدار سے غفلت کا جو عالم ہے وہ یقیناً تشویش ناک ہے۔

آپ نے اپنے فکر وقلم سے اس سنگین اور ہولناک صورت حال کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔میں نے آپ کی نگارشات کا مطالعہ کیا ہے اور آپ کی تقاریر

کا بھی مجھے شرف حاصل ہوا ہے۔الحمد للہ آپ کے فکر ونظر اور آپ کے خطاب کے اثرات افراد ملت نے قبول کیے ہیں۔بہ ایں ہمہ حالات توجہ مزید کا تقاضا کر رہے ہیں اس لیے کہ اکثر حالات میں اصحاب فکر ونظر کی توقعات کے برعکس نتائج ہمارے سامنے آرہے ہیں،اور شاید یہ کہنا صحیح تر ہوگا کہ زوالِ اخلاق کی موجودہ صورت حال سے ہمارا تشخص ملی معرض خطر میں ہے اور مملکت پاکستانیہ کی عظمت ورفعت کو اس صورت حال سے ہزار خطرات لاحق ہیں۔

اس تحریر کا منشا یہ ہے کہ ہم آپ سے رہنمائی کی درخواست کریں کہ ہم ''آواز اخلاق'' کے تحت اب کس قسم کے اقدامات کریں کہ صورت حال پر قابو پایا جا سکے۔مجھے یقین ہے کہ آپ قلب ونظر کی پوری توانائیوں کے ساتھ اس میدان میں خود بھی پیش رفت کا مزید سامان فرمائیں گے اور ہمیں بھی اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازیں گے۔

میری اس تحریر کا محرّک یہ جذبہء صادق ہے کہ تحریک آواز اخلاق کو وسعتیں دینے کے لیے اور اس تحریکِ ملّی کو موثر تر بنانے کے لیے ایک ''شوریٰ آواز اخلاق'' کا وجود از بس ضروری ہے۔

آپ نے پورے دردِ دل کے ساتھ اور پورے سوز وگداز کے ساتھ مذاکرۂ ملّی اخلاقیاتِ نبویؐ اور مذاکرۂ خودی میں حصہ لیا ہے۔اس لیے شوریٰ آواز اخلاق کے لیے آپ سے زیادہ موزوں رکنیت اور کس کی ہو سکتی ہے۔میری درخواست کو شرف قبول فرما کر مجھے اس میدان میں اپنی رہنمائیوں کے ساتھ پیش رفت کی ہمت عطا فرمائیے۔

بہ احترامات فراواں

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

(۵)

۷رفروری ۱۹۸۴ء

جناب محترم ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نامہ گرامی مورخہ یکم فروری سنہ ۱۹۸۴ء مجھے مل گیا ہے۔ ممنون کرم ہوں۔ ''پاکستان ہجرہ نیوز'' کا شمارہ ۲ جلد ۱ مورخہ فروری سنہ ۱۹۸۲ء میں نے دلچسپی سے دیکھا ہے۔ آپ نے اس میں مدینۃ الحکمۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ میں اس لطف وکرم کے لیے ممنون ہوں۔

آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ از راہ کرم دعا فرمایئے کہ میں اس شہر علم وحکمت کو قائم کرسکوں۔ شب وروز جد وجہد کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے کامیابی عطا فرمائیں۔

احترامات

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

(۶)

۲۲راپریل ۱۹۸۲ء

عزیز محترم ومکرم عالی قدر ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خودی

مادیات اور روحانیات کی کشمکش کے اس دور میں انسان کے اندر ایک تصادم جاری ہے اور اس کی شدت نے ایک ایسے ذہنی تناؤ کی شکل اختیار کرلی ہے کہ ہمارے تخلیقی

ہوتے خشک ہوتے جارہے ہیں اور ذوق عمل مرجھاتا جارہا ہے۔ اس اندرونی تصادم کے نتیجے میں شخصیت کے مخفی جوہروں کے نشوونما پانے کے بجائے شخصیت میں ٹوٹ پھوٹ ہونے لگی ہے۔ جب ذوق نمو کو میدان عمل نہ ملے تو اخلاقی انحاط شروع ہوجاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو کھودیتا ہے، گویا خودی کے جوہر سے محروم ہوجاتا ہے۔

خودشناسی یا عرفانِ ذات کی کمی نے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں طرح طرح کے فساد پیدا کیے ہیں جس کے مظاہر ہمیں اپنی تہذیب وتمدن اور ثقافت نیز اپنی تعلیم وادب، صحافت، صنعت، تجارت، سیاست غرض ہر شعبۂ زندگی میں نظر آتے ہیں۔

مفکرین اسلام نے عرفان وآگہی کی جو شمعیں روشن کی ہیں ان کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگرچہ انسان کے مادی وجود کو روحانی پہلو کے تابع کرنے اور بہیمیت وملکوتیت کے صحیح امتزاج سے اس کی خودی کو بحال اور بلند کرنے کے لیے انداز فکر میں جزوی اختلافات اور اصطلاحات کا فرق ہے، لیکن خودی اور جوہر ذاتی کے نشوونما کی اہمیت بہرحال سب مفکرین اسلام کے نزدیک مسلم ہے، اور یہ بھی مسلم ہے کہ ایک نمونہ کامل کے بغیر انسانیت کی تکمیل اور انسانی صفات کی تعمیر ممکن نہیں ہے۔ جنابِ فخرِ الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی بشریت کو اہمیت دی، اور کبھی اپنے کو مافوق الفطرت قرار نہیں دیا اور مادی تقاضوں کی نفی نہیں کی بلکہ وہ راہ دکھائی جس پر چل کر انسان کی پوشیدہ صلاحیتیں نمایاں ہوجاتی ہیں اور وہ اپنے ابنائے جنس کے لیے زحمت کے بجائے رحمت بن جاتا ہے۔

ضرورت ہے کہ آج کے حالات میں ہم عرفانِ نفس اور عرفانِ حق کے تعلق کو سمجھیں اور کتاب اللہ اور سیرتِ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست روشنی حاصل کریں تاکہ ہم معرفت نفس، عرفان ذات کی منزلیں طے کرتے ہوئے احترام انسانیت اور ایمان و آگہی کی نعمتوں سے متمتع ہوسکیں۔

میری خواہش ہے کہ آنے والے ماہ ربیع الاوّل میں ہم تعلیمات رسول ﷺ کا اس انداز پر مطالعہ کریں کہ جس سے وہ عوامل اجاگر ہوسکیں جنھوں نے اس انسان کی شخصیت اور خودی کو دبا اور جھکا رکھا ہے اور وہ مسلم ہوتے ہوئے بھی تسلیم ورضا کی صفت سے عاری ہے اور خود شناسی سے محروم۔ سرکار ﷺ کی سیرت وتعلیمات میں ہمیں یقیناً وہ روشنی اور تپش مل سکتی ہے کہ جو ہماری خودی کو جگا کر ہمیں ایک بھرپور انسان بنا دے۔

میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ میری ان معروضات کی روشنی میں ایک ''مذاکرۂ ملّی تعلیمات نبوی ﷺ'' کے موضوعات تیار کرنے میں میری مدد فرمائیں اور خود اپنے لیے بھی کسی موضوع کا انتخاب کر کے مجھے مطلع فرمائیں۔

ابتدائی غور وفکر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ خودی کا شعور وادراک اور اس کے عملی مظاہر کا مطالعہ فرد کی زندگی (انفرادی سطح) اور ہیئت اقوام وامم (اجتماعی سطح) کے تناظر میں کیا جانا چاہیے۔ بہ ایں ہمہ مسئلے کا اجتماعی وملّی پہلو اہمیت کا حامل ہے۔ انداز فکر یہ ہے کہ افراد کی زندگی میں خودی کے انجذاب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس کے عملی حصول کے لیے حیات طیّبہ کے ایک ایک دور اور ایک ایک واقعہ سے رہنمائی حاصل کرنا ہماری ناگزیر ضرورت ہے۔ اجتماعی زندگی کا کوئی بھی مظہر ہو، خارجہ حکمت عملی ہو یا دفاعی خود اعتمادی، اقتصادی ومعاشی خود کفالت ہو یا معاشرتی ضابطہء اخلاق میں دوسرے افراد اور گروہوں کا احترام بالآخر نتیجہ خیزی اس امر پر موقوف ہے کہ کسی معاشرے کے افراد کے قلوب واذہان میں خودی کی آبیاری اور نشوونما کن خطوط پر ہوئی ہے۔

ہم نے ایک خاکۂ عمل مرتب کیا ہے۔ میں اپنی اس تحریر کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔ یہ حتمی نہیں ہے اس میں آپ کے مشوروں کی شدید ضرورت ہے۔

آپ جان سکتے ہیں کہ میں آپ کے جواب کے لیے کس درجہ بے چین ہوں گا۔ آپ کے جلد از جلد مشورے کے بعد میں ''مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی کو حتمی شکل دے

دوں گا اور حسب سابق اس کے انتظامات میں آپ کے مشوروں اور اپنے پرخلوص رفقا کے ساتھ مصروف ہو جاؤں گا۔

احترامات فرواں
آپ کا مخلص
حکیم محمد سعید

مذاکرۂ ملّی تعلیمات نبوی ﷺ۔ خودی

۹ تا ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ ہجری

افتتاح وآغاز مذاکرہ	:	۱۰ بجے صبح
اجلاس اول	:	۲ بجے سہ پہر

۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۳ ہجری

اجلاس دوم	:	۹ بجے صبح
موضوع	:	خودی قرآن حکیم کی روشنی میں
اجلاس سوم	:	۲ بجے سہ پہر
موضوع	:	خودی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

۱۱ ربیع اول ۱۴۰۳ ہجری

اجلاس چہارم	:	۹ بجے صبح
موضوع	:	خودی اور مفکرین اسلام
اجلاس پنجم	:	۲ بجے سہ پہر
موضوع	:	خودی اور پاکستان

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ ہجری

اجلاس ششم	:	۹ بجے صبح
موضوع	:	خودی اور پاکستان

- انفرادی خودی
- اجتماعی (ملّی خودی)
- خودی اور نظام ونصاب تعلیم
- خودی اور نظام اقتصاد ومعاش
- خودی اور خارجہ حکمت عملی
- خودی اور دفاعی منصوبہ بندی
- خودی اور میدان طب وصحت
- خودی اور تہذیب وثقافت

اجلاس اختتامی	:	۲ بجے سہ پہر — خودی اور نظام عدل واحسان
لیکچر	:	خودی سیرت طاہرہؐ کی روشنی میں (درسِ خودی)
		خودی کو صورتِ عمل کو دینے کی راہیں (تجاویز فکر وعمل)

مذاکرۂ ملّی تعلیماتِ نبوی۔ نظریہ وفلسفہء اسلامی

۲۲ راپریل ۱۹۸۵ء

☆ہم نے اس مذاکرہ ملی کا حاصل مذاکرہ مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی تھی۔

☆اس کمیٹی کا دوسرا جلسہ اسلام آباد میں 16/15، اپریل کو ہوا۔

☆15 اپریل کی شب 8 بجے سے گیارہ بجے تک تبادل خیال کا سلسلہ جاری رہا۔

☆میں ان دونوں دن آخر میں شریک ہوتا رہا۔

الحمدللہ 16 کی رات کو ہم ڈرافٹ کو حتمی شکل دے لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اب جناب محترم پروفیسر ظہور احمد اعوان (پشاور) ڈرافٹ لکھ رہے ہیں۔

وہ ڈرافٹ تیار کر کے اسلام آباد محترمی ڈاکٹر رضی الدین صدیقی صاحب کو بھجوا دیں گے

اور محترم جناب ڈاکٹر اظہر حمید صاحب، ڈاکٹر صدیقی صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہفتے

اس اس کو حتمی صورت دے کر کراچی بھجوا دیں گے۔

کراچی میں اس کو سائیکلو اسٹائل کر دیا جائے گا، (ایک طرف کاغذ کے)

ایک صفحہ ڈرافٹ

دو صفحے سادہ

پھر دو صفحے سادہ

پھر ایک صفحہ ڈرافٹ

اس انداز سے اس کی بائنڈنگ ہوگی۔

کم از کم 70 کتابیں تیار ہوں گی۔ ان کتابوں کو رجسٹرڈ ڈاک سے تقسیم کرنا ہے

ارکان کمیٹی کے ارکان کو ایک ایک

25 مندوبین کے نام دو دو کاپیاں (انتخاب میں کروں گا)

اس کتاب کے ساتھ ایک خط جائے گا

حکیم محمد سعید

(۷)

۲ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (مطابق ۱۷ رجون ۱۹۸۵ء)

عزیز من ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب

السلام علیکم رحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اپنی عید کی

مسرتوں میں مجھے یاد فرمایا۔ تبریک و تہنیت عید سے مجھے شاد فرمایا اور اپنے خلوص وانس کا مظاہرہ فرمایا۔ بہ صمیم قلب ممنون ہوں۔

آپ کا عید نامہ ۲۷ رمضان یوم نزول قرآن یوم قیام پاکستان کی ساعت ہا... نیک میں مجھے ملا۔ آج پاکستان کے قیام کو اکیاون سال ہو گئے ہیں۔ میری طرف سے عید الفطر اور عید پاکستان کی مبارک باد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب بلند فرمائیں اور آپ کو صحت مند رکھیں اور اپنے حفظ و امان میں

پاکستان میں ایک بے چینی عام ہے کہ ہم نے عظیم پاکستان کو عظیم تر بنانے میں زبردست کوتاہیاں کی ہیں اور غفلت ہائے کثیر سے تعمیر و ترقی وطن کی راہوں کو مسدود کیا ہے اور اپنے کردار واخلاق کی رفعت و عظمت کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ اس صورت حال نے پاکستان کے لیے بکثرت مسائل سے نبرد آزما کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائیں اور مدد کہ ہم عظمت و رفعت پاکستان کے لیے متحد و مستعد ہو جائیں اور غلطی ہائے ماضی سے شرمسار ہو کر تعمیر و ترقی پاکستان کے لیے عزم تازہ کے ساتھ جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کریں۔

بہ احترامات فراواں

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

(۸)

بلا تاریخ

جناب محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں بہ صمیم قلب عید پاکستان اور عید فطر کی پر خلوص مبارک با...

...دل کرتا ہوں۔ چند سادہ عید کارڈ آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔ ان میں جو پیغام درج ہے وہ بستی بستی پہنچ کر وطن عزیز کے ہر دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔

تاریخ کا یہ قران السعدین پاکستان کے درخشاں مستقبل، ترقی و توقیر اور بے پایاں انتہائی خوشی کا وہ انعام ہے جو احیائے اسلام کے لیے اس خطۂ زمین کے مقدر میں ازل سے لکھا جا چکا ہے۔

مجھے یقین ہے ان عید کارڈوں کے ذریعہ سے اس خوشی اور مسرت کو دوسروں تک ...آپ بھی سرور و انبساط محسوس کریں گے۔

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

(۹)

...تاریخ

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اس کی عطا کردہ توفیق کی وجہ سے میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ ایک ''ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی پاکستان'' کی بنا ڈال کر اس کے کام کے آغاز کا سامان کر سکوں

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی پاکستان کے میمورنڈم اوف ایسوسی ایشن زیر تیاری ہیں جس کے ...ایشن کے انتظامات بھی ہو رہے ہیں۔ ویسے ذہنی اور فکری طور پر یہ سوسائٹی ...اور رمضان المبارک کو قائم کر دی جائے گی۔

...میں نے سوسائٹی کے مقاصد وضع کیے ہیں۔ میں اپنی اس تحریر کے ساتھ مقاصد ...اور انگریزی میں آپ کی خدمت میں اس فوری درخواست کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ

ازراہِ کرم بہ حیثیت ماہرِ تعلیم آپ اس میں حذف و اضافہ تجویز فرما دیجئے اور جس قدر ممکن ہو جلد مجھے واپس کر دیجئے تاکہ سوسائٹی کے رجسٹریشن میں ایک روز کی بھی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

میں آپ کی خدمت میں احترامات پیش کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

ڈاکٹر مختار الدین احمد [1]

یکم اگست ۲۰۰۵ء

برادر مکرم و محترم۔ السلام علیکم

آپ کا والا نامہ تشریف لایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ الاستاذ المیمنی اور ڈاکٹر حمید اللہ کے خطوط پر مشتمل دو فائلیں [2] اور سندھ پر اپنی کتاب [3] آپ مجھے بھیجنا چاہتے ہیں لیکن شائد محفوظ اور مستند ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے اب تک نہ بھیج سکے۔

میں نے فوراً ۸ جولائی کو 52/ خرچ کر کے ایک ٹیلی گرام آپ کو بھیجا (چونکہ ... کم رہ گیا تھا) کہ علی گڑھ سے ظفر الدین صاحب، پروفیسر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی ... کے لیے حیدرآباد گئے ہوئے اور اب کوئی ڈیڑھ ماہ قیام کے بعد واپس آ رہے ہیں ... کے ہاتھ آپ یہ تینوں چیزیں بھیج دیں تو بحفاظت وہ میرے پاس آ جائیں۔

اسی تار کے ساتھ ای۔ میل پر ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کے تلمیذ خاص رفیق احمد ... صاحب [4] (D/116 یونٹ نمبر ۱۰ لطیف آباد حیدرآباد سندھ) کو خط بلکہ خطوط لکھے کہ ... ظفر الدین صاحب کی پروفیسر نبی بخش بلوچ صاحب سے ملاقات کا انتظام کر دیں ... ڈاکٹر ... احمد خاں صاحب [5] سے بھی رفیق احمد صاحب کے ذریعہ یہی پیغام بھجوایا۔ لیکن ظفر الدین خالی ہاتھ علی گڑھ واپس آئے، نہ کتاب لائے نہ فائلیں۔ معلوم ہوا دو بار آپ ... پاس گئے، ایک بار آپ موجود نہ تھے دوسری بار آپ مصروف تھے، مہمانوں میں آپ ... بھی نہ کر سکے ان سے۔ وہ ایک گھنٹے کے بعد کراچی اور وہاں سے ایئرپورٹ جانے ... تھے۔ آپ کی ملاقات سے محروم واپس آئے۔

معلوم ہوا کسی شخص نے ان سے کہہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب مصروف ہیں ایک گھنٹہ بعد آیئے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ اگر بلوچ صاحب کو معلوم ہوجاتا کہ آپ علی گڑھ سے آئے ہیں یا مختار الدین احمد کے بھیجے ہوئے ہیں تو ڈاکٹر صاحب ضرور ملتے۔

بہر حال مجھے افسوس ہوا کہ یہ نادر موقع کتاب اور فائل بھیجنے کا ضائع ہوگیا۔ ڈاکٹر منیر الدین احمد صاحب یا رفیق احمد صاحب اگر ظفر الدین صاحب کے ساتھ چلے جاتے آپ کے یہاں تو شائد ایسا نہ ہوتا۔

اب کیا خیال ہے؟ فرمایئے یہ چیزیں آپ کس طرح مجھے بھیجیں گے۔ یہ میرے لیے بہت اہم ہیں۔ اور مجھے ان کا شدید انتظار رہے گا۔

میرا ٹیلی گرام مورخہ ۸ جولائی اگر نہ ملا ہو تو ڈاک گھر سے رجوع فرمایئے اور مجھے لکھئے کہ میں شکایت کا خط پوسٹ ماسٹر جنرل کو لکھوں۔

امید مزاج بخیر و عافیت ہوگا۔ والسلام

آپ کا بھائی

مختار الدین احمد

---

(۱) ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ علامہ عبدالعزیز میمن کے نامور شاگرد اور ڈاکٹر بلوچ صاحب کے استاد بھائی۔ پیدائش: ۱۴ر نومبر ۱۹۲۴ء بمقام پٹنہ۔ وفات ۳۰ر جون ۲۰۱۰ء (علی گڑھ)۔ ڈاکٹر مختار الدین صاحب کے بارے میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کا مضمون ''ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو میرے عزیز استاد بھائی'' ملاحظہ فرمایئے در کتاب ''گلشن اردو۔ اردو مقالات نبی بخش بلوچ'' مرتبہ محمد راشد شیخ

(۲) ان فائلوں کے تمام خطوط پیش نظر کتاب میں شایع کیے جارہے ہیں۔

(۳) یہ کتاب تھی ''فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ'' جسے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے ایڈٹ کیا اور قومی کمیشن برائے تاریخ و ثقافت اسلام آباد سے ۱۹۸۲ء میں شایع کرایا تھا۔

(۴) ڈاکٹر رفیق احمد خان اس وقت استاد شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو ہیں۔

(۵) ڈاکٹر منیر احمد خان، ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان کے پوتے اور جانشین۔ حال استاد شعبہ عربی سندھ یونیورسٹی جام شورو۔

ڈاکٹر وحید قریشی [1]

(۱)

تاریخ: 1980-8-4

محترم ومکرم جناب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب۔ السلام علیکم

عظیم محقق، ادیب اور دانشور پروفیسر حافظ محمود شیرانی کی صد سالہ تقریب ولادت کی تقریبات 5، اکتوبر 1980ء سے برصغیر پاک وہند کے مختلف علمی مراکز میں شروع ہو رہی ہے۔ پروفیسر شیرانی مرحوم مشرقی علوم وفنون اور لسانیات پر تحقیقی اور تجزیاتی اعتبار سے کتنی گہری نظر اور بصیرت کے حامل تھے، یہ حقیقت آپ سے زیادہ اور کسے معلوم ہوگی۔ اس عظیم محقق اور عالم کی خدمات اور اسلوب تحقیق کو زندہ رکھنے اور نشوونما دینے کے لئے ''مجلس یادگار حافظ محمود شیرانی'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام صدی تقریبات کا آغاز تو 5، اکتوبر سے شروع ہوگا جس میں علمی نشستیں اور ایک بھرپور نمائش کا افتتاح بھی ہوگا اور جس میں حافظ صاحب کے مخطوطات، مسودات اور نوادرات کو پیش کیا جائے گا۔ اس موقع پر جامعہ پنجاب اور ملک کے دیگر علمی وادبی جرائد اپنے ''شیرانی نمبر'' شائع کریں گے۔

علوم وادبیات کی دنیا میں آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ یہ مجلس آپ کی ذات سے یہ توقع بجاطور پر وابستہ رکھتی ہے کہ آپ پروفیسر شیرانی کے حوالے سے کسی نہ کسی موضوع پر ایک علمی مقالہ یا مضمون تحریر فرمائیں گے اور اس کی ایک عدد نقل اگست کے آخر یا ستمبر کے آغاز میں مجلس کو بھجوا دیجئے گا تاکہ اس موضوع پر جو یادگاری کتب مرتب کی جا رہی ہیں اس میں اس کی طباعت کا بروقت اہتمام کیا جا سکے۔ اور پھر آپ اسے صدی تقریبات کے موقع پر کسی سیمینار میں بھی پیش فرمائیں گے۔

اگر آپ اپنی پسند کے کسی بھی موضوع پر قلم اٹھانا پسند فرمائیں تو مجلس آپ کی ممنون ہوگی۔

امید ہے آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

چشم براہ

(ڈاکٹر وحید قریشی)

صدر مجلس یادگار حافظ محمود شیرانی

....

(۱) ڈاکٹر وحید قریشی اردو اور فارسی کے محقق، استاد، مدیر اور سابق پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔ پیدائش: ۱۴رفروری ۱۹۲۵ء، وفات: ۱۷راکتوبر ۲۰۰۹ء لاہور

(۲) حافظ محمود خان شیرانی، اردو اور فارسی کے نامور محقق، مصنف، مخطوطہ شناس، سکہ شناس اور سابق استاد شعبہ فارسی اورینٹل کالج لاہور۔ پیدائش: ۵راکتوبر ۱۸۸۰ء بمقام ٹونک (راجستھان)، وفات: ۱۵رفروری ۱۹۴۶ء بمقام ٹونک

(۲)

۱۱ تاریخ

حوالہ مکتوب نمبر 11HCC.18/P مورخہ ۲۳رفروری ۱۹۸۳ء

مجی - تسلیم

گرامی نامہ ملا، مجلہ دیکھا، میرے لیے اس میں لکھنا اعزاز ہے۔ آج کل نئے کام میں مصروف ہوں، دفتری امور سے ذرا فرصت ہو جائے تو مقالہ ارسال خدمت ہوگا۔

اسلام آباد آیا تو حاضری دوں گا۔ ایک مدت سے آپ کی کرم فرمائی اور محبت سے محروم ہوں۔ والسلام

آپ کا

وحید قریشی

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی[1]

(۱)

13-4-1971

محترم معظم جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب زاد لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کل سے ابھی تک کراچی میں ہوں اور کل کسی طرح یہاں سے چلا جاؤں گا۔ کچھ تھک گیا ہوں ۔ آپ کا احسان ہوگا کہ اگر آپ از راہ نوازش ایک فوٹو اس کتاب سے شاعر اور پیر ابو البقا کا حاصل کر دیں نیز آپ ہر حالت میں تاریخ طاہری اور معصومی کا اردو ترجمہ جو آپ نے چھاپا ہے مہیا کر دیں۔ یہ علمی احسان ہوگا۔ اور آپ لاہور لیتے آئیں۔ اگر میں وہاں نہ ہوا تو آپ اردو بورڈ کے دفتر کی معرفت مہر[2] کے ہاں ارسال کر دینا۔

آپ کے ہاں کچھ وقت کے لیے قیام کیا، یہ اللہ ہی جانتا ہے بہت ہی لطف آیا۔ یہ ایک علمی ملاقات تھی۔ آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا احسان ہے۔ یاد رہے گا۔

بچوں کو دعوات

عبداللہ چغتائی

سندھی ادبی بورڈ سے کتابوں میں کچھ خرچ ہو تو میں روانہ کر دوں گا۔

....

(۱) ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ،مصنف ،مورخ اور ماہر علوم اسلامیہ تھے۔ پیدائش: ۱۸۹۶ء لاہور۔ وفات: ۱۹/ دسمبر ۱۹۸۴ء لاہور۔

(۲) مولانا غلام رسول مہر نامور محقق، مصنف اور صحافی۔ پیدائش: ۱۵/ اپریل ۱۸۹۵ء۔ وفات: ۱۶/ نومبر ۱۹۷۱ء بمقام لاہور۔

(۲)

۱۱ تاریخ

محترم معظم جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کیا آج کل ''منصورہ'' سندھ ہسٹری میں موجود ہے۔ اگر ہے تو کہاں ہے؟ اسے ڈاکٹر الکرام، تاریخ معصومی و چچ نامہ نے بیان کیا ہے۔

آپ کا خط مل گیا تھا جس کا شکریہ۔

عبداللہ چغتائی

ڈاکٹر محمد رفیع الدین (1)

۸،اپریل ۱۹۶۱ء

مکرم ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

میں نے تعلیم پر ایک کتاب لکھی ہے جو اب بفضل خدا مکمل ہو کر ٹائپ ہو گئی ہے۔اس کا عنوان ہے "The First Principles of Educatoin" کتاب کے پانچ ابواب ہیں، جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

Chap. 1 The Confusion of modern Education-Num, Dewey

Chap 2. The urge for educational growth

Chap 3. The misinterpretation of the urge for educational growth-Mc Dongall, Freud, Adler and Marx

Chap 4. The nature of the educational process

Chap 5. The conditions of perfect Educational growth

میں اس کتاب کو Education میں Ph.D کے لئے کسی یونیورسٹی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

کیا آپ مجھے اس سلسلہ میں کوئی راہنمائی کر سکیں گے۔اگر سندھ یونیورسٹی میں

کتاب پیش کی جا سکے تو مجھے بتائیے اس کے لیے کیا اقدامات کرنے کی ضرورت ہوگی

والسلام

امید کہ آپ بواپسی ڈاک جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

محمد رفیع الدین

(1) ڈاکٹر محمد رفیع الدین ماہر تعلیم، مصنف، ماہر اقبالیات اور مفکر تھے۔ پیدائش: ۱۹۰۴ء بمقام [illegible]، وفات: ۲۹ رنومبر ۱۹۶۹ء کراچی

ڈاکٹر عبدالشکور احسن[1]

۲۸/جون ۱۹۸۸ء

مکرمی و محترمی جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم۔ گرامی نامہ باعث افتخار و مسرت ہوا۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے ''حیات اقبال کے چند مخفی گوشے''[2] پسند فرمائی۔ رجال و اماکن کی فہرست بادل نخواستہ اس لیے حذف کرنا پڑی کہ کتاب کی ضخامت پہلے ہی بہت زیادہ ہوگئی تھی اور مرتب کتاب اس میں کمی کرنے کو تیار نہیں تھے۔

آپ کی تصنیف ''مولانا آزاد سبحانی''[3] پریس میں جاچکی ہے۔ طباعت کی رفتار کچھ سست پڑ گئی ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو پروف دکھائے گئے ان میں سیاہی کی کمی بیشی نے صفحات کے حسن کو مجروح کردیا تھا چنانچہ بار بار پروف نکلوائے گئے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ دوسرے یہ کہ محترم چودھری بشیر احمد صاحب پروف ریڈنگ میں حد سے زیادہ احتیاط سے کام لے رہے ہیں اور اگر انہیں کسی اقتباس کی عبارت کی صحت کے بارے میں ذرا سا شک بھی پیدا ہوجائے تو وہ لائبریریوں میں جا کر ماخذ کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ ان کی یہ محنت قابل ستائش و احترام ہے۔ اس کے علاوہ وہ رمضان المبارک میں زیادہ کام نہیں کرسکتے اور اب بھی گاہے گاہے علالت کی وجہ سے انہیں کام سے ہاتھ روکنا پڑتا ہے۔

بہرحال ان تمام باتوں کے باوجود تقریباً ۹۶ صفحات کمپوز ہوچکے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ آپ کی کتاب بہت اہتمام سے چھپے۔ اس لیے اگر کچھ تاخیر ہوگئی تو معاف کردیجیے گا۔

آپ نے از راہ محبت عید کے موقع پر یاد فرمایا۔ میری کوتاہی کہ میں اب تک اس کا شکریہ ادا نہ کرسکا۔ اس کے لیے دل سے معذرت خواہ ہوں۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ والسلام

آپ کا

عبدالشکور احسن

....

(۱) ڈاکٹر عبدالشکور احسن ماہر تعلیم، اردو، فارسی اور انگریزی کے ادیب، محقق اور اقبال شناس تھے۔ پیدائش: ۵/جنوری ۱۹۱۶ء، وفات: ۱۱/مارچ ۲۰۰۷ء لاہور۔

(۲) ''حیات اقبال کے چند مخفی گوشے'' محمد عبداللہ قریشی کی تالیف ہے جسے بزم اقبال لاہور نے شایع کیا تھا۔

(۳) ڈاکٹر بلوچ صاحب کی کتاب ''مولانا آزاد سبحانی۔ تحریک آزادی کے ایک مقتدر رہنما'' جسے ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ۱۹۸۹ء میں شایع کیا تھا۔ ڈاکٹر عبدالشکور احسن اس وقت میں اس سوسائٹی کے ڈائرکٹر تھے۔

نور احمد خان فریدی[1]

(۱)

۲۸ / جون ۱۹۷۱ء

جناب مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ سرائیکی میں ترجمہ کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔ رسالہ جلد بندی کے مراحل طے کر رہا ہے، دو تین دنوں تک پوسٹ کر دیا جائے گا۔ موجودہ صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ ''سرائیکی ادب''[2] کی مالی پوزیشن مضبوط کی جائے۔ آپ کے حلقۂ اثر میں یقیناً سرائیکی سمجھنے والوں کی کافی تعداد ہوگی۔ ان میں سے ایسے حضرات کے پتے بواپسی ڈاک ارسال کریں جو اب رسالہ ہٰذا کا وی پی وصول کر سکیں۔ سندھ یونیورسٹی کو کتنے اور کس پتے پر وی پی کئے جائیں۔ یہ ماہنامہ خطِ نسخ میں لکھا گیا ہے۔

جناب مخدوم محمد زماں طالب المولیٰ[3] کی خواہش ہے کہ ان کی خاندانی کتاب ''سفینۃ النوح'' کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ جناب غلام ربانی صاحب سیکریٹری سندھی ادبی بورڈ نے اس سلسلے میں جو خط لکھا ہے اس میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ رہائش حیدر آباد میں مخدوم صاحب کے بنگلے میں رکھنی پڑے گی۔ اگر یہ سلسلہ بن گیا، تو سندھی سرائیکی سلسلے میں مزید تبادلہ خیال کا موقع مل سکے گا۔

اُمید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوگا۔ تاریخ ملتان کی جلد اول عہد قدیم سے عہد قریش (مخدوم محمد یوسف، فرماں روائے ملتان) تک طبع ہو کر جلد بندی کے مراحل طے کر رہی ہے۔ دوسری جلد کے ۲۸۰ صفحات کتابت ہو چکے ہیں۔ میری صحت پہلے سے بہتر ہے مگر جس شخص کا پتہ نہ ہو اس کا کیا جینا ہے۔ نہ گھی استعمال کرنے کی اجازت ہے اور نہ دودھ و روغنیات ہر قسم کی۔ محض رحمت الٰہی کے بھروسے پر جی رہا ہوں۔

رسالہ چھپ چکا ہے اور ارسال ہے۔ براہ کرم اسے زندہ رکھنے میں میری مدد فرمائیں۔ سندھ یونیورسٹی سے چند منی آرڈر کرائیں اور دیگر سرائیکی نواز احباب کے پتے ارسال فرمائیں۔

والسلام

خاکسار

نور احمد خان فریدی

....

(۱) نور احمد خان فریدی ادیب، محقق اور مورخ تھے۔ پیدائش: ۱۵/ ستمبر ۱۹۰۸ء بمقام ملتان۔ وفات ۱۹/ اکتوبر ۱۹۹۴ء ملتان۔ نور احمد خان فریدی کی معروف کتب کے نام خط نمبر ۲ کے حواشی میں درج کیے گئے ہیں۔

(۲) نور احمد خان فریدی کے زیر ادارت شایع ہونے والا رسالہ

(۳) مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ سندھ کی معروف روحانی، سیاسی اور علمی شخصیت۔ سابق سجادہ نشین درگاہ ہالا۔ پیدائش: ۱۶/ ستمبر ۱۹۱۹ء بمقام ہالا، وفات: ۱۱/ جنوری ۱۹۹۳ء کراچی

(۲)

4-2-1982

برادر مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

''دیوانِ فرید'' کی دوسری جلد انشاء اللہ ۲۵/۲ تک منظر عام پر آجائے گی ۶، ۵ مارچ کو خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کا عرس ہے۔ خواجہ فرید اکیڈیمی اس موقع پر دیوانِ فرید کی تقریب افتتاح منعقد کر رہی ہے۔ سیکریٹری اکیڈیمی صاحب نے صدر مملکت سے صدارت کی درخواست کی ہے۔ اگر انہیں فرصت نہ ہوئی تو پھر وزیر مذہبی امور کو مدعو

کیا جائے گا۔اس موقع پر ۱۶ صفحات کا دیوان شریف سے متعلق تعارفی کتابچہ شائع کیا جارہا ہے۔دوسرے معروف دانشوروں کے ہمراہ آپ کی تقریظ کا خلاصہ بھی بطور تاثرات کے شامل کیا گیا ہے۔براہ کرم آج ہی اپنا فوٹو اور مختصراً اپنا تعارف ارسال کرکے شکریہ کا موقع بخشیں۔

آج ۲/۴ ہے ۲/۷ تک آپ کا فوٹو اور تعارف مل جانا چاہیے۔والسلام

خاکسار

نور احمد خان فریدی

(۳)

22-1-1982

مکرم معظم جناب ڈاکٹر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔عنایت نامہ باصرہ نواز ہوا،شکریہ۔اکادمی ادبیات سے وظیفہ مل رہا ہے اور یہ سب خداوند کریم کی عنایت اور آپ کی شفقت سے ہوا ہے۔جس کی لیے بندہ اپنے رب کریم کا شکر گزار اور آپ کا احسان مند ہے۔

یہ ۷۶ سال کا بوڑھا شخص جس کا نہ گردہ ہے نہ پتہ،جس کی دو آنکھیں موتیا کے آپریشن سے گزر چکی ہیں،اب بھی برابر مصروف کار ہے۔'سندھ کے تالپور حکمران' اور 'صدر الدین عارف'۔یہ دو کتابیں جناب نے ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔احقر نے خاصی محنت کی ہے۔کلہوڑوں پر تو مولانا غلام رسول مہر نے دو جلدیں طبع کرائی تھیں [۱] مگر تالپوروں کی تاریخ ہنوز اس انتظار میں تھی کہ: مردے از غیب بروں آید و کارے بکشد

سندھ کے تالپور حکمرانوں سے آپ کی خاصی دلچسپی ہونی چاہیے۔آپ کی نظر میں یہ کیسی رہی ہے؟

آپ کے ساتھ ساتھ یہ کتابیں اکادمی ادبیات پاکستان اور منسٹری آف ڈیفنس کو بھی بھجوائی تھیں۔میر علی احمد خان صاحب [۲] نے احقر کی محنت کو سراہا ہے۔

اب احقر ملتان پر ایک تحقیقی کتاب طبع کررہا ہے۔اس کا نام 'ملتان اور مؤرخین ملتان' ہے۔ملتان پر جس قدر تاریخی کتب طبع ہوئی ہیں احقر نے ان سب پر تنقید کی ہے۔آپ ماشاءاللہ ہسٹاریکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ ہیں۔آپ نے لاتعداد ادیبوں اور دانشوروں کو نوازا ہے۔خاکسار آپ کا احسان مند ہے کہ آپ اپنے احباب کو میری سفارش فرماتے ہیں لیکن درخواست یہ ہے کہ زیر طبع کتاب کے لیے مالی امداد مرحمت فرمائیں۔یہ کتاب مدون ہوکر کتابت بھی ہوچکی ہے۔اب صرف طباعت کا مرحلہ درپیش ہے اور ایک ہزار کی تعداد پر 20,000/ روپے خرچ آنے کا اندازہ ہے۔مگر میرے پاس اس وقت صرف 9320/ روپے ہیں۔جناب کو احقر کی تصانیف دیکھنے کا کئی بار اتفاق ہوا ہوگا۔نیاز اللہ کی تمام مطبوعات معیاری ہیں۔ان کی فہرست لیٹر پیڈ ہذا [۳] پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ازراہ کرم خصوصی مالی اعانت سے نوازیں تاکہ یہ کتاب طبع ہوسکے۔

والسلام

خاکسار

نور احمد خان فریدی

....

(۱) یہ دو جلدیں ''تاریخ کلھوڑا'' کے عنوان سے سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد نے شائع کی تھیں۔

(۲) میر علی احمد خان تالپور معروف سیاست داں،کارکن تحریک پاکستان اور سابق وزیر دفاع تھے۔پیدائش: ۱۳ راگست ۱۹۱۱ء بمقام ٹنڈو میر محمود (حیدرآباد)،وفات: ۵ را پریل ۱۹۸۷ء لندن۔تدفین ٹنڈو میر محمود میں ہوئی۔

(۳) نور احمد خان فریدی کے لیٹر پیڈ پر ان کی درج ذیل مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کے عنوانات درج ہیں:

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ، تذکرہ الشیخ العارف صدر الدین محمدؒ، تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم نور اللہ مرقدہٗ، تاریخ ملتان جلد اوّل و دوم، سرزمین ملتان، بلوچ قوم اور اس کی تاریخ، اسلامی افسانے جلد اوّل و دوم، دیوان فرید مترجم و مشرح، چاکرِ اعظم، سندھ کے تالپور حکمران، تذکرہ مشائخ چشت، خانقاہی نظام (غیر مطبوعہ)، تاریخ اسلام علم و تحقیق کی روشنی میں (غیر مطبوعہ)، بلوچ اور بلوچستان (غیر مطبوعہ)۔

(۴)

۲؍جون ۱۹۸۲ء

مکرم معظم جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں۔ اس کا جواب خلاف توقع نہیں ملا۔ گزشتہ پانچ سال سے بندہ مسلسل جسمانی اور ذہنی عوارض میں مبتلا چلا آتا ہے۔ پانچ آپریشنوں میں پتہ، بایاں گردہ، اور پیٹ کو کئی بار چیر اپھاڑا گیا۔ ابھی دو آپریشن ہونے باقی ہیں۔ خاص پرسوں ترسوں پراسٹیٹ کا آپریشن تھا۔ اور جولائی میں کوئٹہ جا کر بائیں آنکھ کے موتیا کا آپریشن کراؤں گا۔

بیماری کے ایام میں بھی جب کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی میں ایک کتاب ''سندھ کے تالپور حکمران'' کی تدوین کے سلسلے میں املا کراتا رہا۔ ممکن ہے تالپور کے لفظ سے آپ کو یہ گمان گزرے کہ اس میں علی احمد خان تالپور یا مرحوم رسول بخش تالپور[1] کا ذکر خیر ہوگا۔ ان دونوں بلوچ امراء کی بندہ کے دل میں بڑی قدر ہے، مگر ان کے حالات شامل کتاب کرنے سے ایک تو دوسرے تالپوروں کی حق تلفی ہوتی اور پھر بندہ کی حیثیت بھی ایک کاسہ لیس کی رہ جاتی۔ خدا اس لعنت سے محفوظ رکھے۔ بندہ کا قلم ہمیشہ آزاد رہا ہے۔ 'سندھ کے تالپور حکمران' میں حیدر آباد کے تالپور حکمران میر نصیر احمد خان تک ما لکانی سرکار کے شیر محمد خان

اور میر پور سندھ کے حکمرانوں کا علی مراد ثانی تک کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ پہلی جلد ہے اور اس میں صرف جنت آشیانی تالپور حکمرانوں کا ذکر ہے۔ میر علی احمد خان تالپور، میر رسول بخش تالپور، میر اللہ بچایو اور میر محمد بخش خاں وغیرہ تالپور امراء کا ذکر دوسری جلد میں آئے گا۔ جیسے میں نے آج تک اپنی مطبوعات کی طباعت کے سلسلے میں کسی میر وزیر کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا، اس کتاب کو گورنمنٹ کی اعانت سے طبع کرانا چاہتا ہوں۔ کسی تالپور امیر کا احسان اٹھانا نہیں چاہتا۔

ملتان میں ایک صاحب مہر عبدالحق[2] رہتے ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کے ... کا پنجابی میں ترجمہ کر کے آپ کی وساطت سے ایک لاکھ روپے کی طباعتی امداد حاصل کی حالانکہ یہ شاہ عبدالقادرؒ کے اردو ترجمے کا پنجابی ترجمہ ہے اور دو ماہ کا کام ہے۔

عتیق فکری[3] نے ملتان کی تاریخ پر قلم اٹھایا ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی میر ... علی گیلانی، مخدوم یوسف قریشی، منشی عبدالرحمن، شیخ اکرام الحق ایڈوکیٹ اور احقر کی لکھی ہوئی ملتان کی تاریخیں موجود ہیں۔ اتنی کتابوں کو سامنے رکھ کر ملتان کی تاریخ کو از سر نو مرتب کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ مگر اسے بھی جناب نے گورنمنٹ سے معقول گرانٹ دلا دی۔

لیکن بندہ جو کہ مستقل مریض ہے، جس کا نہ پتہ ہے نہ بایاں گردہ، پانچ بار آپریشن ہوئے، اب پھر اسی ہفتے پراسٹیٹ کا آپریشن ہونا ہے، جولائی میں کوئٹہ جا کر بائیں آنکھ کا آپریشن کرانا ہے۔ خاکسار کو یہ فخر حاصل حاصل ہے کہ بندہ کی مطبوعات میں آج تک کسی مخالف نے بھی غلطی کی نشان دہی نہیں کی اور پھر ''سندھ کے تالپور حکمران'' تو ایک ایسی کتاب ہے جس کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ میں نے 250 صفحات (20x26/8 سائز) میں اس کی کتابت بھی کرالی ہے۔ اس کا فوٹو اسٹیٹ آپ کے لئے کرایا ہے۔

آپ سے استدعا ہے کہ مجھے اجازت دیں تاکہ یہ کتابت شدہ مسودہ جناب کو بھیجوں، تاکہ آپ خود بھی ملاحظہ فرمائیں اور تاریخ وثقافت کے ذمہ دار حضرات بھی دیکھ لیں۔ اگر پسند آئے تو اس کی طباعت کے لیے گورنمنٹ سے مالی امداد دلائیں ورنہ ا... دیں۔

بندہ ضعیف العمر بوڑھا آدمی ہے مجھے نہ ناموری کی ضرورت ہے اور نہ روپے کی ہوس ہے، اللہ خاتمہ ایمان پر کردے۔ آمین

دعاگو

نور احمد خان فریدی عفی عنہ

---

(۱) میر رسول بخش تالپور معروف سیاست داں، کارکن تحریک پاکستان اور سابق گورنر سندھ تھے۔ پیدائش: ستمبر ۱۹۲۰ء بمقام ٹنڈو میر محمود (حیدرآباد)، وفات: یکم مئی ۱۹۸۲ء کراچی۔ میر رسول بخش تالپور میر علی احمد خان تالپور کے چھوٹے بھائی تھے۔

(۲) ڈاکٹر مہر عبدالحق، اردو اور ملتانی زبانوں کے محقق اور مصنف۔ پیدائش: یکم جولائی ۱۹۱۵ء بمقام ... وفات: ۲۳ر فروری ۱۹۹۵ء ملتان

(۳) علامہ عتیق فکری، صحافی، مورخ اور کئی تحقیقی کتب کے مولف تھے جن کا مستقل قیام ملتان میں تھا۔ پیدائش: ۱۵ر جولائی ۱۹۱۲ء ملتان۔ وفات: ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۶ء ملتان

(۵)

23-6-1983

حضرت المحترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

طویل غیر حاضری کے بعد عریضہ لکھ رہا ہوں۔ خدا کرے مزاج گرامی مع الخیر

۱۔ درج ذیل امور کے لیے رہنمائی مطلوب ہے:

ا۔ بندہ نے مسلسل آپریشنوں اور بیماریوں کے باوجود درج ذیل کتابوں کو مدون کیا ہے کیا تاریخ وثقافت کی وزارت ان کی طباعت میں احقر کی مدد کر سکتی ہے؟

ا۔ صدرالدین عارف جلد دوم

مشائخ سہروردی کی چوتھی جلد۔ اس میں اکبر اعظم کے دور سے عہد ناصر تک کے قریشی حضرات کا جو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کی اولادوں کا ذکر موجود ہے بشمول جسٹس ... کرم شاہ جج شرعی عدالت۔

۲۔ سندھ کے تالپور حکمران

اس میں کلہوڑوں کے دور آخر سے سقوط حیدرآباد تک کے واقعات درج ہیں اس مضمون پر پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ حیدرآباد اور سندھ کا آپ پر حق ہے۔ اس کی طباعت میں مدد کریں۔ میر علی احمد خاں وغیرہ سے امداد مناسب نہیں سمجھتا۔

۳۔ چاکر اعظم

بلوچ قوم کے بہادر جرنیل چاکر خان رند کی داستانِ حیات۔ بلوچستان میں بلوچوں کی آمد سے چاکر اعظم کے زمانے تک اس میں کے شامل ہیں۔

۴۔ ملتان اور مؤرخین

تاریخ ملتان پر مختلف کتب کے مصنفین سے جو اغلاط ظہور پذیر ہوئیں ان پر تبصرہ۔

۵۔ رند قبائل

جن قبائل نے چاکر خان رند کا ساتھ دیا تھا کھوسہ، بگٹی وغیرہ وغیرہ۔ ان کے حالات اور تجربات اس کتاب میں درج ہیں۔

درخواست لف ہے، توجہ فرمائیں۔ نیز چند سطور میں آپ کی رائے مطلوب ہے

محمد بن قاسم کے بعد ملتان پر جعفر علوی کی حکومت کا ذکر سیّد عبدالحی حسنی[1] نے اپنی کتاب ''نزہتہ الخواطر''[2] میں کیا ہے۔ کیا کسی کتاب میں آپ کی نظر سے یہ حوالہ گزرا ہے؟؟

خاکسار

نور احمد خان فریدی

....

(۱) مولانا حکیم سیّد عبدالحی، سابق ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو اور عربی اور اردو میں کئی بلند پایہ علمی، تحقیقی کتب کے مصنف۔ پیدائش: ۲۲ر دسمبر ۱۸۶۹ء بمقام رائے بریلی (یوپی)، وفات: ۲ر فروری ۱۹۲۳ء بمقام لکھنو۔ مولانا عبدالحی، نامور عالم اور عربی دان مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے والد مکرم تھے۔

(۲) اس کتاب کا مکمل نام نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر ہے اور یہ عربی زبان میں برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر کا معروف تذکرہ ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں ہیں اور اب اس کتاب کا عربی سے اردو ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن تین جلدوں میں بیروت سے بھی شایع ہو چکا ہے۔

(۶)

20-6-1983

جناب مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار علاج کے لیے ان دنوں کوئٹہ آیا ہوا ہے۔ جناب کو علم ہے کہ گزشتہ دس سال احقر آپریشنوں کی زد میں رہا ہے اور نتیجہ میں پتہ اور بایاں گردہ سے محروم ہو چکا ہے۔ دونوں آنکھوں پر موتیا چھا چکا ہے، اس حالت میں بھی احقر نے قلم ہاتھ سے نہیں رکھا

اس سال ایک خالص تبلیغی نوعیت کی کتاب ''تبلیغ وارشاد'' زیر تدوین ہے جس کی طباعت کے لیے احقر نے قومی ہجرہ کونسل سے امداد طلب کی تھی جس کا جواب نہیں ملا کیونکہ وہاں وہی کامیاب ہوتے ہیں جن کا کوئی باا ثر دوست اس حلقے میں موجود ہو۔ مجھ جیسے بے نوا کی کون سنتا ہے، جو تہی دست ہونے کے باوجود درجن بھر ضخیم کتابوں کا مصنف ہے۔

جناب کی سفارش سے ہی اکادمی ادبیات پاکستان نے احقر کو 700 روپے ماہوار بطور الاؤنس دیے تھے جواب تک مل رہے ہیں لیکن ہر سال جون میں نئے مالی سال کے لیے اس کی تجدید ہوتی ہے اور سوائے آپ کے نہ اس ماحول میں میرا نہ کوئی واقف نہ سفارشی۔

ملتان کی رائیٹرز گلڈ کے سکریٹری سیّد اصغر علی شاہ ایم۔ اے نے اطلاع دی ہے کہ ملتان کی گلڈ نے اکادمی ادبیات کو آپ کے لئے پرزور سفارش کی ہے کہ ان کا الاؤنس جاری رکھا جائے۔ لیکن اسلام آباد کے ماحول کا علم نہیں اور نہ ہی آپ کے سوا کوئی شناسا ہے ایک شخص جو پتہ، گردہ نہ ہونے اور دونوں آنکھوں پر موتیا کے چھا جانے کے باوجود برابر تصنیف و تالیف میں مصروف ہے، اس سال بھی اس نے ''ملتان اور مورخین'' اور ''تذکرہ مشائخ چشت'' کے عنوان سے دو اہم کتابیں مدون کر کے طبع کرائی ہیں اور اب ''تاریخ و ...'' کے عنوان سے ایک اور کتاب مدون کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اس ردی الاؤنس کے لیے فکرمند ہے جو اکادمی اسے اس کی علمی، ادبی خدمات اور معذوری کے پیش نظر دے رہی ہے۔

جناب عالی! آپ ملتان اور خاکسار سے بخوبی واقف ہیں۔ اگر زندگی اور موت انسان کے اپنے بس میں ہوتی تو خاکسار کبھی کا رخصت ہو چکا ہوتا، مگر بے بسی کا عالم ہے اور 400/ روپے ماہوار پنشن کے سوا گزر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتا۔

یہ صحیح ہے کہ چند کتابیں احقر نے لکھی ہیں اور وہ ہر طبقے میں مقبول بھی ہیں مگر ان

کی فروخت سے جو آمدنی ہوتی ہے اس سے کوئی اور کتاب طبع ہو جاتی ہے۔

گزشتہ تین سالوں میں احقر نے چاکرِ اعظم ،صدرالدین عارف ،سندھ کے تالپور حکمران، ملتان اور مورخین کے عنوان سے چار خاصی ضخیم کتابیں طبع کرائی ہیں۔ اس وقت ''مشائخِ چشت'' زیرطبع ہے۔ بیماری، ضعیفی اور تہی دستی کے باوجود اس قدر علمی خدمات کیا پاکستان کا کوئی اور مورخ یا ادیب انجام دے رہا ہے؟ اس کے باوجود اکادمی ادبیات کی نیت سے فکرمند ہوں کیونکہ دو تین خطوط جو احقر نے ڈائریکٹر صاحب اکادمی ادبیات کو ارسال کیے ہیں، ان کا جواب تک نہیں ملا۔ حالانکہ یہ صاحب سندھ کے ہیں اور حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہ کے مریدوں میں سے ہیں اور احقر کے علمی مقام سے بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن ان کی سردمہری سے بندہ بہت خائف ہے کیونکہ انہوں نے احقر کے کسی خط کا جواب نہیں دیا۔

براہ کرم ان سے فون پر معلوم کر کے مطلع فرمائیں۔

خاکسار کا پتہ درج ذیل ہے:

نوراحمد خان فریدی معرفت چاکر خان بلوچ مکان نمبر 316/A

سیٹلائٹ ٹاؤن۔ کوئٹہ (بلوچستان)

دعا گوئے قدیم

خاکسار

نوراحمد خان فریدی

(۷)

23-10-1984

جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے ان دنوں درج ذیل کتب مدون کر کے طبع کرائی ہیں۔ اگر مطبوعہ ملاحظہ ہوں تو بمصداق

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ بر اندازِ چمن، کچھ تو ادھر بھی

۱۔ چاکرِ اعظم:

بلوچ قوم کے بہادر جرنیل چاکر خان رند کے شجاعانہ کارناموں کی حیرت انگیز داستان

۲۔ تذکرہ شیخ الاسلام صدرالدین عارف قدس سرہ:

پاکستان کے سہروردی مشائخ کی تبلیغی خدمات کا محققانہ جائزہ

۳۔ سندھ کے تالپور حکمران:

اس خاندان نے کم وبیش ایک صدی سندھ پر حکومت کی ہے۔ پہلے کلہوڑوں کے شجر اقتدار کو انہوں نے اپنے پاک خون سے سینچا، اپنے سر کٹواتے رہے مگر وفاداری کا نام میلا نہ ہونے دیا۔ جب وہ اپنی کمزوریوں کے سبب خود بخود ختم ہو گئے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں آیا تو ایک بدیشی قوم (انگریز) حائل ہو گئی۔ ان کی سازشوں سے تالپوروں کو صبر آزما مراحل سے دوچار ہونا پڑا، مگر ملک کی آسودگی، فارغ البالی اور امن کو متاثر نہ ہونے دیا۔ خود انگریزوں کی غداری اور شاطرانہ پالیسیوں کے نذر ہو گئے مگر سندھی عوام پر آنچ نہ آنے دی۔ یہ تذکرہ ان کے عروج وزوال کا عکاس ہے۔

قیمت اعلیٰ ایڈیشن/100 عام ایڈیشن/70

اپنی بیماری کے تسلسل کے باوجود خاکسار کا قلم ایک اور کتاب ''ملتان اور مورخین'' کی تدوین میں مصروف ہے۔ اگر جناب نے خاکسار کی دستگیری فرمائی تو اس کی طباعت میں نیازمند کو آسانی رہے گی۔ والسلام

خاکسار

نور احمد خان فریدی

(۸)

3-8-1985

جنابِ مکرم۔ سلام مسنون

دعا گو نے جناب کو ڈاکٹر غلام ربانی آگرہ ڈائریکٹر جنرل ادبیات پاکستان کے خلاف شکایت کی تھی کہ اس نے احقر کو اہل قلم کانفرنس میں شمولیت کی دعوت نہیں دی۔ گویا دو درجن ضخیم کتابیں لکھنے کے باوجود احقر ان کے نزدیک اہلِ قلم نہیں ہے۔

ساتھ ہی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ /700 روپیہ ماہوار جو وظیفہ ملتا تھا وہ بھی اس نے بند کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں اسے اور ڈاکٹر شفیق الرحمن کو کئی نیاز نامے لکھے ہیں مگر دونوں نے جواب نہیں دیا۔ آپ بار بار لکھتے تھے کہ کوئی تبلیغی مقاصد کے تحت کتاب لکھو، چنانچہ خاکسار نے پاک وہند کے مشہور تبلیغی سلسلے پر تحقیقی کام شروع کیا اور ''مشائخِ چشت'' کے نام سے 400 صفحات کی ایک کتاب مدون کر کے کتابت بھی کرالی۔ /10 روپے فی صفحہ کے حساب /4000 روپے اس کی کتابت پر خرچ آئے ہیں۔

جناب کو اس کی طباعت کا تخمینہ لکھ بھیجا تھا مگر جناب نے جواب نہیں دیا، آخر خاکسار سے یہ بے رخی کیوں ہے؟ اسی (۸۰) برس کا پیر مرد جو دس سال آپریشنوں کی زد میں رہا ہے جو پتہ اور بایاں گردہ سے محروم ہے، جس کی دونوں آنکھوں کے بیرونی خول اتارے جا چکے ہیں، جو ضعف بصارت کے سبب چلنے پھرنے سے عاجز ہے، مگر اس کا قلم برابر تصنیف و تالیف میں مصروف ہے۔ اسے محکمہ ادبیات اہل قلم میں شمار نہیں کرتا۔ اس سال جو بڑا لشکر اہل قلم کانفرنس میں شریک ہوا ہے، آپ ہی انصاف کریں ان میں خاکسار کے پائے کے کتنے ادیب اور مصنف تھے؟ وادیِ سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے اس کے

عوام پر بھی اسی اخلاق کی مہر ثبت ہے۔ زبان شیریں، عوام شیریں، ماحول شیریں اور تائید ایزدی کا کمال یہ کہ پاکستان کی جملہ قلمی، سیاسی، معاشی، اخلاقی، روحانی اقدار کو اس کی گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کو جی اے الانہ بالقابہ کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ اس شرف ومجد کے مستحق ہیں، ہجرہ کونسل کے سیاہ وسفید کا مختار ومکلف آپ کو بنایا گیا ہے۔ لاریب یہ انتخاب لاجواب ہے۔ وزیر اعظم سندھی ہے اگر چہ علی احمد خاں تالپور کے زوال سے بندہ کو دلی دکھ ہوا ہے مگر جونیجو نے برسر اقتدار آ کر جو کام کیا ہے اس سے ضیاء الحق کی سیاسی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔

خاکسار نے ''مشائخِ چشت'' کو کتابت کرا کر احتیاط سے اپنی بوڑھی بیوی کے حوالے کر دیا ہے کہ اسے احتیاط سے رکھے اور میری قل خوانی کے موقع پر کسی موزوں ادیب وناشر کے حوالے کر دے۔

یہ عریضہ آپ کو اس لیے لکھ رہا ہوں کہ ڈاکٹر ربانی آپ کے زیر اثر ہے۔ اگر وہ بندہ کو ادبی وظیفہ سے محروم کرنا چاہتا ہے تو کم از کم احقر کو یہ تو بتائے کہ کس جرم میں احقر کو یہ سزا ملی ہے۔ اپنی مخلوقات کا رازق خود خدا ہے۔ وہ پتھر میں کیڑوں کو بھی رزق پہنچاتا ہے جب تک بندہ کو زندہ رکھنا مقصود ہے ضرور رزق مہیا کرے گا۔ میری بیمار اور بوڑھی بیوی کو بھی خدا کا سہارا کافی ہے۔ لیکن وجوہ سے تو مطلع کیا جائے۔

کیا محکمہ ادبیات کو مجھ سے زیادہ کوئی مستحق ادیب مل گیا ہے تو اس کی نشاندہی کرے اگر واقعی وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہوگا تو بندہ اپنے تن کے کپڑے بھی اُسے اتار دے گا۔

مگر اللہ کی مخلوق سے بے انصافی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ کو اللہ جل شانہ نے صاحب اختیار بنایا ہے۔ آپ سے یقیناً پرسش ہوگی اور اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد

دعا گو

نور احمد خان فریدی عفی عنہ

(۹)

بلا تاریخ

جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کو کئی خطوط چاکر کے بتائے ہوئے پتوں اور ایک میر علی احمد خان تالپور کی وساطت سے بھیجے مگر کسی کا جواب نہیں ملا۔ اب میر علی احمد خان صاحب کے دیے ہوئے پتے پر لکھ رہا ہوں۔ آپ کی قوم پروری اور بلوچ نوازی سے توقع ہے کہ ضرور توجہ دیں گے۔

جنابِ والا! میں دو ماہ سے بیمار ہوں۔ رسولی کا اپریشن کرایا ہے مگر چار دفعہ بستر میں سرجن زخم کو کھول کر صاف کر چکا ہے۔ سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔

میری گزر اوقات اپنی کتابوں کی فروخت پر ہوتی رہی ہے۔ پہلے ذی اقتدار صاحبان سے رابطہ کر کے چند اسکولوں کی لائبریریوں میں لگوا لیتا تھا۔ اب گورنمنٹ نے کتابیں سپلائی کرنے کا کام نیشنل بک فاؤنڈیشن کو دے دیا ہے۔ میں نے اپنی بساط سے بڑھ کر 33 فیصد ڈسکاؤنٹ دینے کی پیشکش کی ہے مگر یہ لوگ یہودی صفت ناشرین فیروز سنز، شیخ غلام علی، شیخ مہر دین وغیرہ سے معاملہ کر رہے ہیں۔ وہ کتابوں کا ٹائٹل اتار کر نیا ٹائٹل چسپاں کرا دیں گے اور قیمت دس گنا بڑھا دیں گے۔ اس طرح نیشنل بک فاؤنڈیشن کو 70 فیصد ڈسکاؤنٹ دیں تو پھر بھی نفع میں رہتے ہیں۔

میری مختصر کتابیں تھیں جو بک بکا چکی ہیں اب صرف درج ذیل کتابیں موجود ہیں:

۱۔ دیوان فرید مکمل سیٹ اعلیٰ ایڈیشن -/250 عام ایڈیشن -/200
۲۔ تاریخ ملتان مکمل سیٹ دو جلدیں -/50
۳۔ اسلامی افسانے دو جلدی مکمل سیٹ -/33

۴۔ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ -/35
۵۔ صوفیائے ملتان -/10

دیوان فرید کو اکادمی ادبیات نے مقابلے کی کتابوں میں شامل کیا تھا لیکن معلوم ہوا ہے کہ بارسوخ حضرات نمبر لے گئے۔ اب صرف نیشنل بک فاؤنڈیشن ہے جو ضد پر تلا ہوا اور میری کتابیں خریدنے کے لیے تیار نہیں۔ اگر اسے کتابوں کی ضرورت نہیں تو نہ سہی اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ تعلیمی اداروں کو ان کی ضرورت ہے تو پھر 33 فیصد ڈسکاؤنٹ پر [illegible] کرا دیں۔ والسلام

خاکسار
نور احمد خان فریدی

(۱۰)

بلا تاریخ

جناب ڈاکٹر صاحب

مکرر عرض ہے کہ ایک تو پتہ کرنا ہے کہ اکادمی ادبیات پاکستان نے اس سال کی [illegible] کتابوں کو جو انعام دینا تھا کیا اس کا فیصلہ ہو گیا ہے؟ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ''دیوانِ فرید'' کو اکادمی نے انعام والی کتابوں میں شامل کر رکھا ہے۔

دوسرا عرض یہ ہے کہ گورنمنٹ ہر سال لاکھوں روپے محکمہ تعلیم کو لائبریری کتابیں خریدنے کے واسطے دیتی تھی اب محکمہ تعلیم سے پتہ چلا ہے کہ کتابیں سپلائی کرنے کا کام نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ میری کتابیں محکمہ تعلیم سے لائبریریوں کے لیے منظور شدہ ہیں مگر سیلز ونگ نمبر ا کا رہنما جو اس محکمے کا ڈپٹی ڈائریکٹر ہے میری کتابیں لینے سے انکاری ہے۔ میں نے 78ء میں ضلع مظفر گڑھ کو دیوان فرید جلد اول کے 100 نسخے اور ضلع ملتان کو 80 نسخے دیے تھے۔ طے پایا تھا کہ دوسرا حصہ جونہی طبع ہوگا

ہم لے گے۔ میں نے سیلز ونگ کے رہنما سے یہی عرض کیا ہے کہ اگر آپ ان اضلاع کی لائبریری کے لیے کتابیں سپلائی کر رہے ہیں تو دیوان فرید جلد دوم کے 100 نسخے ضلع مظفر گڑھ کے لیے ضرور خریدیں کیونکہ پہلی جلد کے بغیر دوسری جلد فروخت نہیں ہوتی نیز ضلع ملتان اور مظفر گڑھ کی لائبریریوں کے سیٹ بھی ادھورے رہیں گے۔ میں نے جلد اول ان کو 15% ڈسکاؤنٹ پر دی تھی نیشنل بک فاؤنڈیشن کو 33 فیصد پر دینے کے لیے تیار ہوں۔

دیوان فرید کے علاوہ میری یہ کتب پاکستانی لائبریریوں کے لیے منظور شدہ ہیں

1۔ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ سفید کاغذ -/35 اخباری کاغذ -/30

2۔ تاریخ ملتان جلد اول و دوم مکمل سیٹ -/50

3۔ اسلامی افسانے جلد اول و دوم مکمل سیٹ -/33

ان میں وہ جو نقص پائیں مجھے اطلاع دیں۔ والسلام

خاکسار

نور احمد خان فریدی

(11)

بلا تاریخ

فخر پاکستان، فخر قوم، فخر ادارہ ہائے تعلیمات جناب ڈاکٹر صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آپ اپنے عہد جلیلہ پر حسب سابق فائز ہوں گے۔ وزارت تعلیم کے پاس آپ جیسا آدمی نہ ہے اور نہ میسر آ سکتا ہے۔ خداوند کریم آپ کی عمر اور مراتب میں برکت فرمائے۔ خاکسار نے اپنے سابقہ عریضہ میں دو گزارشات کی تھیں:

1۔ اپنی تصنیفات کے سلسلہ میں مالی امداد

مشائخ سہروردی کی آخر جلد تذکرہ صدر الدین عارف جلد دوم طبع ہو چکی ہے۔ اس کے افتتاح

کے انتظامات علم دوست حضرات کر رہے ہیں۔

۔ سندھ کے تالپور حکمران۔ کتابت ہو چکی ہے۔ یہ پہلی جلد ہے، سقوط حیدر آباد تک دوسری جلد بعد میں طبع ہو گی جس میں مالکانی سردار (میر پور خاص اور خیر پور میرس) کا ذکر ہو گا۔

۔ ملتان اور مورخین۔ یہ زیر کتابت ہے اس میں ملتان پر آج تک جو تاریخیں لکھی گئی ہیں ان پر تبصرہ ہے۔

۔ چاکر اعظم بلوچ قوم کے بہادر جرنیل چاکر خان رند کا تذکرہ ڈرامائی اسلوب ہیں۔ یہ طبع ہو چکی ہے۔

دوسری گزارش تصانیف کے سلسلے میں یہ:

علامہ سیّد عبدالحی حسنی اپنی مشہور کتاب ''نزہتہ الخواطر'' میں لکھتے ہیں کہ پہلے علوی بزرگ جنہوں نے حجاز سے ہجرت فرما کر ملتان کو اپنا وطن بنایا، وہ جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر الاطرف بن علی بن ابی طالب تھے۔ انہوں نے ملتان پر قبضہ کیا اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور پھر ان کی اولاد در اولاد ۳۶۴ ہجری تک ملتان پر حکمران رہی۔

جلال الدین احمد بن علی داؤدی نے بھی اپنی مشہور تصنیف ''عمدۃ الطالب'' میں ملتان پر علویوں کی حکومت کا ذکر کیا ہے لیکن ابن اثیر کا بیان ہے کہ ۲۹۰ ہجری میں ملتان میں بنوامیہ کی حکومت تھی۔

ازراہ کرم جعفر بن محمد علوی کی ملتان پر حکومت کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ کب سے کب تک رہی۔ ابن اثیر کے معاملہ کو بھی صاف کریں۔ ابن خلدون کتب ثانی جلد نہم کا دعویٰ ہے کہ جعفر کا چچازاد بھائی عبدالرحمن اپنے اعزا و اقارب سمیت یمن میں آباد ہو گیا تھا۔

اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جعفر نے ملتان پر ۱۵۲ھ میں قبضہ کیا تھا تو ان کی عمر کیا تھی جب کہ ان کے چچازاد بھائی نے ۲۰۹ھ میں بغاوت کی تھی۔

۱۵۲ھ اور ۲۰۹ھ میں تطابق کیسے ممکن ہے؟

خاکسار تاریخِ ملتان پر نظر ثانی کر رہا ہے۔ اس اشکال کو صرف آپ ہی حل کر سکتے ہیں۔ والسلام

خاکسار

نور احمد خان فریدی

احمد ندیم قاسمی[1]

(۱)

۲۱ [illegible] ۱۹۸۰ء

مخدوم گرامی۔ آداب و تسلیم

ایک بہت ضروری التماس ہے۔ حافظ محمود شیرانی مرحوم و مغفور کے علمی و تحقیقی کارناموں سے تو آپ بخوبی واقف ہیں۔ ان کے پوتے پروفیسر مظہر محمود شیرانی (گورنمنٹ کالج شیخوپورہ) نے ان کی صد سالہ تقریب ولادت منانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے [illegible] صاحب مرحوم کا سن پیدائش ۱۸۸۰ء ہے۔ اس ضمن میں یہاں اہل علم کی ایک کمیٹی [illegible]ل دی جارہی ہے جس میں آپ کے اسمِ گرامی کی شمولیت پوری کمیٹی کے لیے باعث [illegible] ہے۔ پاکستان بھر کے اہل علم اس کمیٹی میں شامل ہوں گے اور آپ تو اہل علم [illegible]لیل ہیں۔ سو مجھے امید ہے کہ آپ کو اپنے اسم گرامی کی شمولیت پر کوئی اعتراض نہیں [illegible]گا۔

ہماری کوشش ہے کہ محکمہ ڈاک حافظ محمود شیرانی کے سے اعلیٰ درجے کے محقق کی [illegible] اکتوبر تک ایک یادگاری ٹکٹ جاری کرے۔ کیا آپ اس ضمن میں کچھ امداد فرما سکیں [illegible] مشورہ عنایت کرسکیں گے؟

مجلس ترقی ادب کا سا ادارہ جس نے سرکاری گرانٹ سے چلنے والے سبھی [illegible]اروں کے مقابلے میں قابل رشک کام کیا ہے اور جس نے دنیا بھر میں پاکستان کی [illegible] نامی کا سامان کیا ہے، آج کل زیرِ عتاب ہے۔ اس کی جو گرانٹ (دو لاکھ روپے [illegible] جون میں منظور ہوئی تھی وہ آج تک release نہیں ہوئی اور میں کتابوں کی [illegible] یا بنک سے O/D حاصل کر کے ادارے کے مشاہرے ادا کر رہا ہوں۔ ایک ماہ

بعد یہ گرانٹ Lapse ہو جائے گی اور نئے بجٹ میں شاید ہی اس منصوبے کے لیے کچھ رقم مخصوص ہو سکے۔ مجلس پر اس عتاب کا سبب صرف صوبائی سیکرٹری اطلاعات و ثقافت ہیں جو فرماتے ہیں کہ اس ادارے کی کتابیں تو بکتی نہیں ہیں پھر اسے گرانٹ کیوں دی جاتی، جب کہ یہ ادارہ قائم ہی اس لیے ہوا تھا کہ جو کتابیں عام ناشرین نہیں چھاپتے وہ یہ ادارہ سستی قیمت پر چھاپتا رہے تاکہ علم کا خلا نہ پیدا ہو۔ کیا آپ اس ضمن میں فوری طور پر ہماری امداد فرما سکتے ہیں کہ یہ گرانٹ release ہو اور آئندہ سال کی منظور ہو؟

فوری جواب کی درخواست ہے

آپ کا مخلص

احمد ندیم قاسمی

....

(۱) احمد ندیم قاسمی اردو کے نامور شاعر، ادیب، افسانہ نگار، کالم نگار سابق ڈائرکٹر مجلس ترقی ادب لاہور اور سابق مدیر سہ ماہی فنون لاہور تھے۔ پیدائش: ۲۰ر نومبر ۱۹۱۶ء بمقام خوشاب، وفات: ۱۰ر جولائی ۲۰۰۶ء لاہور۔

(۲)

۲۲ر جولائی ۱۹۸۰ء

مخدوم و مکرم۔ سلام مسنون

میری بدقسمتی کہ آپ تشریف لائے اور میں غیر حاضر تھا۔ اگر مجھے آپ کی قیام گاہ کا علم ہوتا تو ضرور حاضر ہوتا۔ دعا ہے آپ بخیریت ہوں۔

''مجلس یادگار حافظ محمود شیرانی'' کے سلسلے میں گزشتہ عریضے میں گزارش کر چکا ہوں اور بالمشافہ بھی عرض کر چکا ہوں۔ مجھے مشورہ دیجیے اور ممکن حد تک امداد بھی فرمایئے کہ:

اس مجلس کے لیے فنڈز کا بندوبست کہاں سے ہو۔ یہ مجلس حال ہی میں قائم ہوئی اور تہی دست ہے۔ اگر کوئی حکومتی ادارہ اس کی مدد کر دے تو بڑی بات ہوگی۔

کیا آپ مواصلات کے وزیر بلوچ صاحب کے سامنے یہ تجویز پیش فرما سکتے ہیں کہ علامہ حافظ محمود شیرانی کے سے بے مثال محقق کی صد سالہ تقریب ولادت پر ایک یادگاری ٹکٹ جاری کرنے کا اہتمام فرما دیں۔ حافظ صاحب مرحوم یقیناً اس اعزاز کے مستحق ہیں۔

اکتوبر کے پہلے ہفتے میں اگر آپ کو تقریب میں شمولیت کی دعوت دی جائے تو کیا آپ منظور فرما لیں گے؟

آپ کا جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

آپ کا مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۳)

ر نومبر ۱۹۸۰ء

گرامی قدر۔ سلام مسنون

اسلام آباد میں آپ سے ملاقات میرے لئے ایک نعمت تھی۔ آپ سے مل کر انشراحِ قلب محسوس کرتا ہوں۔

میں آپ کے ارشاد پر مزید ایک دن کے لئے رک بھی گیا مگر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مشاورتی اجلاس اور دعوت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مجھے اپنے ٹکٹ کی جستجو کا مرحلہ درپیش رہا۔ جمعرات کو بارہ بجے تک کوئی سراغ نہ ملا۔ ۲۸ر نومبر (جمعہ) کو مجھے بہر صورت واپس جانا تھا سو ٹکٹ کا سراغ لگانے کے لئے

اسلام آباد اور پنڈی کے درمیان ''شٹل کاک'' بنا رہا۔ آخر ٹکٹ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں شام کی ریل کار سے لاہور پہنچا۔ چلیے اس طرح ہماری اکادمی کو چند روپوں کا فائدہ ہوگیا ہوگا مگر مجھے جو کوفت ہوئی وہ بے حساب تھی اور ستم یہ کہ آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

دو نہایت اہم امور کی طرف آپ کی توجہ فوری طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

ادیبوں کے مسائل کے ضمن میں ادبی رسائل کے لیے کاغذ کا مطالبہ بھی شامل تھا کہ اس پر پچاس فیصد کسٹم ڈیوٹی کی چھوٹ دی جائے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ روزناموں اور ہفت روزوں کو اخباری کاغذ کے لئے یہ چھوٹ پہلے ہی سے حاصل ہے۔ چنانچہ ادیبوں کے اس مطالبے میں یہ تبدیلی فرمالیجیے کہ (۱) ادبی رسائل کو بھی اخباری کاغذ کے لیے وہی مراعات حاصل ہوں جو روزناموں اور ہفت روزوں کو پہلے بحکم حکومت حاصل ہیں (۲) معیاری ادبی رسائل تصاویر بھی شائع کرتے ہیں اور بعض اوقات سفید کاغذ پر بلاک کی طباعت بھی کرانی ہوتی ہے۔ اس لئے ادبی رسائل کو ہر قسم کے سفید کاغذ کے سلسلے میں پچاس فیصد کسٹم ڈیوٹی کی چھوٹ دی جائے۔

دوسری گزارش یہ تھی کہ ایک ثقہ اطلاع کے مطابق کالجوں اور اسکولوں کی لائبریریوں کے لیے صوبہ پنجاب کے محکمۂ تعلیم کی طرف سے حکم جاری ہوا ہے کہ ''شاعری اور فکشن'' کی کتابیں خریدنے سے اجتناب کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیقی فنکاروں کی نگارشات کو پرِ کاہ کی حیثیت دی جائے۔ تخلیقی سطح پر شاعری اور فکشن ہی تو اردو اور اس کے علاوہ پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی کا سرمایہ تہذیب ہے۔ اسے لائبریریوں سے خارج کردینے مطلب یہ ہے کہ طلبا کو ملکی مسائل و معاملات پر سوچنے سے محفوظ رکھا جائے۔ خدا اس سلسلے میں کچھ کیجئے اور مرکزی حکومت کی طرف سے صوبائی محکمۂ تعلیم کو احکام جاری کرائیے کہ اس جہالت اور حماقت سے باز رہیں۔

تکلیف دہی کے لیے معذرت طلب ہوں۔

آپ کا مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۴)

۱۰/اپریل ۱۹۸۸ء

مکرمی و محترمی ڈاکٹر صاحب   السلام علیکم

گرامی نامہ اور ''دیوان شوق افزا''[۱] موصول ہوا۔ کرم فرمائی کا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔

مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ اس دیوان کو موجود رسم الخط میں شائع ہونا چاہیے تاکہ عام لوگ بھی اسے پڑھ سکیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اسے نقل کون کرے۔ کسی بڑے سے بڑے کاتب سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ڈھائی تین سو سال پرانے رسم الخط کو صحیح طور پر پڑھ سکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے کتاب کو کسی اہل علم سے نقل کرایا جائے جو کلاسیکی زبان و ادب سے دلچسپی رکھتا ہو، مخطوطات پڑھنے کا ماہر ہو اور اسے کسی حد تک وزن اور بحر کا ادراک بھی حاصل ہو۔ بعض مقامات پر طباعت میں الفاظ اڑ گئے ہیں لہٰذا ایسے صفحات کو صحیح نقل کرنے کے لیے اصل مخطوطے یا بے داغ فوٹو سٹیٹ نقول کی ضرورت ہوگی۔ کہیں کہیں وضاحتی نوٹ یا حواشی بھی لکھنے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ کام آپ جیسا کوئی اہل علم ہی کرسکتا ہے۔ اگر یہ سارے مسائل حل ہوجائیں تو مجلس[۲] اس کتاب کو اپنے روایتی انداز میں شائع کر کے فخر محسوس کرے گی۔

آپ کا لکھا ہوا سوانحی مقدمہ بلاشبہ ایک کارنامہ ہے۔ آپ نے تحقیق کا حق ادا کردیا ہے۔ دیوان پر تنقیدی مقدمہ بھی ہونا چاہیے اور جب اس کا موقع آئے گا تو میں

اس سلسلے میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی درکار ہے۔ یہ استفسار بھی کرنا ہے کہ آیا اردو سائنس بورڈ سے آپ نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا اس سلسلے میں بورڈ کی اجازت بھی درکار ہوگی؟

دعا ہے آپ بخیر و عافیت ہوں۔

آپ کا مخلص

احمد ندیم قاسمی

....

(۱) ''دیوانِ شوق افزا عرف دیوانِ صابر'' ٹھٹہ سے تعلق رکھنے والے اردو زبان کے قدیم شاعر میر محمود صابر کا دیوان جسے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے مرتب کیا اور ابتدا میں ۴۴ صفحات پر مشتمل عالمانہ مقدمہ بھی لکھا۔ اس دیوان کو پہلی مرتبہ اردو سائنس بورڈ لاہور نے ۱۹۸۴ء میں شایع کیا۔

(۲) یعنی مجلس ترقی ادب لاہور جس کے اس زمانے میں احمد ندیم قاسمی ڈائرکٹر تھے۔

سیّد مصطفٰی علی بریلوی [1]

(۱)

28-2-2010

مخدوم و مکرم جناب نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم

آپ سے قلبی و قلمی تعلق عم محترم سیّد الطاف علی بریلوی [2] اور خود ذاتی دور کی دید و شنید قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی [3] کے فلیٹ، مختلف تقاریب میں ہوتی رہی۔ بہر حال زمانہ گزر گیا، مرکزی/صوبائی گرانٹوں سے مختلف بہانوں سے بقدر اشک بلبل گرانٹیں بند ہیں۔ چندہ کا ماحول نہیں۔ بائیں کولھے میں دو سال سے فریکچر ہو گیا۔ بیوی کی ساٹھ سالہ رفاقت منقطع ہو گئی۔ ان حالات میں بہر طور کام جاری ہے۔ میں جو بھی پتہ دستیاب ہوتا ہے اس پر آپ کو رسالہ [4] بھجواتا ہوں۔ مشرقی و مغربی علاقائی جملہ تہذیبوں کا آپ مرکّب اور وضع دار بزرگ ہیں۔ اللہ سلامت رکھے، آمین۔

از راہ لطف و کرم رسالہ پہنچے کی اطلاع دے دیجئے اور جس ادارہ کا پتہ موجود ہو اس کی طرف سے ہماری مطبوعات اور ''العلم'' کے واسطے زرِ عطیہ دیے جانے کی زحمت فرمائیں۔

فقط خادم

سیّد مصطفٰی علی بریلوی

ہماری بدخطی آج کل کے طالب علموں کی لیاقت کا نمونہ ہے۔

(۱) سیّد مصطفیٰ علی بریلوی، ڈائرکٹر آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس و مدیر سہ ماہی "العلم"، کراچی۔ آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔

(۲) سیّد الطاف علی بریلوی، ماہر تعلیم، مصنف، بانی مدیر سہ ماہی "العلم"، کراچی بانی سرسیّد گرلز کالج ناظم آباد کراچی۔ پیدائش: ۱۰ر جولائی ۱۹۰۷ء بمقام بریلی، وفات: ۲۳ر ستمبر ۱۹۸۶ء کراچی

(۳) قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی اردو اور فارسی کے نامور محقق اور کئی کتب کے مصنف تھے۔ آپ ۱۸۹۷ء میں جوناگڑھ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد پہلے انجمن ترقی اردو کراچی میں اور اس کے بعد حیدرآباد سندھ میں بطور صدر شعبہ تاریخ اسلامی سندھ یونیورسٹی کام کیا۔ آپ کا انتقال مورخہ ۶ر اگست ۱۹۵۵ء کو حیدرآباد میں ہوا اور تدفین کراچی میں ہوئی۔

(۴) یعنی سہ ماہی 'العلم' کراچی جس کے سیّد مصطفیٰ علی بریلوی ایڈیٹر ہیں۔

(۲)

18-4-1992

مخدوم و محترم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

صدر نشیں مقتدرہ سندھی زبان۔ السلام علیکم!

امید ہے کہ مزاج گرامی بہم وجود بخیر و عافیت ہوگا۔ کل شام ہوٹل تاج محل میں آپ کے اعزاز میں جو ایک محفل منعقد ہوئی تھی اس میں شریک ہو کر دلی مسرت اور سکون حاصل ہوا۔ آپ کی زیارت اور تقریر دل پذیر سن کر اطمینانِ روح اور طمانیت قلب ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ علی گڑھ اسپرٹ کے تحت بھرپور طریقہ سے کام کرنے کے بیش از بیش مواقع عطا فرمائے آمین!

عم محترم سیّد الطاف علی بریلوی مرحوم آپ کے ہمیشہ مداح رہے ہیں۔ مجھ کو بھی

آپ سے اور آپ کے کام سے ہمیشہ دلبستگی رہی ہے۔ ہماری کانفرنس وسائل کی حد تک محرومی کے باوصف خاموشی سے کام کر رہی ہے۔ اس کے آرگن "العلم" سہ ماہی کے چند سابقہ پرچے ارسال خدمت ہیں۔ مزید کیا عرض کروں۔ دعائے خیر کا طالب۔ فقط والسلام

مخلص دیرینہ

سیّد مصطفیٰ علی بریلوی

اشفاق احمد[1]

(۱)

۲۶ رنومبر ۱۹۷۳ء

مکرمی بلوچ صاحب

السلام علیکم

مدت سے آپ کے خیریت نامہ کا منتظر اور آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں۔ سنا ہے کہ آپ اس ماہ کے شروع میں لاہور آئے تھے لیکن شاید آپ اپنی گونا گوں مصروفیات کے باعث دفتر تشریف نہیں لا سکے۔ معروض ہوں کہ اگر آئندہ لاہور آنا ہو، تو میرے لیے بھی تھوڑا سا وقت ضرور نکال لیجئے تاکہ آپ سے ملنے کی دیرینہ خواہش پوری ہوسکے اور اس کے ساتھ ساتھ بعض منصوبوں کے سلسلے میں آپ کی راہنمائی بھی حاصل کی جاسکے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ آپ سے ''سندھی زبان و ادب کی تاریخ''[2] کا مسودہ تیار کرنے کے بارے میں بات ہوئی تھی اور آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ آپ خود اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ آپ کی اس یقین دہانی پر میں مطمئن ہوگیا اور شدت سے مذکورہ کتاب کے مسودے کا انتظار کرنے لگا، لیکن موعودہ مسودہ ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ اب مرکزی وزارتِ تعلیمات زیر تحریر منصوبوں کے متعلق جاننے کے لیے مضطرب ہے اور ارباب حل وعقد کا یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ ان منصوبوں کی موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ ان دنوں میں اس کام میں مصروف ہوں اور ''سندھی زبان و ادب کی تاریخ'' کے متعلق بھی معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب کی موجودہ پوزیشن سے مطلع فرمائیں، تاکہ میں اس کی روشنی میں متعلقہ اصحاب

کو بتا سکوں کہ یہ منصوبہ کب تک مکمل ہو جائے گا۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص

اشفاق احمد

ڈائریکٹر

....

(۱) اشفاق احمد نامور ادیب، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار و سابق ڈائریکٹر مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ پیدائش ۲۲ راگست ۱۹۲۵ء فیروز پور۔ وفات: ۷ رستمبر ۲۰۰۴ء لاہور

(۲) ''سندھی زبان و ادب کی تاریخ'' کے عنوان سے بلوچ صاحب کی سندھی زبان میں کتاب موجود ہے جس کا چوتھا ایڈیشن، انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونیورسٹی جام شورو سے ۱۹۹۹ء میں شایع ہوا۔ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق اس موضوع پر بلوچ صاحب غالباً دیگر مصروفیات کی بنا پر اردو میں کتاب نہ لکھ سکے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی اس سندھی کتاب کا بھی غالباً اب تک اردو ترجمہ شایع نہ ہوسکا۔

(۲)

۲۸ رجنوری ۱۹۸۲ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم

پچھلے سال جون میں آپ یہاں مجلس حاکمہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے تو تاریخ سندھ جلد سوم[1] کا مسودہ آپ کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ معروض ہوں کہ ابھی تک اس مسودے کے بارے آپ کی جانب سے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

مجھے احساس ہے کہ آپ کی مصروفیات گوناگوں ہیں پھر بھی امید ہے آپ نے اس مسودے کو دیکھ لیا ہوگا اور بھجوانے والے ہی ہوں گے۔ محترمی قدوسی صاحب[۲] اپنی پیرانہ سالی کا واسطہ دے کر بار بار تحریر فرماتے ہیں کہ اس مسودے کو جلد طبع کرایا جائے۔

اگر آپ واپسی ڈاک یہ اطلاع دے سکیں کہ اس مسودے کو آپ کب تک بھجوا سکیں گے تو کرم ہوگا۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص

اشفاق احمد

---

(۱) تاریخ سندھ مولانا اعجاز الحق قدوسی کی تالیف جسے تین جلدوں میں مرکزی اردو بورڈ لاہور نے شایع کیا تھا۔

(۲) مولانا اعجاز الحق قدوسی، ادیب، محقق اور صوفیائے کرام کے تذکرہ نگار تھے۔ صوفیائے کرام کے حالات زندگی پر انھوں نے عمر بھر تحقیق کی اور تحقیقات کے نتائج متعدد کتب کی صورت میں شایع کرائے۔ اس کے علاوہ تاریخ سندھ کو تین ضخیم جلدوں میں مرتب کیا جسے اردو سائنس بورڈ (سابقہ مرکزی اردو بورڈ) لاہور نے شایع کیا۔ پیدائش: جولائی ۱۹۰۵ء بمقام جالندھر، وفات: ۱۹ر فروری ۱۹۸۶ء کراچی۔

(۳)

۱۲ر فروری ۱۹۸۲ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم

اطلاعاً عرض ہے کہ 28 جنوری کو آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس میں آپ سے تاریخ سندھ (جلد سوم) کی تازہ ترین صورت حال سے باخبر ہونے کی استدعا کی گئی تھی۔ لیکن متعلقہ کلرک کی غلطی سے اس پر آپ کا سابقہ ایڈریس لکھ دیا گیا جس سے وہ ہمیں واپس پہنچ گیا۔

اگر چہ اس خط پر آپ کا ایڈریس دوبارہ لکھ کر اسے سپرد ڈاک کر دیا گیا تھا لیکن احتمال ہے کہ وہ خط پھر بھی آپ تک نہ پہنچ سکا ہو۔ لہٰذا آپ سے از سر نو رابطہ قائم کر رہا ہوں براہ کرم اس مسودے کی صورت حال سے آگاہ فرمائیں۔ بزرگوار قدوسی صاحب اس کتاب کے بارے میں بڑے اتاولے ہو رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت حد تک حق بجانب ہیں۔ پھر اس کتاب کا شائع ہونا یوں بھی ضروری ہے کہ اس کی مانگ بہت بڑھ رہی ہے۔ مجھے آپ کی مصروفیات کا پوری طرح سے احساس ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ نہایت مفید کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن اب میں آپ کے سوا اور کس کے دروازے پر دستک دوں۔ براہ کرم میری مدد فرمایئے۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص

اشفاق احمد

حکیم عبدالحمید [1]

ہمدرد منزل۔ ہمدرد مارگ، دہلی ۶

بلا تاریخ

مکرمی و محترمی پروفیسر صاحب

آپ کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ انسٹی ٹیوٹ آف صوفی ازم حیدر آباد، انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے تعاون و امداد سے نئی دہلی میں تصوف پر ایک بلند پایہ سیمینار نومبر ۱۹۸۰ء کے پہلے ہفتہ میں منعقد کر رہا ہے جس کا افتتاح وزیر اعظم ہند کریں گی۔ برصغیر کے علاوہ بیرون ہند کے بعض ماہرین کو بھی اس سیمینار میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالوں کے لئے کچھ مجوزہ عنوانات کی فہرست اس خط کے ساتھ ارسال ہے جن سے تصوف کے لئے افادہ کے نئے میدانوں اور راہوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ میں نہایت شکر گزار ہوں گا اگر آپ ان عنوانوں میں سے کسی عنوان پر یا اپنی پسند کے کسی اہم عنوان پر اس سیمینار میں اپنا مقالہ پیش فرمائیں گے۔

سیمینار کی تیاریاں شروع کردی گئی ہیں۔ اس کا مکمل پروگرام مناسب وقت پر آپ کو بھیجا جائے گا۔

آپ کا مخلص

عبدالحمید

....

(۱) حکیم عبدالحمید بانی ہمدرد انڈیا و ہمدرد یونیورسٹی تغلق آباد دہلی۔ وفات: ۲۳ رجولائی ۱۹۹۹ء دہلی۔ حکیم عبدالحمید، حکیم محمد سعید کے بڑے بھائی تھے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری [1]

(۱)

13-1-1988

محترم المقام جناب ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون!

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ یہ خبر جانکاہ دیتا ہوں کہ محترم مولوی شمس الدین صاحب تاجر کتب نادرہ [2] ۱۱ر جنوری کو دو روز کی مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر صاحب! مولوی صاحب کے چلے جانے سے ہماری دنیا اندھیری ہوگئی ہے۔ لاثانی دوست اور بے مثل انسان سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

غم نصیب

محمد موسیٰ عفی عنہ

....

(۱) حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور کی علمی شخصیت اور معروف طبیب جن کے مطب واقع ریلوے روڈ لاہور پر کئی اصحاب علم و تحقیق برائے علمی استفادہ جاتے تھے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب بھی لاہور میں قیام کے دوران وہاں جاتے تھے۔ پیدائش: ۲۷ر اگست ۱۹۲۷ء، وفات: ۱۷ر نومبر ۱۹۹۹ء بمقام لاہور۔

(۲) لاہور کے نامور تاجر کتب نادرہ مولوی شمس الدین مرحوم جن کی دکان (زیر مسلم مسجد) نہ صرف بلوچ صاحب بلکہ اس دور کے بیشتر اصحاب علم و ادب جاتے اور کتب و مخطوطات خریدتے تھے۔

پیدائش: ۱۹۱۶ء پونچھ (کشمیر)، وفات: ۱۱ر جنوری ۱۹۶۸ء لاہور۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے الاو... شمس مرتبہ محمد عالم مختار حق، ۲۰۰۸ء لاہور۔

(۲)

29-12-1970

محترم عالی مقام ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ مزاج شریف!

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ یادفرمائی کا شکریہ۔ ''تشریف الفقراء''[1] کی رسید سے اطلاع پا کر اطمینان حاصل ہوا۔ جب بھی فرصت ملے اس کو حواشی سے مزین فرما کر زیور طباعت سے آراستہ کروائیں۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

معجون مقل ارسال خدمت ہے۔ استعمال فرمائیں مزید ضرورت پڑے تو یاد فرمائیں۔

ممنون و متشکر

محمد موسیٰ عفی عنہ

....

(۱) تشریف الفقراء، فقیر غلام محی الدین لاہوری (وفات: ۱۲۴۱ ہجری) کی تصنیف اور سلسلہ نوشاہیہ کے صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ فقیر غلام محی الدین مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزراء میں شامل تھے۔ اس کا قلمی نسخہ سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی کے ذخیرۂ مخطوطات میں محفوظ ہے جبکہ یہ پہلی مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے مجموعہ مقالات ''تحقیقی زاویے'' میں اشاعت پذیر ہوا۔ قلمی نسخے کی ایک نقل شرافت نوشاہی صاحب نے ڈاکٹر بلوچ صاحب کو بھی فراہم کی تھی۔ اس تذکرے میں سندھ کے صوفی بزرگ میاں جام ماچھی سلطان کے حالات بھی موجود ہیں۔

(۳)

۲۲/۱۱/۷۱ء

محترم عالی مقام ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ مزاج شریف

عید کارڈ شرف صدور لایا۔ اس کرم فرمائی پر سراپا سپاس ہوں۔ آج عزیزی محمد اقبال مجددی سلمہ کی تالیف ''سیّد شرافت نوشاہی'' کا ایک نسخہ ہدیۃً ارسال کر رہا ہوں قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔ یہ رسالہ ''تشریف الفقراء'' کی تدوین میں ممد ثابت ہوگا۔ دیگر خدمت ہائے لائقہ سے یاد فرمائیں۔

والسلام بالاکرام

محمد موسیٰ عفی عنہ

(۴)

23-6-198

گرامی قدر ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

سلام ورحمت!

مکتوب گرامی شرف صدور لایا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ حضرت شرافت صاحب[1] اپنے گاؤں میں بیمار ہیں۔ ان کے مرید اسلم نوشاہی صاحب نے آٹھ کتابیں مہیا کی ہیں بذریعہ ڈاک روانہ کردی گئی ہیں ''احوال و آثار شرافت'' حضرت شرافت صاحب کی تالیفات اور خدمات کے تعارف کے لئے کافی ہے۔ اگر یہ ناکافی ہو تو ارشاد فرمائیں۔

محمد اقبال مجددی صاحب کو تاکید کردی ہے کہ تاریخ تصوف[2] کو جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچائیں۔

میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے حضرت شرافت صاحب کی خدماتِ علمیہ

کو یاد رکھا۔

والسلام

محمد موسیٰ عفی عنہ

....

(۱) سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی (ولادت: ۲۸ ستمبر ۱۹۰۷ء بمقام ساہن پال شریف ضلع منڈی بہاء الدین؛ وفات: ۴ جولائی ۱۹۸۳ء مدفون ساہن پال شریف)، سلسلۂ نوشاہیہ کے شیخ طریقت اور عربی، فارسی، اردو اور پنجابی زبانوں میں کثیر التصانیف بزرگ۔ ''شریف التواریخ''، علم الرجال پر ان کی اہم ترین تصنیف ہے۔ اس کی تیسری جلد کے بارہویں حصے میں انھوں نے معاصرین کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا تذکرہ لکھا ہے۔

(۲) ڈاکٹر بلوچ صاحب پروفیسر محمد اقبال مجددی سے قومی ادارہ برائے تاریخ تحقیق کے لیے ''پاک و ہند میں تاریخ تصوف'' لکھوانا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں ابتدائی کام ہو چکا تھا۔ بعد میں بلوچ صاحب کی اس ادارے سے علیحدگی کی وجہ سے یہ اہم علمی منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور نہ ہی اب تک کسی نے اس موضوع پر کام کیا۔

(۵)

۸؍جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت ڈاکٹر بلوچ صاحب مدظلہ

السلام علیکم۔ مزاج گرامی

نہایت افسوس ناک خبر یہ ہے کہ ہمارے عظیم محقق حضرت سیّد شرافت نوشاہی ۴؍جولائی ۱۹۸۳ کو انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے صاحبزادے کا پتہ یہ ہے

سیّد ریاض الحسن شاہ نوشاہی ساہن پال شریف ڈاکخانہ رنمل ضلع گجرات۔ پنجاب

والسلام مع الاحترام

دعاجو محمد موسیٰ عفی عنہ

(۶)

11-1-1986

مکرم القام جناب ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

السلام ورحمت

فارسی سے انگلش ٹرانسلیشن کے لیے جن صاحب کا میں نے ذکر کیا تھا ان کا نام پتہ یہ ہے:

ریاض احمد مفتی ایڈووکیٹ، ضلع کچہری۔ گجرات

مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی پسند کے مطابق کر سکیں گے اس لیے کہ انہیں فارسی اور انگلش پر یکساں عبور ہے۔ ڈاکٹر ظہور الدین احمد صاحب استاد اورینٹل کالج لاہور سے رابطہ قائم کریں

والسلام مع الاحترام

دعاجو محمد موسیٰ عفی عنہ

....

سیّد صباح الدین عبدالرحمن (۱)

۲۰/مارچ ۱۹۸۲ء

مکرمی المحترم۔ السلام علیکم

دارالمصنفین کے بین الاقوامی سیمینار میں آپ تشریف لاتے تو مجھ کو کیسی خوشی ہوتی۔ اس ویرانے میں چاندنی چٹک جاتی۔ آپ تشریف نہیں لائے لیکن اس سیمینار میں آپ کا ذکر بار بار آتا رہا۔ سیمینار میں منظور کی گئی تجاویز کی کاپی آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ امید ہے آپ قبول فرمائیں گے اور ہمیں ضروری مشوروں سے بھی نوازیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ سیمینار ایک مستقل تحریک کی شکل اختیار کرلے۔ اس بارے میں آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

فقط والسلام

سیّد صباح الدین عبدالرحمن

....

(۱) سیّد صباح الدین عبدالرحمن، نامور مورخ، محقق سابق ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ اور مدیر ماہنامہ معارف اعظم گڑھ تھے۔ پیدائش: ۱۹۱۱ء بمقام دیسنہ (بہار)، وفات: ۱۸/نومبر ۱۹۸۷ء بمقام لکھنو۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ میں ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء کو ''اسلام اور مستشرقین'' کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی تجاویز

اس مجلس مذکراہ میں پیش کیے جانے والے مضامین نیز تجاویز کے مطالعہ

آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے جو نکات سامنے آئے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر جو لٹریچر موجود ہے اور آئندہ بھی جو لٹریچر سامنے آئے اس کا علمی سطح پر مطالعہ اور تجزیہ کیا جائے اور علمی و معیاری بنیاد پر مستشرقین کی غلطیوں کو واشگاف کرنے اور ان غلطیوں کی تصحیح کے لئے ایک واضح تصنیفی و تالیفی پروگرام مرتب کیا جائے

۲۔ اسلام، تاریخ اسلام، سیرت نبوی ﷺ، تاریخ اسلام کی اہم شخصیتوں اور ان کے فکری علمی ادبی کارناموں سے متعلق اسکول کی سطح سے لے کر یونیورسٹیوں کی سطح تک کے طلبہ کے لیے جدید مذاق کے مطابق ایسی کتابیں تیار کی جائیں جو ان کے تعلیمی نصاب کا حصہ بن سکیں اور جن سے تعلیم و تدریس کی ہر سطح پر بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کی تربیت کا کام لیا جا سکے۔

۳۔ اسلامی موضوعات پر حوالہ جات کی معیاری کتابیں تیار کی جائیں۔

۴۔ اسلام سے متعلق علم و تحقیق کے جو ادارے پہلے سے موجود ہیں ان کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے یہاں جو کام ہو رہا ہے اسے موجودہ علمی وتحقیقی معیار کے مطابق اور بہتر اور مستند تر بنانے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ تصنیف و تالیف کے اس تمام کام کا علمی معیار اور تعلیمی مرتبہ دنیا کے موجودہ معیار تحقیق اور جدید اصول تعلیم کے مطابق ہو تا کہ ان کتابوں کا مطالعہ مسلم اور غیر مسلم سبھی لوگ دلچسپی سے کریں اور اسلام اور اسلام سے متعلق دیگر موضوعات پر صحیح معلومات حاصل کر سکیں اور مستشرقین کے کتابوں سے مستغنی ہو سکیں۔

۶۔ دارالمصنفین نے اسلامی موضوعات پر جو گرانقدر مطبوعات پیش کی ہیں انہیں عربی زبان اور آج کی زندہ یورپین زبانوں خصوصاً انگریزی میں منتقل کیا جائے تا کہ ان سے بڑے پیمانہ پر استفادہ کیا جا سکے اور اس طرح ہم اس مذاکرۂ علمی کے مقاصد کو عملی جامہ

پہنا سکیں

۷۔اس مذاکرۂ علمی کے شرکا مستشرقین کی ان علمی کاوشوں کو قابل قدر سمجھتے ہیں جو انہوں نے اسلامی سرمایہ کی حفاظت اور بعض لغات اور مفید کتابوں کی نشر و اشاعت میں خالص علمی انداز سے کی ہیں جس سے ان سے استفادہ آسان ہو گیا۔اس سلسلہ میں المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث، مفتاح کنوز السنۃ، اور تاریخ و ادب کی بعض کتابوں کا نام خصوصیت سے لے سکتے ہیں۔

اسی طرح ہم بعض انصاف پسند اور غیر متعصب مستشرقین کے مطالعہء اسلام اور تہذیب اسلام کو قابل قدر سمجھتے ہیں اور اکثر مستشرقین کی اسلامی علوم و فنون کے متعلق غلط فہمی اور مذہبی اور سیاسی عصبیت پر رنج و افسوس کا ظہار کرتے ہیں۔انہوں نے اسلامی عقیدہ و شریعت، قرآن و سنّت، سیرت و تاریخ اور تہذیب و تمدن کو غلط انداز میں پیش کیا ہے جس کے پیچھے بہت سے عوامل ہیں نفسیاتی بھی، تاریخی بھی، سیاسی بھی۔

اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر مجلس مذاکرہ کا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ اس موضوع پر دو دو سال کے وقفے سے یہ مجلس مذاکرہ منعقد کی جاتی رہے۔اس سلسلہ میں یہ جلسہ دکتور شیخ یوسف القرضاوی کی اس پیشکش کو کہ دو سال بعد یہ مجلس مذاکرہ قطر میں منعقد کی جائے شکریے اور تحسین کے جذبے کے ساتھ قبول کرتا ہے۔یہ جلسہ جناب حکیم محمد سعید صاحب کا بھی شکر گزار ہے کہ وہ یہ مجلس مذاکرہ قطر کے بعد پاکستان میں منعقد کرائیں گے۔

یہ جلسہ یہ بھی طے کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کے لیے دار المصنفین (اعظم گڑھ) میں ایک دفتر رابطہ قائم کیا جائے۔یہ دفتر سیمینار کے فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرے اور اہم امور میں حب ذیل فضلاء سے رابطہ قائم کرے:

۱۔مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

۲۔سیّد صباح الدین عبدالرحمن

۳۔مولانا سعید احمد اکبر آبادی

۴۔پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی

۵۔دکتور شیخ یوسف القرضاوی

۶۔دکتور عبدالصبور مرزوق

۷۔دکتور محمد فتحی عثمان

۸۔دکتور عبدالسلام الہراس

۹۔دکتور عبداللہ نصیف

۱۰۔دکتور عبداللہ عبدالمحسن ترکی

۱۱۔دکتور عبدالوہاب ابوسلیمان

۱۲۔دکتور عبداللہ بن عبداللہ زاہد

۱۳۔دکتور ظفر اسحاق الانصاری

۱۴۔پروفیسر سیّد حسین نصر

۱۵۔ڈاکٹر سیّد سلمان ندوی

۱۶۔ڈاکٹر محمد کمال حسن

۱۷۔جناب حکیم محمد سعید صاحب

۱۸۔پروفیسر خورشید احمد

۱۹۔ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

سیّد صباح الدین عبدالرحمن اس کمیٹی کے سیکریٹری ہوں گے۔انہیں یہ اختیار ہوگا کہ وہ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے مشورہ سے دفتر رابطہ کی ضروریات اور مناسب اسٹاف مقرر کریں۔

ڈاکٹر محمد باقر[1]

۵رمئی ۱۹۸۹ء

قبلہ ڈاکٹر صاحب

آپ نے مولانا آزاد سبحانی[2] میں سفرنامہ ربانی سے Quote کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''پاکستان میری نگاہ میں صرف ایک سیڑھی اور صرف پہلی سیڑھی تھی...... تو اس عالمی نظام حکومت...... تابندھی ہوئی ہے'' (صفحات ۱۰۹، ۱۱۰)

۲۔ کیا سبحانی صاحب نے کبھی اس عالمی نظام حکومت کی تفاصیل بیان کی تھیں یا یہ وضاحت کی تھی کہ پاکستان میں اسے کیسے عملی کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ اگر آپ کے پاس ذاتی یا مطبوعہ معلومات ہوں تو میں بے حد ممنون ہوں گا اگر آپ اس فقیر کی راہنمائی فرمائیں۔ اس وقت تک تو ہم جمہوریت کا ورد کررہے ہیں۔ نمعلوم سبحانی صاحب کے ذہن میں جمہوریت سے الگ یا اسلامی نظام حکومت کیا تھا؟

امید ہے آپ بفضلہٖ بہم وجوہ بخیریت ہوں گے۔ والسلام

محمد باقر

....

(۱) ڈاکٹر محمد باقر اردو، فارسی اور پنجابی کے محقق اور مصنف، سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور۔ پیدائش: ۴راپریل ۱۹۱۰ء لائلپور، وفات: ۲۵راپریل ۱۹۹۳ء لاہور

(۲) یعنی ڈاکٹر بلوچ صاحب کی تصنیف ''مولانا آزاد سبحانی۔ تحریکِ آزادی کے ایک مقتدر رہنما'' جو ۱۹۸۹ء میں ادارۂ تحقیقات پاکستان، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے شایع ہوئی۔

ڈاکٹر احسان حقی[1]

(۱)

24-4-1984

برادر مکرم جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پاکستان سے جاتے ہوئے ہم غیداء اور آپ کی بیگم صاحبہ کو اور آپ کے صاحبزادوں کو مخلصانہ اور پرمحبت سلام بھیجتے ہیں۔

اگر خدا نے چاہا اور عمر کی شمع میں کچھ تیل ہو تو ضرور کسی نہ کسی دن میں ملاقات ہوگی۔ ہم آپ کی پرمحبت، خوش آمدی سے بے حد خوش ہوئے اور آپ کے شکرگزار ہیں۔

خدا آپ کو خدمت اسلام میں عمر مدید دیں۔

جناب بروہی صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

احسان حقی

....

(۱) ڈاکٹر احسان حقی کا تعلق شام سے تھا۔ وہ پاکستان سے بہت محبت کرتے تھے اور پاکستان کے مخلص دوستوں میں تھے۔ انھوں نے پاکستان کے بارے میں عربی زبان میں کتاب باکستان ماضیھا و حاضرھا لکھی جو بیروت سے شایع ہوئی۔ ڈاکٹر احسان حقی عربی کے علاوہ یورپ کی کئی زبانوں کے ساتھ ساتھ عبرانی زبان پر بھی مہارت رکھتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۲ء۔ ۱۹۳۳ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بطور استاد بھی خدمات انجام دیں۔ وہ اردو زبان میں بھی مہارت رکھتے تھے اور پاکستان کے اہل تعلق سے اردو میں مکاتبت کرتے تھے۔ ان کا انتقال اندازاً ۱۹۹۶ء میں دمشق میں ہوا۔

(۲)

بلا تاریخ

برادرم مکرم ومحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگرچہ آپس میں خط وکتابت کا سلسلہ جاری نہیں تاہم میں آپ کے حالات سے مطلع ہوتا رہتا ہوں اور آپ کی ہجرت کے ارادہ کے لیے جو جدوجہد کر رہے ہیں مجھے معلوم ہے۔ خدا آپ کا حافظ وناصر ہو اور کامیابی عطا فرماویں۔

اگر خدا نے مجھے عمر دی تو انشاء اللہ اس سال میں آخری بار کے لئے پاکستان آؤں گا اور آپ سے مل کر خوشی حاصل کروں گا۔ میں نے جناب بروہی صاحب کی خدمت کے لئے عید مبارک عرض کرنے کے لئے ایک خط بھیجا، امید ہے یہ خط ان کو ملے گا۔ اور بہر حال آپ بھی ان کو میری طرف سے سلام کے ساتھ مبارکباد عرض کیجئے۔

یہ خط آپ کو عید مبارک کہنے کے لیے ارسال خدمت کر رہا ہوں اور خدا سے دست بدعا ہوں کہ آپ اور آپ کے خاندان کے تمام افراد کو صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرماویں اور خدمت اسلام کے لئے توفیق عطا کریں۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

احسان حقی

(۳)

بلا تاریخ

برادرم محترم جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مہمان نوازی اور عنایت کا شکریہ۔ خدا کرے کہ یہ عید آپ کے لیے، بیگم صاحبہ کے لیے اور آپ کے خاندان کے تمام افراد کے لیے مبارک ہو۔

جناب بروہی صاحب کو بھیجا ہوا تحفہ ملا یا نہیں؟ ان کو سلام کے ساتھ عید مبارک عرض ہے۔

احسان حقی

(۴)

16-7-1988

برادر مکرم جناب ڈاکٹر نبی بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں انقرہ کی میٹنگ میں حاضر نہیں ہوسکتا اور وقت کی تنگی کی وجہ سے کسی ایسے عالم کا نام تجویز نہیں کرسکتا مگر آئندہ کے لئے میں حاضر خدمت رہوں گا۔

بہر حال میٹنگ کے بعد میں اور باقی دوست آپ کی تشریف آوری کا انتظار کریں گے اور ملاقات پر بات کریں گے۔

اگر ممکن ہو انقرہ سے مجھے فون کیجئے تاکہ آپ کو ائیر پورٹ پر ملاقات کروں اور ہوٹل کا ایک کمرہ بوک کروں۔

عید مبارک ہو۔ سب دوستوں کو میری طرف سے عید مبارک عرض کریں، ممنون ہوں گا۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام

احسان حقی

(۵)

18-10-1988

برادر مکرم ومحترم جناب ڈاکٹر نبی بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ اور انڈونیشیا پر آپ کی لکھی ہوئی کتاب نیز ہجرہ نیوز جرنل کا پرچہ موصول ہوئے۔ شکریہ

آپ بے شک خوش ہوں گے جب آپ کو معلوم ہوگا کہ میری صحت خدا کے فضل سے روز بروز بہتر چلی جاتی ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ میں پاکستان آنے کی خوشی سے محروم نہیں ہوں گا اور بہر حال میرا گھر (پاکستان کا گھر) اور میرا دل ہمیشہ کے لئے پاکستانی بھائیوں کے لئے کھلے رہیں گے۔ امید ہے کہ آپ سے اور ایک بار دمشق میں ملاقات ہوگی۔

آپ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے برادرم غازی صاحب سے ایک خط ملا اور میں نے ان کو علی الفور جواب دیا۔ جب کبھی آپ محترم ڈاکٹر یعقوب صاحب کو خط لکھیں گے، میری طرف سے ان کو سلام پہنچادیں۔ آپ کو، بیگم صاحبہ کو اور آپ کے صاحبزادوں کو صادقانہ سلام عرض ہے۔ والسلام

احسان حقی

(۶)

24-4-1989

مکرم مخدوم جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پرچہ باقاعدہ مجھے ملتا ہے، شکریہ۔ ہم آج عید الفطر سے قریب ہو رہے

ہیں لہذا میں آپ کی خدمت میں یہ خط ارسال کرتا ہوں اور خدا سے دست بدعا ہوں کہ یہ عید آپ کے لیے، بیگم صاحبہ کے لیے اور آپ کے خاندان کے لئے تمام افراد کرام کے لئے مبارک ہو اور آپ کو عمر دراز کے ساتھ صحت وعافیت عطا فرمائے۔

میں نے آپ کی کتاب The advent of Islam[1] کے ترجمہ کا ارادہ کیا مگر اس میں چند ایسے الفاظ ہیں جن کا لغت سے تعلق نہیں مگر تاریخ اور عادات سے متعلق ہیں اور جن کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا جب میں پاکستان آؤں گا آپ کی مدد سے اس کا ترجمہ پورا کروں گا۔

ہجرہ والی میٹنگ کب ہوگی اور کہاں پر ہوں گی؟

باقی سب خیریت ہے۔ سب کو سلام عرض ہے۔ والسلام

احسان حقی

....

(۱) ڈاکٹر بلوچ صاحب کی اس کتاب کا مکمل نام

Advent of Islam in Indonesia

ہے اور یہ قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ اسلام آباد سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔

ڈاکٹر شیر محمد زمان[1]

۱۴/۷/۸۵ء

مکرمی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے جناب کے مزاج بخیر ہوں گے۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے اردو میں فنی تدوین کے مسائل پر ایک ورکشاپ منعقد کر رہا ہے جس میں فنی تدوین کے مختلف موضوعات اور مسائل مثلاً مسودے کی تیاری، کتابت، کمپوزنگ، پروف خوانی، کاپی ایڈیٹنگ، طباعت ،جلد سازی وغیرہ پر مقالات اور عملی تربیت کا اہتمام ہوگا۔اس سلسلے میں ہمیں آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

آپ کا ادارہ[2] ایک عرصہ سے طباعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے۔اور اس ضمن میں آپ کی خدمات کو بے حد سراہا گیا ہے۔قوی امید ہے کہ آپ کے ہاں مسودے کی تیاری، کاپی ایڈیٹنگ، املا، رموز واوقاف، کتابت اور خصوصاً پروف خوانی وغیرہ کے سلسلے میں ایک مخصوص طریق کار اپنایا جاتا ہوگا۔اگر آپ اس طریق کار کی تفصیل اور کچھ علمی مثالیں یا نمونے ہمیں جلد از جلد ارسال فرماسکیں تو ورکشاپ کے لیے یہ مواد نہایت مفید ہوگا۔

آپ سے درخواست ہے کہ ایک ہفتے کے اندر ہمیں یہ معلومات ارسال فرمادیں یا مطلع فرمائیں کہ یہ معلومات آپ سے کس طرح حاصل کی جاسکیں گی۔آپ کے اس علمی تعاون کے لئے ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

والسلام

مخلص

ڈاکٹر شیر محمد زمان

---

(۱) ڈاکٹر شیر محمد زمان معروف دانشور اور سابق ڈائرکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ہیں۔آج کل آپ کا قیام اسلام آباد میں ہے۔

(۲) یعنی قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ جس کے بلوچ صاحب اس زمانے میں ڈائریکٹر تھے۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری[1]

(۱)

۲۹/اپریل ۱۹۸۰ء

جناب محترم ڈاکٹر بلوچ صاحب۔ سلام مسنون

دو کتابیں (۱) مرقع شہابی (۲) جنگ نامہ آصف الدولہ اور نواب رام پور، ارسال خدمت ہیں۔ رائے اور رسید سے مطلع فرمائیے۔ اس سے پہلے پچھلے دنوں ''مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' بھی ارسال کی تھی مگر رسید سے محروم رہا۔

امید ہے کہ مزاج سامی بخیر ہوگا۔ فقط والسلام

خاکسار

محمد ایوب قادری

....

(۱) ڈاکٹر محمد ایوب قادری نامور محقق، مورخ، مترجم اور سابق صدر شعبہ اردو، اردو کالج کراچی۔ پیدائش: ۲۸/جولائی ۱۹۲۶ء بمقام بریلی۔ وفات: ۲۵/نومبر ۱۹۸۳ء کراچی

(۲)

یکم نومبر ۱۹۸۰ء

حضرت مخدومی ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا

(۱) خاکسار نے مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی مرحوم کی کتاب ''تاریخ زوال ملتِ اسلامیہ'' پر مقدمہ لکھا ہے اس کی ایک کاپی ارسال خدمت ہے۔ رائے اور رسید سے سرفراز

فرمایئے۔

(۲) میری کتاب 'مخدوم جہانیاں جہاں گشت' کا تیسرا ایڈیشن طباعت کے لیے جا رہا ہے آپ کے یہاں سے جو کتاب ''اوچ'' پر شائع ہوئی ہے اس سے میں استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ممکن ہو سکے تو ایک نسخہ مرحمت فرمایئے۔

(۳) میرے تحقیقی مقالہ کا عنوان ہے:

''اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ (شمالی ہند میں۔ ۱۸۵۷ء تک)''

اس میں ۸۲ علماء کی ۱۵۲ تصنیفات کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس میں قرآن کریم کے ترجمے، تفاسیر، فقہ اور عقائد کی کتابیں خاص طور سے موضوع تحقیق رہی ہیں بارہویں صدی کے تعلق سے جو کتابیں چھپ رہی ہیں کیا آپ کے یا کسی اور ادارے سے اس کتاب کی اشاعت ہو سکتی ہے[1]۔ اگر ایسا ہو تو میں ایک تفصیلی نوٹ لکھ کر بھیج دوں یا خود حاضر ہو جاؤں۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ فقط والسلام

خادم وخاکسار

محمد ایوب قادری

....

(۱) یہ مقالہ کتابی شکل میں ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور سے شائع ہوا۔

(۳)

۷رنومبر ۱۹۸۲ء

جناب محترم ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

کافی دن ہوئے اپنی ایک کتاب ''غالب اور عصرِ غالب'' ارسال خدمت کی تھی لیکن اس کی رسید سے تاایں دم محروم ہوں۔

براہ کرم رائے اور رسید سے مطلع فرمایئے۔ آپ کے ادارہ کی کتابیں اگر ملیں تو خاکسار تبصرہ کردے گا۔ اگر کتاب UCH بھجوا سکیں تو شکریہ۔ میں اپنی کتاب 'مخدوم جہانیاں جہاں گشت' کے نئے زیر ترتیب ایڈیشن میں اس سے کچھ استفادہ کرنا چاہتا ہوں اور حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ فقط والسلام

خاکسار

محمد ایوب قادری

پروفیسر محمد اقبال مجددی[1]

(۱)

۲۶را کتوبر ۱۹۷۹ء

گرامی خدمت جناب ڈاکٹر بلوچ مدظلہ العالی

السلام علیکم

مزاج گرامی۔ میں کئی روز سے لاہور سے باہر ایک علمی کام کی غرض سے مقیم تھا واپسی پر آنجناب کا خط ملا۔ یادفرمانے کا شکریہ۔ بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے یاد فرمایا۔

سب سے پہلے تو میں آپ کو تاریخی کمیشن سے بحیثیت سربراہ ادارہ منسلک ہونے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اب اس ادارہ سے بجاطور پر علمی و تحقیقی کاوشوں کے منظرعام پر آنے کی توقع پیدا ہوگئی ہے۔

''شریف التواریخ'' پر احقر کی تقریب پسند فرمانے کا شکریہ۔ خدا کرے کہ یہ کتاب مکمل صورت میں جلد چھپ کر افادۂ عام کا ذریعہ بن سکے۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''پاک وہند کی تاریخِ تصوف'' مرتب ہونی چاہیے۔ میں انشاء اللہ مقدور بھر کوشش کروں گا کہ یہ کام ایک سال میں پورا ہوجائے۔ میں نے ان دنوں مقامات مظہری (احوال و ملفوظات و افکار حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ ۱۷۸۱ء) تالیف حضرت شاہ غلام علیؒ'' کا ترجمہ، تعلیقات اور مفصل مقدمہ کا کام مکمل کیا ہے اور عرصہ دراز سے مرکزی اردو بورڈ کے ساتھ اس کی اشاعت کے سلسلہ میں بات چل رہی ہے لیکن امید ہے کہ جلد یہ کتاب منظور ہو کر اشاعت کے مراحل طے کر پائے گی۔

حکیم صاحب قبلہ[۲] سلام عرض کرتے ہیں۔ جواب میں تاخیر کے لیے معذرت

خواہ ہوں۔ مخلص

محمد اقبال مجددی

....

(۱) پروفیسر محمد اقبال مجددی، فارسی زبان کے نامور استاد، محقق اور تصوف اور صوفیائے کرام سے متعلق کئی بلند پایہ کتب کے مولف اور مرتب ہیں۔ اب تک آپ کے تقریباً ایک ہزار علمی اور تحقیقی مقالات پاکستان، ہندوستان اور ایران کے علمی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۵ رستمبر ۱۹۵۰ء کو قصور میں ہوئی اور آپ کا مستقل قیام لاہور میں ہے۔

(۲) یعنی حکیم محمد موسیٰ امرتسری

(۲)

۵ رستمبر ۱۹۸۲ء

بجناب حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم! مزاج گرامی۔ آپ کا خط (مورخہ ۹ ذیقعدہ ۱۴۰۲ ہجری) ملا شکریہ قبول فرمائیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ میری والدہ شدید علیل ہیں ان کو بلڈ پریشر کا عارضہ ہے۔ ان کی دیکھ بھال کے لیے کوئی دوسرا فرد موجود نہیں ہے۔ اس لیے میرے کام میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ اگر آپ انسٹیٹیوٹ سے وابستہ رہے تو میں انشاءاللہ تاریخ تصوف کی پہلی جلد ضرور پیش کروں گا۔ کیونکہ میرے اس اہم کام سے آپ سے زیادہ کسی کو دلچسپی نہیں ہے، مجھے اس کام سے والہانہ لگاؤ ہے۔ میں نے ایک منٹ بھی ضائع نہیں کیا لیکن تحقیقی کام کے لیے جس یکسوئی کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ میسر نہیں آئی۔ اگر مریض کوئی اور ہوتا تو دوسری بات تھی لیکن والدہ کا جو تعلق ہے وہ آپ بخوبی سمجھ

سکتے ہیں۔ اس اہم ادارہ میں آپ کے دم قدم سے ابھی جان پڑنا شروع ہوئی ہی تھی۔ علیحدگی کے آثار کا تذکرہ پڑھ کر میں خاصا دل برداشتہ ہوا ہوں۔ خدا خیر کرے۔

مخلص

محمد اقبال مجددی

(۳)

۲۹ راکتوبر ۱۹۸۳ء

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ

السلام علیکم۔ آپ کا رقعہ ملا اور تشریف لانے کا دلی شکریہ

آپ کی امانت کتاب History of Sufism in India جب آپ نے اس سے پیشتر لاہور آنے کا پروگرام تھا، میں نے حکیم صاحب کے سپرد کی تھی۔ پھر آپ کے پروگرام کے التواء کے پیش نظر بطور احتیاط واپس لے گیا۔ اب آپ فرمائیے کہ کتاب آپ کو کیسے واپس کی جائے۔ نادر کتاب کو بذریعہ ڈاک بھیجنا غلطی ہے۔ کوئی معتبر دوست لاہور آنے والے ہوں تو انہیں رقعہ دے دیں۔ ان کے ہاتھ آپ تک پہنچ جائے۔ ڈاک ہر لحاظ سے مخدوش ہے۔

ادارہ نیشنل انسٹیٹیوٹ کی کتابیں بھی حاضر ہیں۔ اگر مناسب خیال فرمائیں تو میں موسم تعطیلات کے دوران حاضر ہو کر ادارہ کے کتب خانہ انچارج کے حوالے کردوں۔

مخلص

محمد اقبال مجددی

خواجہ حمید الدین شاہد[1]

(۱)

۸/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

محترمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

تسلیمات عرض ہے۔ اہل قلم کانفرنس میں آپ سے نیاز حاصل کر کے مجھے دلی مسرت حاصل ہوئی تھی۔ آپ کے خلوص اور شریفانہ برتاؤ کا میرے دل پر گہرا نقش قائم ہو چکا ہے۔ یوں میں پہلے سے آپ کے عقیدت مندوں میں ہوں۔ مرحوم پیر حسام الدین راشدی[2] کے ہاں آپ سے کئی بار مل چکا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ ''سب رس'' آپ کو پسند آیا ہوگا۔ آپ کو سب رس کا نام بہت اچھا لگا تھا۔ انشاء اللہ سب رس آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا۔ اس ماہ کے آخری ہفتے میں ممتاز حسن مرحوم[3] کی برسی کے موقعے پر سب رس کا ممتاز حسن نمبر شائع کر رہا ہوں۔ اس کے لیے آپ سے مضمون کی استدعا کی تھی جسے آپ نے قبول فرمایا تھا۔ براہ کرم اپنی گونا گوں علمی وادبی مصروفیتوں کے باوجود مضمون تحریر کر کے جلد عنایت فرمائیں۔ یہ مجھ پر آپ کا احسان ہوگا۔ ممتاز حسن نمبر مرحوم کے شایان شان ہوگا، آپ کے گراں قدر مضمون کے بغیر یہ خصوصی شمارہ نامکمل رہے گا۔ امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہ فرمائیں گے۔

مخلص

خواجہ حمید الدین شاہد

....

(۱) خواجہ حمید الدین شاہد۔ ممتاز ادیب، شاعر، صحافی اور سابق مدیر ماہنامہ سب رس کراچی۔ پیدائش: ۴/ اکتوبر ۱۹۱۷ء بمقام حیدر آباد دکن۔ وفات: ۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کراچی

(۲) پیر حسام الدین راشدی سندھ کے بلند پایہ مؤرخ اور محقق تھے۔ آپ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء کو پیر جو گوٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم نجی طور پر ہی حاصل کی۔ آپ اردو، سندھی اور فارسی کے بلند پایہ عالم اور محقق تھے۔ فارسی خدمات کی بنا پر آپ کو حکومتِ ایران نے اعلیٰ اعزاز سے نوازا۔ آپ کا انتقال یکم اپریل ۱۹۸۲ء کو ہوا۔ تدفین (مکلی) ٹھٹہ میں ہوئی۔

(۳) ممتاز حسن مرحوم معروف ماہر اقتصادیات، علمی شخصیات اور اداروں کے بہت بڑے سرپرست تھے۔ پیدائش: ۶/ اگست ۱۹۰۷ء، وفات: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۷۴ء بمقام کراچی۔ ممتاز حسن مرحوم کے بارے میں بلوچ صاحب کے معلومات افزا مضمون کے لیے ملاحظہ فرمائیں 'گلشن اردو' مرتبہ محمد راشد شیخ

(۲)

۱۸/ جنوری ۱۹۸۴ء

مکرمی و معظمی ڈاکٹر بلوچ صاحب زادلطفہٗ

تسلیم۔ مزاج گرامی

آپ کا کرمنامہ مورخہ ۱۴۔۱۔۸۴ء موصول ہوا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ ''سب رس'' کے ممتاز حسن نمبر کا ایک سال سے اعلان کر رہا ہوں۔ ارادہ تھا کہ اکتوبر ۸۳ء میں ان کی برسی کے موقعے پر یہ اشاعت پذیر ہو۔ میں نے اہل قلم کانفرنس میں آپ سے اور چند اور اصحاب سے اس نمبر کے لئے لکھنے کی درخواست کی تھی اور امید تھی کہ یہ مضامین دسمبر تک مل جائیں گے۔ ممتاز حسن نمبر کے بیشتر بلکہ تقریباً تمام مضامین کی کتابت ہو چکی ہے اور دسمبر کے پرچے میں لکھ دیا ہے کہ فروری ۸۴ء میں شائع ہوگا۔

اب آپ سے ادباً عرض ہے کہ اپنی یادداشت کے بھروسے پر کچھ نہ کچھ ضرور تحریر فرمادیں۔ آپ کا مختصر مضمون تبرکاً شائع ہوجائے گا۔ تفصیلی مضمون آپ اپریل ۸۴ء کے بعد تحریر فرمایئے، اسے بھی سب رس میں شائع کرنے کی مسرت اور عزت

حاصل کروں گا۔

مخلص

خواجہ حمید الدین شاہد

(۳)

۲۶ رجنوری ۱۹۸۴ء

محترمی و معظمی ڈاکٹر بلوچ صاحب، زادلطفہٗ

سلام مسنون۔ مزاج گرامی

آپ کے دوکرم نامے اور مضمون مل گئے۔ آپ کی اس عنایتِ خاص کے لئے سرتاپا سپاس ہوں۔ آپ کے پہلے خط سے مجھے مایوسی ہوگئی تھی۔ آپ نے بڑا کرم فرمایا کہ میری استدعا قبول فرمائی۔ مضمون کتابت کے لئے دے دیا گیا ہے۔ آپ کی اردو تحریر بھی پسند آئی اور ہر لحاظ سے بہت اچھی ہے۔ زرہ امتثال امر میں نے غور سے دیکھا مگر نوک پلک درست تھے۔

آپ کی تحریر سے ممتاز حسن مرحوم کی روح خوش ہوگئی ہوگی۔

مخلص

خواجہ حمید الدین شاہد

(۴)

۱۴ رمئی ۱۹۸۴ء

محترمی و معظمی ڈاکٹر۔ این۔ اے بلوچ صاحب زادلطفہٗ

سلام مسنون۔ مزاج گرامی

آپ کا کرم نامہ ملا جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ 'سب رس' مارچ واپریل کا مشترکہ شمارہ ''ممتاز حسن نمبر'' کی حیثیت سے شائع ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ یہ خصوصی شمارہ

ایک ہفتے بعد آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ آج کل میں دن رات اسی کام میں لگا ہوا ہوں۔

آپ کا گراں قدر مضمون شائع ہو چکا ہے جس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں اس نمبر کے مرتب کرنے میں مجھے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ مضامین کی فراہمی میں ہر قدم پر دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

اب بفضل خدا رسالہ تکمیل کے مراحل میں ہے اور ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

مخلص

خواجہ حمید الدین شاہد

پروفیسر سیّد محمد سلیم[1]

(۱)

19-1-1971

محترم المقام جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ نے لائبریری کے سلسلہ میں جو رقم بطور نوازش کالج کو دی ہے اس کی رسید ارسال خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کالج کے دارالآثار کی مہر جس آدمی کے ذریعے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی وہ ۲۱/۱ کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس کے ذریعے سے مہر تلاش کرنے میں سہولت ہو۔

کالج لائبریری کی مرمت کا کام اللہ کا نام لے کر شروع کر دیا ہے۔ اہل علم حضرات کو اس کار خیر کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

والسلام

محمد سلیم

پرنسپل شاہ ولی اللہ کالج منصورہ

....

(۱) پروفیسر سیّد محمد سلیم، استاد، ماہر تعلیم، مصنف اور سابق پرنسپل شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ (ضلع ہالا) تھے۔ پیدائش: ۱۹۲۲ء بمقام تجارہ (الور)، وفات: ۲۷/۱۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء اسلام آباد۔ تدفین کراچی میں ہوئی۔

(۲)

۲۲/جنوری ۱۹۷۱ء

محب العلم والکمال جناب ڈاکٹر صاحب زاداللہ تکریماً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ محترم جناب قاضی محمد اطہر مبارک پوری[1] کا کرم نامہ مورخہ ۱۳ جنوری ۷۱ء راقم کے نام پہنچا ہے۔ اس میں وہ رقم طراز ہیں کہ:

”میں نے العقد الثمین (العقد الثمین فی فتوح الهندو من وردفيها من الصحابة والتابعين مصن ف کی عربی کتاب) کو مرجع قرار دے کر اموی دور کے ہندوستان کی مفصل تاریخ کو مرتب کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ اس کا کوئی واضح نقشہ سامنے آئے اور صرف فہرست کے طور پر اموی دور کا تذکرہ نہ دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے گوناگوں مباحث کی ضرورت ہوگی اور ہر پہلو سے تاریخی بحث ہونی چاہیے ۔فارسی تاریخوں میں اول تو یہ ملتا نہیں اور اگر ملتا بھی ہے تو نا ممکن اور معمولی طور پر ملتا ہے۔ عربی کتب میں یہاں کے حوالے نہایت مختصر ہیں، ان سے پورے مباحث پر روشنی پڑنا مشکل ہے پھر بھی کام انھی سے لینا ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے گزارش ہے کہ آپ خاص خاص موضوعات پر مجھے معلومات دیں یا کسی اہل علم سے یہ معلومات فراہم کرا کے دیں تو ہندوستان کی

اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار کی بڑی خدمت ہوگی
۔اس بارے میں آثار قدیمہ اور حضریات سے بڑی
مدد مل سکتی ہے۔میں آنا چاہوں بھی تو نہیں آسکتا ہوں
اتنی الجھن پیدا کر دی گئی ہے۔"

اس سے قبل مصنف کی حسب ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

عربی میں

(۱) رجال السند الہند
(۲) دول العرب فی الہند
(۳) مجد مسلمی الھند الغابر
(۴) العقد الثمین فی فتوح الھند ومن وردفیھا من الصحابۃ والتابعین

اردو میں

(۱) ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں
(۲) ہندوستان عہد نبوّت میں
(۳) اسلامی ہند کی عظمت رفتہ
(۴) مآثر و معارف (مجموعہ مضامین)

اس خط کی روشنی میں میرے خیال ناقص میں آپ کی ہی تنہا وہ ذات ہے جو قاضی صاحب کو ضروری مواد، تاریخ اور ضروری معلومات فراہم کرا سکتے ہیں۔ کتب و رسائل بھیجنے کے معروف طریقے تو مسدود ہیں۔ میں ایک خاص ذریعہ سے وہاں بھیجتا ہوں۔

میں اس سلسلہ میں کسی دن حیدر آباد آ کر گفتگو کروں گا کہ کیا کیا معلومات ان کو فراہم کرنا ہے۔

احقر
محمد سلیم

....

(۱) قاضی محمد اطہر مبارک پوری، عربی اور اردو میں تاریخ اسلام خصوصاً اسلام کے اوائلی ادوار کے نامور محقق اور مصنف تھے۔ پیدائش: ۷رمئی ۱۹۱۶ء بمقام مبارکپور (اعظم گڑھ)، وفات: ۱۴رجولائی ۱۹۹۶ء مبارکپور۔

ڈاکٹر محمد معزالدین

13-5-95

محترمی ومکرمی ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج مبارک بخیر ہوگے۔

آپ کے کامیاب سفر کی روداد مختلف ذرائع سے ملتی رہی اور آپ کا پیغام بھی ملتا رہا۔ کل اچانک آپ کے آپریشن کی خبر سے تشویش ہوئی۔ اس اطلاع سے اطمینان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ روبصحت ہیں۔

دست بدعا ہوں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ جلد سے جلد صحتِ کلّی عطا فرمائے اور آپ جیسے مایہ ناز اسکالر مشفق اور کرم فرما بزرگ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

بحمد اللہ یہاں سب کام حسب معمول چل رہا ہے۔ آپ فکر نہ کریں اور پوری توجہ سے اپنا علاج کرائیں۔ اللہ حامی وناصر ہے۔

بفضلہ تعالیٰ آپ کے تمام اہل خانہ بخیر وعافیت ہیں۔

نظامانی صاحب کو ہمارا اسلام کہیے اور پرسانِ حال کو ہماری یاد۔

یہاں دفتر کے سب لوگ آپ کی صحت یابی کی دعائیں کر رہے ہیں۔

فقط والسلام

نیازمند وطالب خیر وعافیت

محمد معزالدین

تکملہ: آپ کے سفر کی نیز مجوزہ پروگرام کی خبریں اخباروں میں آتی رہی ہیں۔

اعجازالحق قدوسی[1]

(۱)

۲۵ فروری ۱۹۶۰ء

جناب محترم ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

آپ کے بے پایاں الطاف وکرم جو اس فقیر کے شامل حال رہے ہیں، اس کی بنا پر عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ غالباً مارچ میں ٹیکسٹ بک کمیٹیاں منعقد ہوتی ہیں اگر اس مرتبہ آپ کی توجہء خصوصی سے ''سندھ کی تاریخی کہانیاں'' کا مسئلہ بھی پیش ہوجائے جو تقریباً دو سال سے رجسٹرار سندھ یونیورسٹی کے دفتر میں پڑا ہوا ہے تو میں آپ کے اس کرم کو کبھی فراموش نہ کرسکوں گا۔

میں نے ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کو بھی بطور یاددہانی ایک خط لکھ دیا ہے۔ اگر آپ بھی ان سے دو کلمہء خیر فرمائیں تو انشاء اللہ امید ہے کہ کوئی صورت نکل آئے گی یوں تو وہ خود مجسمہء خیر ہیں۔ ''تذکرہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ''[2] ۱۲ فروری ۱۹۶۰ء کو ایک سال کی گردش قلم کے بعد مکمل ہوگیا۔ یہ تذکرہ جہاں حضرت شیخ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ہمارے سامنے لاتا ہے وہیں سلسلہء چشتیہ صابریہ کی اجمالی مگر مکمل تاریخ ہے جو اس سلسلے کے نامور بزرگوں کے حالات زندگی اور ان کی اصلاحی وتبلیغی جدوجہد اور ہندوپاکستان میں اس سلسلے کے فروغ وترقی کی پوری داستان کا آئینہ دار ہے۔ اندازہ ہے کہ ۲۲/۱۸ کے پانچ سو صفحات پر یہ تذکرہ مشتمل ہوگا۔ افادیت اور استناد کے اعتبار سے حوالے اور ضروری فٹ نوٹس کا ہر جگہ اضافہ کردیا گیا۔ اب اس پر نظر ثانی کر رہا ہوں، اور پھر اس کی طباعت کا معاملہ اہم ہے۔ اگر آپ کا تعلق پنجابی اکیڈیمی میں

ڈاکٹر محمد باقر سے ہو یا ثقافت اسلامیہ لاہور کے ڈائریکٹر یا کسی اور رکن سے ہو تو دو کلمہ ان کو بھی لکھ دیجئے کہ آج کی دنیا بالوسائل حاصل ہوتی ہے۔

مارچ کے اواخر میں اس سے فارغ ہو جاؤں گا۔ پھر خیال ہے کہ اگر حیات مستعار باقی ہے تو علمائے سندھ پر قلم اٹھاؤں۔ گو اس کا مواد کچھ اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے لیکن یہ وہ راہ ہے کہ میں اس میں گم کردہ راہ ہوں۔ اگر آپ اس میں میرے لئے خضر راہ بنے تو خدا جانے مجھے اس راہ میں کتنی ٹھوکریں کھانا پڑیں گی۔ اس سلسلے میں جو مواد آپ کے پیش نظر ہو، اس کی تفصیل لکھئے تاکہ جو کچھ میں جمع کر سکوں وہ خود جمع کر لوں اور جو چیز آپ مجھے مستعار دے سکیں، ان کے متعلق بھی تحریر فرمایئے۔ اگر پہلی صدی سے ہر صدی کے علماء کو باب واری لکھا جائے تو اس کی افادیت زیادہ بڑھ جائے گی۔ اگر یہ تذکرہ بھی مکمل ہو جائے تو سندھ کی ادبی تاریخ میں یہ بات بھی یادگار رہے گی کہ ایک مہاجر نے سندھ کی قدیم اور جدید اسلامی تہذیب و ثقافت اور مشاہیر رجال اور سندھ کے اہل کمال کو قدیم اور جدید سندھیوں میں ربط و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے روشناس کرانے کی پوری کوشش کی تھی۔

سندھ کی تاریخ کا پہلا حصہ بھی مرتب کر چکا ہوں جو رائے حکمت سے شروع ہو کر سمہ عہدِ حکومت پر ختم ہوتا ہے۔ یہ بھی ۱۸/۲۲ سائز کے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہوگا۔ بہرحال اکبر کا یہ مصرعہ میرے حسب حال ہے۔

''نہیں کی باتیں سنا رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی''

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیاز کیش

اعجاز الحق قدوسی

....

(۱) مولانا اعجاز الحق قدوسی، ادیب، محقق اور صوفیائے کرام کے تذکرہ نگار تھے۔ صوفیائے کرام کے حالات زندگی پر انھوں نے عمر بھر تحقیق کی اور تحقیقات کے نتائج متعدد کتب کی صورت میں شایع کرائے۔ اس کے علاوہ تاریخ سندھ کو تین ضخیم جلدوں میں مرتب کیا جسے اردو سائنس بورڈ (سابقہ مرکزی اردو بورڈ) لاہور نے شایع کیا۔ پیدائش: جولائی ۱۹۰۵ء بمقام جالندھر، وفات: ۱۹/ فروری ۱۹۸۶ء کراچی۔

(۲) بعد ازاں یہ کتاب ''حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات'' کے عنوان سے آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی نے ۱۹۶۱ء میں شایع کی۔

(۲)

۱۴/ اگست ۱۹۶۴ء

گرامی قدر جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا وہ نوٹ جو میری استدعا پر اپنے متعلق مجھے بھیجا مجھے ملا اور میں نے اپنے طور پر اس نوٹ کو لکھ دیا۔ میں آپ کی اس عنایت کے لئے بے حد شکر گزار ہوں۔

اس انسائیکلوپیڈیا میں صاحب ''لبِ تاریخ سندھ''[1] پر بھی مجھے ایک نوٹ لکھنا ہے۔ لبِ تاریخ سندھ میں اس کے بہت مختصر حالات ملتے ہیں۔ براہ کرم اگر آپ اس کا سنہ ولادت، سنہ وفات اور اس کی تمام کتابوں کے نام اور اس کا مدفن مجھے لکھ دیں تو بڑا اکرم ہوگا۔

نیز اسی سلسلے میں مجھے صاحب ''ترخان نامہ''[2] کے حالات کی بھی ضرورت ہے اگر اس کے حالات آپ کے علم میں ہوں تو دس پندرہ لائنوں میں اس کا سنہ ولادت، سنہ وفات اور اس کے علمی کارنامے اور اس کا مدفن لکھ بھیجئے۔

سندھ کے معاملے میں دو حل المشکلات ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب تو ہانگ کانگ بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسرے آپ ہیں۔

آپ کے سوا ہم ان علمی مشکلات کو لے کر کہاں جائیں۔ ہمیں تیسرا کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیاز کیش

اعجاز الحق قدوسی

....

(۱) ''لب تاریخ سندھ'' فارسی زبان میں تاریخ سندھ کا خلاصہ ہے جس کے مصنف منشی خداداد خان تھے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے اس اہم کتاب کا مستند متن تیار کیا، عالمانہ مقدمہ اور حواشی لکھے۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی مرتبہ اس اہم کتاب کو سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد نے ۱۹۵۹ء میں شایع کیا۔

(۲) ''ترخان نامہ'' سندھ کی تاریخ پر سیّد میر محمد بن جلال ٹھٹوی کی تالیف۔ اس کتاب کو سیّد حسام الدین راشدی نے ایڈٹ کیا اور ۱۹۹۴ء میں سندھی ادبی بورڈ جام شورو نے شایع کیا۔

(۳)

۲۸ر ستمبر ۱۹۷۹ء

گرامی قدر ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں تین چار خط آپ کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں۔ میری تمنا تھی کہ تاریخ سندھ جلد سوم پر آپ کا تفصیلی مقدمہ ہو۔ میں نے گزشتہ خطوط میں آپ کو یہ لکھا تھا کہ ایک تو آپ کا صحیح پتہ مجھے معلوم ہونا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ مکمل مسودہ روانہ کرنے کی ضرورت ہے یا صرف خاکہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے۔ دونوں صورتیں مجھے منظور ہیں صرف آپ کے ایڈریس کا انتظار ہے۔

دعا گو

اعجاز الحق قدوسی

(۴)

۲۱/ مارچ ۱۹۸۱ء

گرامی قدر ڈاکٹر صاحب السلام علیکم

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میں نے مجلس ترقی ادب لاہور کے لیے لکھا تھا۔ اگر میری سوانح حیات[1] کے لیے جناب احمد ندیم قاسمی سے سفارش فرمائی جائے تو بے حد کرم ہوگا۔

آپ نے از راہ کرم اس کا وعدہ بھی فرمایا تھا کہ میں لاہور جاؤں گا تو مجلس ترقی ادب والوں سے بات کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے بات کر لی ہوگی۔ براہ کرم اگر اس گفتگو سے مطلع فرمایا جائے تو میں شکر گزار رہوں گا۔

۲۔ یہ بھی ضرور تحریر فرمایئے کہ تاریخ سندھ جلد سوم کا مسودہ آپ کو ملا یا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ مرکزی اردو بورڈ لاہور نے آپ کو بھجوا دیا ہوگا۔

براہ کرم ان مختصر امور کا آپ ضرور جواب مرحمت فرمائیں گے۔

نیاز کیش

اعجاز الحق قدوسی

....

(۱) مولانا اعجاز الحق قدوسی کی یہ خود نوشت سوانح ''میری زندگی کے پچھتر سال'' کے عنوان سے مکتبہ اسلوب کراچی نے ۱۹۸۸ء میں شایع کی۔

(۵)

۷ر دسمبر ۱۹۸۱ء

محترمی ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

گزشتہ خط میں میں نے تحریر کیا تھا کہ آپ کو بالکل اختیار ہے کہ جو حذف وترمیم کرنا چاہیں تاریخ سندھ جلد سوم میں وہ کر دیں۔ آپ میرے استادِ معنوی ہیں۔ یہ سب کچھ فیض آپ کا ہے۔ آپ کی کتابوں سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آپ کا ہر حذف وترمیم میرے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ مگر آپ نے میرے اس خط کا جواب نہیں دیا۔ شاید عدیم الفرصتی مانع رہی ہو۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کو میرا خط مل گیا ہوگا۔ ۷۵ صفحات آپ دیکھ چکے ہیں باقی صفحات بھی آپ نے مکمل کر لیے ہوں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کتاب آئینہ ہوگی۔ بلکہ آپ کی اصلاح سے اس کی افادیت کئی گنا بڑھ جائے گی۔

امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوگا۔

نیاز کیش

اعجاز الحق قدوسی

(۶)

۸ر اگست ۱۹۸۲ء

گرامی قدر والا مناقب جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ اگر تاریخ سندھ جلد سوم کا مسودہ فارغ ہو گیا ہو تو براہ کرم ڈائریکٹر مرکزی اردو بورڈ لاہور کے پتے پر روانہ فرمائیے۔ بشرطیکہ یہ مسودہ

آپ کی نظر ثانی سے فارغ ہو چکا ہو۔

سیّد پیر حسام الدین راشدی[1] یکم اپریل ۱۹۸۲ء کو وفات پا گئے۔ علم کا ایک ستون گر گیا۔ خدا انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

افسوس ولا کہ غم گساراں رفتند
شیریں دہناں و گلعذاراں رفتند
خوش بوئے گل آمدند برباد سوار
درخاک چوں قطرہ ہائے یاراں رفتند

نیاز کیش

اعجاز الحق قدوسی

....

(۱) سیّد حسام الدین راشدی سندھ کے بلند پایہ مؤرخ اور محقق تھے۔ آپ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء کو پیر جو گوٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم نجی طور پر ہی حاصل کی۔ آپ اردو، سندھی اور فارسی کے بلند پایہ عالم اور محقق تھے۔ فارسی خدمات کی بنا پر آپ کو حکومتِ ایران نے اعلیٰ اعزاز سے نوازا۔ آپ کا انتقال یکم اپریل ۱۹۸۲ء کو ہوا۔ تدفین (مکلی) ٹھٹہ میں ہوئی۔

عین الحق فریدکوٹی[1]

3-2-1981

مشفق ومحترم جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

سلام مسنون۔ عرض ہے کہ ایک ملاقات کے دوران میں نے آپ سے بابا نانک کے سندھی کلام کے بارے میں ذکر کیا تھا۔ اسی سلسلے میں اسلام آباد سے شائع ہونے والے روزنامہ ''مسلم'' میں میرا ایک مضمون بعنوان The. Nanak Shah First poet of Sindhi Language اس کی 23 نومبر 1979ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا لیکن وہ سندھی متن درج نہ کر سکے تھے کیونکہ بقول ایڈیٹر میگزین سیکشن، ان کے پاس سندھی ٹائپ یا سندھی کے حروف موجود نہ تھے۔ اب اس مضمون کو اردو میں لکھا ہے لیکن چونکہ یہاں بھی مسئلہ سندھی ٹائپ یا سندھی کاتب کے مہیا نہ ہونے کا تھا اس لیے بہ امر مجبوری سندھی متن کو مروجہ اردو رسم الخط میں ہی لکھنا پڑا۔ معلوم نہیں کہ میں اپنی اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

دوسرے یہ کہ میں سندھی زبان کو اب تھوڑا بہت پڑھ ضرور لیتا ہوں اور کسی حد تک مطلب براری بھی کر لیتا ہوں لیکن فی الحال مجھے سندھی میں مہارت کا کوئی دعوی نہیں۔ اس لئے اس بارے میں آپ ہی بہتر طور پر رائے دے سکتے ہیں کہ بابا نانک کے اس سندھی کلام میں سندھی اور غیر سندھی عنصر کا تناسب کیا ہے اور پھر یہ کہ میں اس کلام کا ترجمہ کرنے میں کس حد تک کامیاب یا ناکام رہا ہوں۔ ترجمے کے موازنہ کے لئے اردو مضمون کے ساتھ سابقہ انگریزی مضمون کا تراشہ بھی بھیج رہا ہوں۔

اردو مضمون میں بابا نانک کے کلام کا جو نمونہ پیش کیا گیا ہے یہ ان کے سندھی کلام کا ہے بشرطیکہ آپ اسے سندھی تسلیم کریں، قریباً تیسرا حصہ ہے۔ اگر آپ کبھی لاہور تشریف

لائیں اور آپ کو فرصت بھی مل سکے تو ہم ان کا مذکورہ کلام سامنے رکھ کر اس کا صحیح جائزہ لے سکتے ہیں۔ بہر حال یہ خالصتاً صوفیانہ کلام ہے، اس میں نہ کسی مذہب پر تنقید کی گئی ہے اور نہ ہی کسی خاص مذہب کی تبلیغ کی گئی ہے بلکہ اس میں انسانی بھائی چارے اور وسیع المشربی کا پیغام دیا گیا ہے جیسا کہ صوفیاء کرام کا خاصا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر اسے ''نانک شاہ کا سندھی کلام'' کے عنوان سے شائع کر دیا جائے تو یہ سندھی ادب میں ایک نیا اضافہ ہوگا۔

لسانی تحقیق کے سلسلے میں اس سے قبل میرا ایک مضمون ''پالی۔ ٹیکسلا یونیورسٹی میں تعلیم کی زبان'' کے عنوان سے ماہ نو کے اگست 1980ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کی کاپی آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

اب اگر آپ سے نیم ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے تو خود اپنی کتاب ''اردو زبان کی قدیم تاریخ''[2] کے بارے میں کچھ عرض کر دوں کہ جو بڑی حد تک خود آپ کی اپنی ہی کتاب ہے کیونکہ اس کی ابتدا بھی آپ کے پرمغز مقالے سے ہوتی ہے اور انتہا آپ کے ترتیب دیئے ہوئے صحت نامہ سے۔ تو یہ کتاب ادھار سدھار لے کر میں نے چھاپ تو لی ہے لیکن اس کے نکاس کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو رہا۔ اسکول اور کالجوں کی لائبریریوں کا کہنا ہے کہ وہ کتابیں ''بک فاؤنڈیشن'' کے ذریعے ہی لے سکتے ہیں اور بک فاؤنڈیشن والے کہ جنہوں نے بعض مصنفین کے ہزار ہزار اور ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار کے پورے کے پورے ایڈیشن نقد قیمت پر خرید رکھے ہیں، میں باوجود انتہائی کوشش کے انہیں اس کتابیں خرید لینے کے لئے بھی آمادہ نہیں کر سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ ''اکاڈمی آف لیٹرز'' کے زیر غور بھی کچھ اسی قسم کا منصوبہ ہے کہ وہ مصنفین کی معیاری کتابیں خرید کر لائبریریوں کو مہیا کرے گی۔ اب معلوم نہیں کہ ان کے معیار کا معیار کیا ہوگا۔

بہر حال اگر آپ ایسا انتظام فرما سکیں کہ نیشنل بک فاؤنڈیشن، یا بک بینک یا اکاڈمی آف لیٹرز میں سے کوئی ایک یا پھر تینوں مل کر میری کتاب کی کوئی ڈھائی سو کا پیاں

نقد قیمت اور مناسب ڈسکاؤنٹ پر خرید لیں تو مجھے اس طرح سے قرض خواہوں کے تقاضوں سے نجات مل جائے گی اور میں سکون سے اپنی تحقیق کو جاری رکھ سکوں گا۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ والسلام

نیاز کیش

عین الحق فریدکوٹی

....

(۱) عین الحق فریدکوٹی۔ اردو اور پنجابی کے محقق۔ پیدائش: ۲۴؍اپریل ۱۹۲۰ء بمقام فریدکوٹ (مشرقی پنجاب)۔ وفات: ۱۷؍اکتوبر ۱۹۹۵ء لاہور۔

(۲) یہ کتاب ۱۹۷۹ء میں لاہور سے شایع ہوئی۔ اس کتاب کی خاطر ڈاکٹر بلوچ صاحب نے ایک مقدمہ بھی لکھا تھا جو شامل کتاب ہے۔ یہ مقدمہ ''گلشنِ اردو'' مرتبہ محمد راشد شیخ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

پروفیسر محمد اسلم (۱)

(۱)

۸؍ستمبر ۱۹۸۲ء

جناب من۔ زید مجدکم!

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ اخبارات میں اسلامی یونیورسٹی کی وائس چانسلرشپ سے آپ کے استعفٰی کی خبر چھپی۔ پھر معلوم ہوا کہ آپ امریکہ تشریف لے جاچکے ہیں۔ انہی ایام میں غلام صدیق گھانگھرو صاحب کی رحلت کی خبر ملی۔ ان کی جوان مرگی پر بڑا صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

گزارش ہے کہ آپ کی پاکستان میں عدم موجودگی کے دوران میں، میں نے حضرت مولانا سندھیؒ کے مکتوبات کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس کے بعد یہ معلوم نہ ہوسکا وہ آپ کو ملا ہے یا ڈاک میں گم ہوگیا ہے۔ اگر اس کی وصولی سے مطلع فرمائیں تو میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔

ان مکتوبات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ثانیاً یہ عرض ہے کہ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ بابت ماہ اگست ۸۲ء میں میرا ایک مضمون بعنوان ''الواح الصنادید'' طبع ہوا ہے جس میں میں نے لاہور کے اکابرین کی قبروں کے کتبے دیے ہیں، یہ پہلی قسط ہے۔ کراچی کے اکابرین کے کتبے برہانؔ دہلی میں چھپ رہے ہیں۔ ایک قسط اگست میں آگئی ہے، دوسری ارسال کررہا ہوں۔

اور امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

نیازمند
محمد اسلم

(۱) پروفیسر محمد اسلم۔ممتاز مورخ، محقق، مصنف اور سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ پیدائش: ۲۸ نومبر ۱۹۳۲ء بمقام پھلور ضلع جالندھر۔ وفات: ۶ راکتوبر ۱۹۹۸ء لاہور

(۲)

۲۸ رفروری ۱۹۸۳ء

جناب من زید مجدکم!!

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ میں کئی روز سے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھنے والا تھا کہ آج آپ کا کرم نامہ صادر ہوا۔ کبھی کبھی احباب لاہور کی زبانی اطلاع مل جاتی ہے کہ آپ لاہور تشریف لائے تھے اور دوران گفتگو اس عاجز کا بھی ذکر ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور آپ جیسے مشفق بزرگوں اور دوستوں کی عنایت سے لکھنے پڑھنے کا شغل جاری ہے۔ اورینٹل کالج میگزین کے خصوصی صد سالہ نمبر میں شاہ ابو اسحٰق لاہوری قادری کی ایک نادر تصنیف ''رسالہء ناطقہ'' پر میرا ایک تعارفی مضمون طبع ہوا ہے۔ اصل مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔ ادھر مجلہ تحقیق اورینٹل فیکلٹی میں ''سیرتِ فیروز شاہی'' پر میرا ایک مضمون چھپا ہے۔ اس کا بھی واحد مخطوطہ خدا بخش اورینٹل لائبریری بانکی پور میں ہے۔ ''الحق'' میں بھارت کا سفرنامہ قسط وار چھپ رہا ہے۔ معارف اعظم گڑھ میں الواح الصنادید کی تیسری قسط کا انتظار رہے۔ برہان میں ''شریف التواریخ'' پر میرا تبصرہ چار طویل اقساط میں مکمل ہوا ہے۔ اب اس مجلہ میں کراچی کے مشاہیر کی قبروں

کے کتبے اور محل وقوع پر مبنی مضمون چھپنے لگے گا (معارف میں لاہور کے مشاہیر کے کتبے چھپ رہے ہیں)

آپ کے مجلہ میں بھی بڑا طویل اور معلوماتی مضمون چھپ گیا ہے۔ حضرت شاہ عالم احمد آبادی پر اتنا جامع مضمون میں نے پہلے کہیں نہیں دیکھا۔ انشاء اللہ اگلے شمارہ کے لئے بھی اسی موضوع پر مضمون قلمبند کروں گا۔

پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ کی مطبوعات کی نمائش ہونے والی ہے۔ میں نے نمائش کے لئے اپنی سات مطبوعات اور ۱۱۱ مقالے دیے ہیں۔ یہ گزشتہ پندرہ برسوں کی کمائی ہے۔

اور امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ لاہور تشریف لائیں تو مطلع فرمائیں تاکہ میں زیارت کی سعادت حاصل کروں۔ والسلام

نیازمند
محمد اسلم

(۳)

30-5-1983

جناب زید مجدکم!

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ آج کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ تازہ مجلّہ موصول ہوا۔ اس سے قبل ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب کے لیے فوٹو اسٹیٹ کا پیکٹ صادر ہوا۔ ان دونوں کے لیے ممنون ہوں۔

آرزو صاحب[1] کی روانگی سے پیشتر ہی وہ پیکٹ مل گیا تھا۔ اس لئے موصوف اُسے ساتھ ہی لے گئے تھے۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ پیکٹ بروقت مل گیا۔

میں نے پرسوں ہی اگلے مجلہ کے لیے حضرت مخدوم جہانیاںؒ پر ایک مضمون ڈاکٹر

احمد نبی خانصاحب کے نام ارسال کیا ہے۔ امید ہے کہ وہ انہیں مل گیا ہوگا۔

مجھے پتہ نہ تھا کہ آپ کا مجلہ اتنی جلدی چھپ رہا ہے ورنہ میں تازہ شمارہ کے لئے بھی مضمون بھیج دیتا۔

اور امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

نیازمند

محمد اسلم

''نگارشاتِ اسلم'' ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ امید ہے کہ یہ کتابچہ آپ کو مل گیا ہوگا۔

....

(۱) آرزو صاحب سے مراد ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو، علامہ میمن کے نامور شاگرد اور ڈاکٹر بلوچ صاحب کے استاد بھائی، سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ڈاکٹر مختار الدین صاحب کے بارے میں ڈاکٹر بلوچ صاحب کا مضمون ''ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو میرے عزیز استاد بھائی'' ملاحظہ فرمائیے در کتاب ''گلشن اردو۔ اردو مقالات نبی بخش بلوچ'' مرتبہ محمد راشد شیخ

(۴)

2-8-1983

جنابِ من

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ آپ کا مرسلہ والا نامہ جان نواز ہوا۔ اس کے بعد 'فتح نامہء سندھ' موصول ہوا۔ اس کرم فرمائی کے لیے میں آپ کا صمیم قلب سے ممنون ہوں۔ آپ کا نیا پتہ میرے پاس نہیں تھا۔ اسلام آباد خط لکھ کر پتہ منگوایا اور اب اسی پتے پر والا نامہ اور فتح نامہ کی رسید بھیج رہا ہوں۔

میں ان شاء اللہ تعالیٰ کل صبح بھارت روانہ ہونے والا ہوں۔ ایک ماہ کا دورہ ہے

دہلی، علی گڑھ، رام پور، لکھنؤ، پٹنہ، اور کلکتہ جانے کا پروگرام ہے۔ دیکھئے اس سفر میں کتنے اوراق ہاتھ لگتے ہیں۔ بچے بھی ساتھ جا رہے ہیں۔ انہیں علی گڑھ چھوڑوں گا اور خود مطالعاتی دورہ شروع کروں گا۔

اور امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

نیازمند

محمد اسلم

(۵)

۵ر جولائی ۱۹۸۶ء

جناب من زید مجدکم!!

سلام مسنون۔ میں ۳ جولائی بروز جمعرات اسلام آباد آپ کے دفتر میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا قیام ہلٹن ہوٹل میں ہے۔ میں جمعہ کی شام ایک تقریب میں شرکت کے لئے فلیٹیز گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ آپ ہوٹل میں نہیں ٹھہرے البتہ جمعرات کو شام ہمدرد میں موجود تھے۔ دونوں جگہ آپ سے ملاقات نہ ہوسکنے کا افسوس رہا۔

میں ''طہماس نامہ''[1] آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا نہ ہوسکا میں ایک نسخہ آپ کے لئے ڈاکٹر معز الدین صاحب کو دے آیا تھا۔ وہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ اس کے Preface میں آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔

ثانیاً عرض ہے کہ آج ہی معلوم ہوا ہے کہ آپ کا تقرر شفیق الرحمن کی جگہ اکیڈمی آف لیٹرز میں ہوگیا ہے۔ مبارک باد قبول فرمائیے۔

ثالثاً میں نے قیام پاکستان سے لے کر آج تک فوت ہونے والے مشاہیر کی ڈائریکٹری تیار کی ہے۔ اس میں حکمران، ادیب، شاعر، علماء، پہلوان، موسیقار، اور فنکار

شامل ہیں ۔ان کی تاریخ وفات ،تاریخ ولادت یا عمر ، جائے تدفین ، وجہ شہرت درج ۔یہ بڑے کام کی چیز ہے ۔اس میں روشن آراء بیگم ، گاماں پہلوان ، خمیسو خان ، غلام محمد ،مولوی تمیز الدین ، علامہ داؤد پوتہ اور فیض احمد فیض سے لے کر جس کا تصور آپ کے ذہن میں آئے وہ اس فہرست میں موجود ہے ۔ میں نمونہ لے کر حاضر ہوا تھا لیکن ملاقات نہ ہو سکی ۔

اس کی طباعت کے لئے بیس ہزار روپے درکار ہیں ۔ یہ قومی ہجرہ کونسل کی طرف سے چھپ جائے تو بہتر ہے ۔ جاتے جاتے بیس ہزار دلوا دیجئے ۔ سرورق پر قومی ہجرہ کونسل کا نام ہوگا اور کتاب بھی کونسل کی مِلک ہوگی ۔

یہ کتاب اکیڈمی آف لیٹرز کی طرف سے بھی چھپ سکتی ہے ۔ بہر حال کسی جگہ سے رقم دلوا دیجئے ۔ میں دو ماہ میں ڈائریکٹری چھاپ کر پیش کر دوں گا ۔

مزید بات چیت کے لئے وقت دے دیجئے ۔ میں اسلام آباد حاضر ہو جاؤں گا ۔ نمونۃً ایک کارڈ حاضر ہے ۔ والسلام مع الاکرام

مریدِ اخلاص سرشت

محمد اسلم

(٦)

١٣ / جولائی ١٩٨٦ء

جنابِ من ۔ زید مجدکم !!

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ آپ کا تحریر فرمودہ مکرمت نامہ جان نواز ہوا ۔ اس کرم فرمائی کے لئے میں آپ کا صمیمِ قلب سے ممنون ہوں ۔ آنجناب نے وضاحت طلب فرمائی ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ ایسی کوئی جامع کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی جس میں مشاہیر پاکستان کی تاریخہائے وفات مل جائیں [1] ۔ تحقیقی کام کے دوران کام

، سیاستدانوں ، شاعروں ، علماء ، فنکاروں کی تاریخیں دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو پھر ادھر ادھر بھاگ دوڑ شروع ہو جاتی ہے ۔ مجھے خود ایک بار اس ضمن میں تلخ تجربہ ہوا اور کئی روز کی کوشش کے باوجود گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا ۔

شریف المجاہد نے قائد اعظم کے بارے میں جو کتاب شائع کی ہے اس کے خاتمے پر بہت سے مشاہیر کی تاریخہائے ولادت تو درج کر دی ہیں لیکن تاریخہائے وفات کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے ۔ اگر کوئی جامع کتاب موجود ہوتی تو انہیں وقت پیش نہ آتی ۔

میں نے برسوں کی محنت ، قبرستانوں کے سروے ، پرانے علمی رسائل کی فائلیں اور سوانح حیات کھنگال کر تمام مشاہیر علماء ، فضلا ، شعرا ، فنکاروں ، پہلوانوں ، موسیقاروں ، اساتذہ ، خطاطین ، سیاستدانوں اور حاکموں کی تاریخہائے وفات ، بیشتر کی تاریخہائے ولادت ، ورنہ وقت وفات ان کی عمر ، جائے وفات اور قبرستان جمع کی ہیں ۔ میں نے حروف تہجی کے اعتبار سے اسے ترتیب دیا ہے ۔ اس سے نام تلاش کرنے میں بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے ۔

اس کتاب کی طباعت پر اندازاً بیس ہزار ٢٠٠٠٠ روپے صرف ہوں گے ۔ ادبیات پاکستان کے دائرہ کار میں بھی یہ کتاب آتی ہے اور کسی بھی یونیورسٹی میں واقع پاکستان اسٹڈی سنٹر بھی اسے شائع کر سکتا ہے ۔ ادبیات پاکستان میں آغر و صاحب ہیں وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں ۔ اگر وہ اس کی طباعت کی حامی بھر لیں تو میں مسودہ اُن کے حوالے کر دیتا ہوں ۔ اگر وہ چاہیں تو میں یہ کتاب اپنی نگرانی میں چھپوا کر ان کے حوالے کر دیتا ہوں ۔ مجھے نہ اِس پر اصرار ہے اور نہ اُس پر ۔ کتاب چھپنی چاہیے ۔ آپ سے زیادہ اور کون اس حقیقت سے آگاہ ہوگا کہ اس کتاب کی ضرورت ہر اہل علم اور محقق کو پیش آئے گی ۔ جن لوگوں کے آباؤ اجداد کے نام اس میں درج ہوں گے وہ بھی اسے خریدیں گے ۔

میں عنقریب حصول ویزہ کے لئے اسلام آباد آنے والا ہوں ۔ اگر آپ اس

وقت تک آ گروصاحب سے بات کر لیں تو مناسب رہے گا۔ آپ سے مل کر میں ان سے بھی مل لوں گا۔

طہماس نامہ کے بارے میں عرض ہے کہ آپ نے جو رقم دلوائی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی۔ اس کا ایک اچھا مصرف نکل آیا ہے۔ تاریخ کا ایک اہم ماخذ چھپ گیا ہے۔ والسلام

نیاز مند

محمد اسلم

....

(۱) اس موضوع پر بعد ازاں ڈاکٹر منیر احمد سلیچ کی جامع اور ضخیم کتاب ''وفیاتِ ناموران پاکستان'' ۲۰۰۶ء میں لاہور سے شایع ہوئی۔ اس کتاب میں ۱۴راگست ۱۹۴۷ء سے ۳۱ر دسمبر ۲۰۰۴ء تک وفات پانے والی اہم پاکستانی شخصیات کے مختصر حالات اور متعلقہ تاریخ ہائے وفات درج ہیں۔

(۲) ''طہماس نامہ'' اس کتاب کو پروفیسر محمد اسلم نے مرتب کیا اور شعبہء تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے شایع کیا تھا۔

(۷)

3-9-1997

جنابِ من زید مجدکم!

سلام مسنون

امید ہے کہ جناب محترم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخریت ہوں گے۔ میں بھی جناب مکرم کی دعاؤں کے طفیل مع الخیر ہوں۔ میں 4 جون کو امریکہ چلا گیا تھا۔ گزشتہ ہفتے واپس آیا تو میری اہلیہ نے جناب محترم کے غریب خانے پر تشریف لانے کی اطلاع دی

مجھے افسوس ہے کہ جناب بغیر ملے واپس تشریف لے گئے۔

میرا بیٹا اور بیٹی دونوں انجینیر ہیں اور وہ شگاگو میں مقیم ہیں۔ بیٹی کا اپنا گھر ہے وہاں گرمیوں کی تعطیلات گزارنے کے لئے شگاگو چلا گیا تھا۔ دو ماہ شگاگو، نیویارک اور ڈیٹر ائیٹ میں گزارے۔ نیویارک میں جنابِ محتشم کی مادرِ علمی کولمبیا یونیورسٹی[1] بھی دیکھی، دور ونکیڈا میں گزرے۔ ٹورنٹو اور نیاگرا مال دیکھنے کا موقع ملا۔ امریکہ سے واپسی پر نوروز کے لئے لندن میں رکا۔ لندن سے جدہ پہنچا۔ اللہ کریم کے لطف وکرم سے دس روز حرمین شریفین میں حاضری کا موقع مل گیا۔

۲۷ راگست کو واپس آیا ہوں۔ ان دنوں APWA کالج میں ایم اے تاریخ اور ایم اے اسلامیات کو پڑھا رہا ہوں۔ جامعہ اشرفیہ میں تاریخ اسلام کا پرچہ تخصص کے طلبہ کو پڑھاتا ہوں۔ ہیلی کالج میں کلاسز شروع ہوں گی تو وہاں مطالعہ پاکستان کا پرچہ پڑھانا شروع کروں گا، علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا مجلہ تہذیب الاخلاق بھی میں مرتب کر رہا ہوں۔ اس کے شمارے جناب محترم کو مل رہے ہوں گے۔

میری چھوٹی بیٹی نے اسی ہفتے قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں M.Phil کا مقالہ پیش کیا ہے۔ چھوٹا بیٹا اسی یونیورسٹی سے Economic میں ماسٹر کی ڈگری لے کر حال ہی میں گھر آیا ہے۔ یہ دونوں کہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں تو مجھے سکون ملے۔ دعا کی درخواست ہے۔

اور کیا عرض کروں۔ والسلام

مرید مخلص

محمد اسلم

ڈاکٹر رضوان علی ندوی[1]

20-7-1997

بھائی ڈاکٹر نبی احمد بلوچ[2] صاحب

السلام علیکم۔ کل محترمی ذاکر خاں صاحب نے کراچی پر آپ کا انگریزی مضمون Antiqiuty of Karachi اور آپ کا خط بھجوایا۔ بہت بہت شکریہ۔ ماشاء اللہ آپ نے کافی داد تحقیق دی ہے۔ آپ کا یہ مقالہ ایک ایسے مجلہ میں چھپا ہے جو میرے محترم دوست اور قدیمی ہم شہر ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کے بقول محدود سرکاری حلقوں میں پڑھا جاتا ہے۔ جب میرے دوست ڈاکٹر شیر زمان اس نیشنل انسٹیٹیوٹ کے چیرمین تو کبھی کبھار یہ جرنل میرے پاس بھی آجاتا تھا۔

کراچی کے بارے میں میرا مضمون ''کراچی کی تاریخی حیثیت'' آپ کے مقالے سے آٹھ سال قبل جنگ میں شائع ہوا تھا (1985) جو میں نے ریاض بھیجا تھا۔ اور یہ اتفاق سے دمشق کی مطبوعہ ''المنہاج الفاخر'' پڑھنے کے بعد جس میں کراچی اور مکران کی بندرگاہوں کا ذکر زیادہ تفصیل سے ہے اور جو آپ کے مطالعہ میں نہیں آیا۔ میرا یہ مضمون وہی پرانا مضمون ہے۔ میں نے کچھ اس میں اضافہ کردیا ہے کیونکہ میں دیکھا کہ جو بات آپ نے چچ نامہ کے نوٹس میں لکھی تھی وہی Pithawala وغیرہ کراچی پر 1943 میں اپنی کتاب میں لکھی ہے اور عام طور پر تمام یا خاصے پڑھے لوگوں کا کراچی کی تاریخ کے بارے میں یہی تصور ہے۔ ''تہذیب'' کوئی ریسرچ جرنل اس لیے مختصر لکھا اور مرکزی خیال یہی ہے کہ کراچی کی تاریخ وجود کے بارے میں ہو جائے۔

لیکن العمدہ، المدیہ اور المنہاج الفاخر وغیرہ ابن ماجد کے منظوم وسائل کے ساتھ

سال قبل Ferrand Gabriel نے پیرس کے مخلوط سے Reproduce کردیئے تھے اور میں نے پہلی بار اس عربی مجموعہ رسائل کو دوران تعلیم (1960-63) کیمبرج میں دیکھا تھا۔ جب سے یہ بات میرے ذہن میں تھی پھر مطبوعہ ''المنہاج الفاخر'' بھی دیکھی۔ سلیمان المھری سے آپ کی شناسائی عظیم الشان حیدر صاحب کی کتاب کے ذریعہ ہوئی جس میں Alexander Baillie کی یہ غلط بات درج ہے کہ سیّدی علی رئیس کی کتاب المحیط عربی میں ہے۔ آپ نے اپنے الفاظ میں اس کو واضح کردیا کہ وہ وون حامدی کی نہیں بلکہ سیّدی علی رئیس کی تصنیف ہے۔ مگر اس کی تصریح نہیں کی کہ یہ عربی میں نہیں بلکہ ترکی میں ہے۔

آپ نے امام صغانی کی کتاب سے بہت دلچسپ حوالہ دیا ہے۔ اتفاق سے ابھی چند روز قبل ہی اسلام آباد سے مجھے موصوف پر اپنے ایک مقالے کے off print ملے تھے۔ ایک کاپی لفافے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس سے قبل بھی میں اپنے بعض تحقیقی عربی مقالات آپ کو بھیجے کہ مولانا عبدالعزیز المیمنی کے پرانے شاگرد ہیں مگر آپ نے کبھی ان پر کوئی اظہار خیال نہیں کیا اور نہ کبھی اپنے کسی مقالے کی کوئی کاپی بھیجی اور اس وقت جو کاپی بھیجی ہے یہ بھی ایک چار سال قبل شائع شدہ مضمون کی ہے۔ شاید آپ اس ملاقات کو بھول گئے جو 1987 میں مظفر آباد کی ایک کانفرنس میں ہوئی تھی۔

امام صغانی کے العباب کے حوالے سے یہ بات استفسار طلب ہے کہ کیا انہوں نے لفظ ''قراچی'' اس طرح ''چ'' سے لکھا ہے؟ یا العباب میں یہ ''جی'' ہے؟ نہ معلوم کیوں صغانی نے ایک ایسے حرف یعنی ''ک'' کو جو عربی ہجا میں بھی موجود ہے بدل کر (ق) کردیا اور ایک فارسی کے حرف چ کو عربی لغت میں داخل کردیا حالانکہ قدمائے عرب کے یہاں یہ ''ش'' یا ''ج'' ہوجاتا ہے۔ براہ مہربانی جواب سے نوازیے۔

ایک دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ نے خود قراچیٔ (صغانی) کو Gharo

Estuary کا Identical کہا ہے اور پھر Khuddi کو کراچی کہا ہے، یہ کس طرح ۔ان دونوں لفظوں میں تو بہت بُعد ہے کوئی بھی مشابہت نہیں۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ آخر مورخین سندھ کے یہاں ''خور قراچی'' کے مقابل ہم معنی لفظ کا ذکر کیوں نہیں؟[۲]

رضوان علی ندوی

....

(۱) ڈاکٹر رضوان علی ندوی، سابق استاد اسلامی تاریخ و تمدن لیبیا و ریاض (سعودی عرب)، پیدائش: ۱۹۲۸ء بمقام رامپور۔ حال مقیم کراچی

(۲) درست نام نبی بخش خان بلوچ ہے۔

(۳) ڈاکٹر رضوان علی ندوی کے اس خط کے جواب بقلم ڈاکٹر بلوچ صاحب کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ''، مرتبہ محمد راشد شیخ، صفحہ نمبر 137

سیّد ضمیر جعفری[۱]

(۱)

۴ر مئی ۱۹۹۲ء

مخدومی ومکرم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

سلام ونیاز!

آپ کی ذات گرامی وطن عزیز کی مایہء ناز متاع ہے۔آپ ہماری شناخت کا حوالہ ہیں۔ہم نے یہاں سے ''چہار سو'' کے عنوان سے ایک ادبی وتہذیبی جریدے کی اشاعت کا قصد کیا ہے۔ہم اس کے ایک شمارے کا ایک گوشہ آپ کے نام سے منسوب کرنے کے آرزومند ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس اعزاز سے محروم نہیں رکھیں گے۔ چند مضامین آپ کی ذات اور بات (شخص اور فن) سے متعلق عطا فرمایئے گا اور چند تصاویر (تصاویرِ بتاں کے سمیت)۔والسلام

آپ کا

ضمیر

یہ دانشور نبی بخش بلوچی

ہمارا سندھ سونا ہے سموچی

جو لکھا لفظ نرمل روپ لکھا

جو اس نے بات سوچی خوب سوچی

....

(۱) سیّد ضمیر جعفری نامور شاعر، مزاح نگار، خاکہ نگار وسفرنامہ نگار۔ پیدائش: یکم جنوری ۱۹۱۴ء جہلم، وفات: ۱۲ر مئی ۱۹۹۹ء نیویارک

(۲)

۲۹؍مئی ۱۹۹۳ء

بہت پیارے اور نہایت مخدومی ومحترمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

سلام ونیاز

آپ کے مکتوب گرامی سے میری زندگی کی مسرتوں اور میرے گھر کے قیمتی اثاثے میں اضافہ ہوا۔ آپ کی شفقت ومحبت کے لئے بے حد ممنون ہوں۔ آپ کی ذات ہمارے ملک کے لئے قابل فخر سرمایہ ہے۔ اللہ آپ کو عمر دراز تک سلامت رکھے۔

آپ نے میری گزارشات میں دیکھا ہوگا۔ میں نے ''قومی زبان'' والوں سے کہا تھا کہ میری پہلی ''کمٹ منٹ'' اپنی مٹی سے ہے اور علاقائی زبانوں اور اردو کے گھرے مل ملا کے بغیر ایک پکی اور سچی قومی زبان کی تشکیل ممکن نہیں۔ میں نے چند باتیں وہاں زبانی بھی عرض کی تھیں۔

ہمارا ''چہار سو'' آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ سر! ہمیں یہ اعزاز دیجئے کہ ہم اپنے جلیل وعظیم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے تذکار پر مشتمل ایک گوشہ مرتب کر کے اہل نظر کے سامنے پیش کریں۔ آپ کے چند مضامین، سوانح حیات، تصانیف کی فہرست، آپ کے بارے میں مشاہیر واکابر کے تاثرات اور چند تصاویر جن میں ایک Portrate ہو۔ بس اسی طرح کا مواد درکار ہے۔ اللہ اور نبیؐ نے آپ کو اتنا کچھ بخشا ہے اسی میں سے کچھ آپ ہمیں بخش دیں۔

آ گرو صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور مجھے ان سے ایسی کوئی ملاقات یاد نہیں آتی جس میں ہم آپ کی بات نہ کرتے ہوں۔ والسلام

آپ کا

ضمیر

ڈاکٹر وفا راشدی[1]

(۱)

۱۹؍۱۱؍۹۷ء

مخدوم ومکرم بندہ السلام علیکم

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے تفصیلی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے جس بزرگانہ شفقت سے اس ناچیز کی پذیرائی فرمائی وہ آپ کی عظمت ہے۔ دلی شکریہ قبول فرمائیے۔

یہ میری محرومی تھی کہ میں آپ کی خدمت میں اپنی حالیہ تصانیف پیش نہ کر سکا۔ اب انتہائی مسرت کے ساتھ مندرجہ ذیل کتابیں نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

۱۔ مہران نقش

۲۔ سحر حلال

۳۔ حیاتِ وحشت

۴۔ آہنگِ ظفر

''مہران نقش''[2] کے بارے میں اپنی گراں قدر رائے سے نوازیں تو کرم ہوگا۔ یہ کتابیں بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ ارسال خدمت کی جا چکی ہیں۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

کمترین

وفا راشدی

(۱) ڈاکٹر وفا راشدی اردو کے محقق، شاعر، مترجم اور سابق تلمیذ وحشت کلکتوی۔ پیدائش: یکم مارچ ۱۹۲۶ء بمقام کلکتہ، وفات: یکم نومبر ۲۰۰۳ء کراچی۔

(۲) ''مہران نقش''، ڈاکٹر وفا راشدی کی سندھ کی تاریخ وثقافت کے بارے میں مضامین کا مجموعہ جو ادارۂ اشاعت اردو کراچی سے ۱۹۸۶ء میں شایع ہوا۔

(۲)

۱۴ر مئی ۱۹۹۵ء

کرم فرمائے محترم ومخدوم مکرم

تسلیم مع التعظیم

آپ نے ازراہ شفقت اس عاجز کی جس کتاب (تذکرہ علمائے سندھ) پر پیش لفظ تحریر فرمایا تھا وہ اپریل ۱۹۹۲ء سے سندھی ادبی بورڈ جام شورو میں رکھی ہوئی ہے۔ اس کی طباعت واشاعت کے بارے میں اب تک کسی کارروائی کی اطلاع نہیں ملی۔

میں نے اس سلسلے میں بورڈ کے موجودہ چیرمین محترم جناب سینیٹر حسین شاہ راشدی صاحب کی خدمت میں ایک تفصیلی عرضی آج ہی کی تاریخ میں بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ بھیج دی ہے۔ ان سے عاجزانہ درخواست کی ہے کہ وہ براہ کرم اپنی توجہ سے اس کتاب کی طباعت واشاعت کے احکام صادر فرمائیں تو میں ان کا ممنون احسان رہوں گا۔ اس عرضی کے ساتھ یہ چیزیں بھی منسلک کردی ہیں:

۱۔ بورڈ میں مسودہ وصول کرنے کی رسید۔ مورخہ ۳۔۸۔۹۳ء

۲۔ پیش لفظ

۳۔ خط مورخہ ۳۔۸۔۹۳ء بنام سکریٹری سندھی ادبی بورڈ۔ ان سب کی فوٹو کاپیاں آپ کی خدمت میں بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تا کہ آپ کو صورت حال سے آگاہی ہو سکے۔

گزشتہ ملاقات میں میں نے جناب حسین شاہ راشدی صاحب سے اس سلسلے میں سفارش کرنے کی گزارش کی تھی۔ اب دوبارہ درخواست ہے کہ آئندہ جب بھی آپ سے ملاقات ہو اگر آپ اس کتاب کی اشاعت کی اہمیت کو ان سے واضح کردیں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور توجہ فرمائیں گے اور انشاء اللہ کتاب کے چھپنے کی کوئی صورت نکل آئے گی۔ اس زحمت کے لیے معافی کا خواستگار رہوں۔

''العلم''، کا شمارہ جنوری مارچ ۹۵ء آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا جاچکا ہے۔ ''داستان وفا'' کی گیارہویں قسط آپ کے ملاحظے میں آئی ہوگی۔ بارہویں قسط پر داستانِ وفا کا اختتام ہوگا۔ اس کے بعد اللہ نے چاہا تھا یہ خودنوشت کتابی شکل میں آئے گی۔

آپ کی تندرستی وسلامتی کے لیے دست بدعا ہوں۔ آپ میرے آئیڈیل ہیں اس لیے کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کرتا رہوں۔ آپ کی دعائیں شامل ہیں۔ بخیر وعافیت ہوں۔ زیادہ حد ادب

خاکپائے نبی بخش

وفا راشدی

محمد اسماعیل ذبیح[1]

11-12-82

عالی مقام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب قبلہ

تکریم و تسلیم

آپ سے ملاقات کا شرف میرے لیے اعزاز تھا اور جس شفقت سے آپ نے خط کے ذریعے میری ہمت افزائی کی وہ ذاتی احسان ہے۔

کتاب[2] کی ترتیب کا کام شروع ہوگیا ہے اور آپ کی اسلام آباد پر تصنیف سے پورا فائدہ اٹھایا جارہا ہے[3]۔ اس کے حوالے آپ کے خصوصی شکریے کے ساتھ شائع ہوں گے۔ جب کبھی آپ کراچی چند دنوں کے لئے تشریف لائیں تو مجھے پہلے سے اطلاع دے دیں تاکہ یہاں بھی آپ کا شرف نیاز حاصل کرسکوں۔

آج کے سطحی ماحول اور "ہابیوں اور لابیوں" کے غوغا میں ملمع باز وقتی طور پر اپنی چمک دکھلا رہے ہیں مگر جس طرح آپ کے سامنے کے بلند پہاڑ وقتی گھٹاؤں سے چھپ جاتے ہیں پھر سورج چمکتا ہے اور پہاڑ ثابت اور قائم رہتے ہیں ایسے ہی آپ جیسے عظیم المرتبت شخصیات تاریخ میں قائم و دائم رہیں گے۔

فقط

محمد اسماعیل ذبیح

....

(۱) محمد اسماعیل ذبیح۔ ممتاز صحافی، مصنف و کارکن تحریک پاکستان۔ پیدائش: ۱۹۱۳ء بمقام گوالیار

۔ وفات: ۲۷ ستمبر ۲۰۰۱ء اسلام آباد

(۲) محمد اسماعیل ذبیح کی اسلاآباد کی تاریخ پر اردو میں کتاب

(۳) ڈاکٹر بلوچ صاحب کی انگریزی کتاب

Islamabad : The Capital City of Pakistan

یہ کتاب قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ اسلام آباد سے شایع ہوئی تھی۔

ڈاکٹر محمد سلیم اختر[1]

(۱)

۴ر ستمبر ۱۹۷۴ء

بزرگوارم قبلہ ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم۔ آپ کو یہ جان کر مسرت ہوگی کہ بفضل ایزدی یہ خاکسار گزشتہ ماہ کے اواخر میں تہران میں اپنا کام ختم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ دفاع کی تقریب بڑی سادہ لیکن ہیجان انگیز تھی۔ اساتذہ ممتحن نے اتفاق آرا سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کی منظوری دی اور کام کی بے پناہ تعریف کی۔

آپ کے مقالے کا انگریزی سے فارسی ترجمہ آپ کی تہران سے روانگی کے کچھ ہی عرصہ بعد میں نے خانم ایرانتاج کو دے دیا تھا لیکن ان کی اداری مصروفیات نے اور اس کے بعد انجمن ایران و پاکستان میں اپنی کرسی کی حفاظت کے سلسلے میں مساعی نے انہیں اتنی فرصت ہی نہ دی کہ مقالوں کو جمع کر کے ان کی اشاعت کا اہتمام کر سکیں۔ بہرحال تنگ آ کر میں نے اس ترجمے کو واپس منگوا کر ایران کے ایک اور موقر جریدے ''وحید'' میں شائع کرا دیا تھا۔ امید ہے ''وحید'' کی متعلقہ کاپی جو قبل ازیں ہوائی ڈاک سے ارسال کر چکا ہوں آپ کو مل چکی ہوگی۔ مقالہ اگست (مرداد) کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ چونکہ شمارہ قدرے دیر سے مارکیٹ میں آیا اس لئے اواخر اگست سے قبل میں اسے ارسال خدمت نہ کر سکا، تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے قیام تہران کے دوران ''صیدنہ'' کے بارے میں ذکر کیا تھا کہ آپ کو ذاتی کتب خانے اور تحقیقی کاموں کے سلسلے میں اس کی ضرورت ہے۔ اس کتاب کو کیونکہ

ایران کی وزارت فرہنگ و ہنر نے شائع کیا تھا، اس لئے بازار میں اس تک دسترس ایک عرصے تک ناممکنات ہی میں رہی۔ اس کتاب کے لیے بھی ایرانتاج صاحبہ کی خدمت میں کئی دفعہ یاد آوری کی۔ معلوم نہیں انہوں نے کتاب ارسال کی یا نہیں۔ آج اتفاقاً ایک دکان پر یہ کتاب نظر پڑی تو معاً آپ کا خیال آیا، چنانچہ میں نے اسے خرید لیا اور اب اولین فرصت میں ہوائی ڈاک سے رجسٹرڈ پوسٹ کر رہا ہوں۔

ایرانتاج صاحبہ ایک عرصہ ہوا انجمن میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکی ہیں۔ نمکین کے بارے میں پیر صاحب[2] تہران آتے ہوئے میری استدعا پر ''تذکرہ امیر خانی'' کا نسخہ لیتے آئے تھے لیکن بدقسمتی سے تذکرہ سندھی زبان میں ہے اور میں سندھی کی ابجد سے بھی ناواقف۔ بہرحال اپنے طور پر اس عہد کے ماخذ کھنگال رہا ہوں۔ اکبر نامہ، ذخیرۃ الخوانین، مآثر الامراء اور مقالات الشعراء سے متعلقہ کوائف تقریباً جمع کر چکا ہوں، ترخان نامہ کا سراغ ایک شخصی کتابخانے میں لگا ہے۔ آج کل میں اسے دیکھنے جاؤں گا۔

میرے اس خط کا جواب میرے آئندہ عریضے کے جواب کے ساتھ ہی دیں چونکہ میں ہفتے عشرے تک تہران سے روانہ ہو جاؤں گا۔

والسلام

سلیم

....

(۱) ڈاکٹر محمد سلیم اختر فارسی زبان و ادب اور تاریخ کے محقق اور مصنف، پیدائش: ۱۹۴۶ء امرتسر۔ آپ نے تہران یونیورسٹی سے ۱۹۷۴ء میں فارسی زبان و ادب میں اور آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی کیمبرا سے ۱۹۸۳ء میں جنوبی ایشیا کی تاریخ پر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔

(۲) یعنی پیر حسام الدین راشدی

(۲)

۳۰/ستمبر ۱۹۹۶ء

گرامی قدر

سلام مسنون۔ کراچی کے اولیاء پر آپ کا والا نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ کتاب کے سلسلے میں حوصلہ افزائی کے لیے ممنون ہوں کہ کتاب جن صاحبان علم کے لئے لکھی جاتی ہے اگر ان میں سے چند ایک بھی اسے قابلِ اعتنا جان لیں تو لکھنے والے کی بڑی حد تک تشفی ہو جاتی ہے۔ وطنِ عزیز میں اس سے زیادہ کی توقع کرنا یقیناً باعث حرمان ہوگا۔

قیامِ کراچی میں آپ کی اور بعض اور احباب کی عالمانہ تقاریر سننے کا موقع ملا۔ منتظمین نے مہمانوں کی آو بھگت اور آرام میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مختصر وقت کے باوجود سیمینار اچھا خاصا رہا۔ خدا کرے اب یہ لوگ مقالات کو مناسب طریقے سے ایڈٹ کر کے شایع کر سکیں۔ یہ خود ایک عظیم خدمت ہوگی۔ بہرحال میرے لیے حاصلِ سفر آپ سے ملاقات تھا۔ ان شاءاللہ آپ کی علمی سرگرمیاں ہم سب لوگوں کے لیے سبق آموز ہوں گی۔ اللہ جل مجدہٗ آپ کو سلامت اور فعال رکھے، آمین۔

ایک سندھی شعر کے متعلق ایرانی اہلِ نظر کی کاوش بہ شکل فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک نسخہ ایک خط کے ہمراہ ارسال کیا تھا جو راستے میں کہیں گم ہو گیا۔ آپ اپنی علمی رائے اس سلسلے میں ارسال فرمائیں۔ میں اسے فارسی میں منتقل کر کے متعلقہ رسالے کو بھیجوں گا۔ یقیناً یہ کاوش بہ نظر استحسان دیکھی جائے گی۔

کُردوں کے متعلق تاریخ کے بارے میں کوشش کروں گا کہ ملتے ہی آپ کو ارسال کردوں۔ اگر آپ نے کتاب کے اور تالیف کے بارے میں بھی اشارہ کر دیا ہوتا تو اس کا کھوج لگانے میں آسانی رہتی۔

حیدر آباد کے ڈاکٹر قاضی امتیاز صاحب چند ماہ قبل تک تھرڈ سیکرٹری تھے۔ اب امریکا میں ایم اے کرنے کے لیے گئے ہیں اور شنید ہے کہ عنقریب سیکنڈ سیکرٹری کے طور پر دوبارہ تہران میں ان کی تعیناتی ہو رہی ہے۔ وہ بھی آپ کے نیاز مند تھے اور ملاقات پر ان سے آپ کا ذکر خیر اکثر رہتا تھا۔

امید ہے کہ آپ بمع اہل خانہ کے بفضل ایزدی بعافیت ہوں گے۔

بیگم اور بچے آپ کو اور بیگم صاحبہ کو سلام و آداب لکھا رہے ہیں۔

والسلام
سلیم

(۳)

۲۰۰۹/۳/۲۵ء

گرامی قدر محترم ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون۔ دونوں مقالات کی آپ کی طرف سے رسید ۲۰۰۹/۲/۱۳ء کو مل گئی تھی۔ مقالات کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔

نیویارک اسٹیٹ یونیورسٹی کے ایک ایرانی پروفیسر سیّد امیر ارجمند نے گزشتہ صدی کے اواخر میں ایک تنظیم

Association for the Study of Persianate Societies

کے نام سے قائم کی تھی۔ گزشتہ چودہ پندرہ سالوں کے دوران اس کے Chapters مختلف ممالک میں قائم ہو چکے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے ایک علمی تحقیقی جرنل کا بھی آغاز کیا ہے جو E.J.Brill شائع کرتا ہے۔ ۲۶ فروری تا یکم مارچ انہوں نے چھوتھے دوسالہ کنونشن کا انعقاد لاہور میں پنجاب یونیورسٹی اور لمز کے تعاون سے کیا جس میں متعدد ممالک کے مندوبین نے مقالے پڑھے اور شرکت کی۔ ایک ایرانی مندوب ڈاکٹر

محمد حسین ساکت کو تعلیم و تعلم کے موضوع پر زرنوجی کی کتاب ''تعلیم المتعلم و طریق المتعلم'' کی تلاش تھی۔ میں نے انہیں آپ سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیا تھا بلکہ آپ کا پتا بھی دے دیا تھا لیکن احتمالاً زبان کے حجاب کے باعث وہ براہ راست خط و کتابت سے اجتناب کرنا چاہ رہے تھے۔ اگر آپ کتاب کے سلسلے میں کوئی معلومات فراہم کرسکیں خاص کر اس کے ناشر اور محل نشر کی بابت تو بڑی نوازش ہوگی۔

میں آپ کی فراہم کردہ یہ معلومات ایک شکریے کے ساتھ بذریعہ Email انہیں ارسال کردوں گا۔ ویسے ان کا Email ایڈریس احتیاطاً آپ کے لیے لکھ رہا ہوں: saketculture@yahoo.co

امید ہے آپ بفضلہ تعالیٰ بمع اہل خانہ کے بخیریت ہوں گے۔ ہم نے اپنی بیٹی ڈاکٹر بی تاب کی حال ہی میں سگائی کردی ہے، اکتوبر، نومبر میں شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس ذمے داری سے بخیر و عافیت عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ارادتمند

سلیم

محمد اکرام چغتائی[1]

(۱)

۲۲ مئی ۱۹۸۳ء

مکرمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ اس سے قبل آپ کا پیغام بذریعہ شیخ ظفر صاحب مل گیا تھا۔ آپ کی اس یادفرمائی کا بے حد شکرگزار ہوں۔

''دیوانِ صابر''[۲] کا جو کام میرے ذمہ تھا وہ میں نے بہت پہلے مکمل کردیا تھا۔ اب اس کی طباعت کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ ایک تو یہ منحصر بفرد نسخہ ہے اور دوسرے بعض صفحات کے کچھ حصے خراب ہوچکے ہیں اور اگر انہیں کھولا گیا تو ان کے مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے ان دنوں اس دیوان کو چھاپنے کے لیے کوئی ایسا طریق کار زیرِ غور ہے جس سے یہ خراب نہ ہو اور اسے اصل سے زیادہ صاف اور خوبصورت شائع کیا جائے۔ چونکہ یہ کام مکمل طور پر تکنیکی نوعیت کا ہے اور طباعت کے پیچیدہ مراحل سے اس کا تعلق ہے اس لیے یہ دیوان آج کل بورڈ کے مہتمم طباعت کی تحویل میں ہے اور وہ اشفاق صاحب کی نگرانی میں اس نادر الوجود خطی نسخہ کو بطریق احسن چھاپنے کی سعی کررہے ہیں۔ میرا اور ان صاحب کا رابطہ رہتا ہے اور بوقت ضرورت مجھ سے مشورہ کرتے رہتے ہیں۔ ان صاحب کی دلچسپی اور محنت نیز اشفاق صاحب کی سرپرستی اور راہنمائی سے یہ دیوان بہت جلد چھپ جائے گا۔ انشاء اللہ

کبھی لاہور آنے کا پروگرام بنے تو از راہ کرم مجھے اطلاع فرمادیجئے تاکہ آپ

سے ملاقات ہو سکے اور آپ سے کچھ باتیں کرنے کا موقع مل جائے۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ خدا حافظ

والسلام

محمد اکرام چغتائی

....

(۱) محمد اکرام چغتائی اردو اور فارسی کے نامور محقق اور کئی علمی و تحقیقی کتب کے مولف اور مرتب۔ پیدائش: ۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۱ء بمقام سیالکوٹ۔ حال مقیم لاہور

(۲) ''دیوانِ شوق افزا عرف دیوانِ صابر'' ٹھٹہ سے تعلق رکھنے والے اردو زبان کے قدیم شاعر میر محمود صابر کا دیوان جسے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بڑی محنت سے مرتب کیا اور ابتدا میں ۴۴ صفحات پر مشتمل عالمانہ مقدمہ بھی لکھا۔ اس دیوان کو پہلی مرتبہ اردو سائنس بورڈ لاہور نے ۱۹۸۴ء میں شایع کیا۔

(۲)

۲۵ر اگست ۱۹۹۴ء

محترمی و مکرمی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ پہنچا (بابت ۲۷ جولائی)۔ اس کے چند ہی روز بعد انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی کے سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر جناب عبدالقادر جونیجو صاحب کا مراسلہ (بابت ۳۱ر جولائی) موصول ہو گیا جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ اسٹوری کی ''پرشین لٹریچر'' کے آٹھوں حصے مع بل بھجوا دیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ جب میں نے آپ کو فروری ۹۴ء میں اس کتاب کی اطلاع دی تھی اس وقت آٹھوں حصے موجود تھے لیکن

تاخیر سے اطلاع ملنے کی وجہ سے آخری دو حصے نکل گئے۔ چنانچہ میں نے انسٹی ٹیوٹ کو تقریباً دس بارہ روز قبل متذکرہ بالا کتاب کے چھ ابتدائی حصے مع بل ارسال کر دیے۔ ساتھ ہی یہ بھی وعدہ کیا کہ ایک ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر اس کے آخری دو حصے بھی بھجوا دوں گا۔ میں نے لندن سوسائٹی والوں کو لکھ دیا ہے اور انہوں نے بتایا ہے کہ یہ حصے بذریعہ ڈاک بھجوا دیے گئے ہیں۔

یہ سطور آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں۔ آپ کی ذاتی دلچسپی اور ذوق علمی سے یہ معاملہ کچھ آگے بڑھا۔ کتاب کی اہمیت سے تو آپ بخوبی واقف ہیں۔ اس کے بغیر علم وادب سے متعلق کوئی تحقیقی کام آگے چل نہیں سکتا۔ اس کے لیے انسٹی ٹیوٹ والوں کو آپ کا ممنون ہونا چاہیے۔

کبھی لاہور تشریف لائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ حافظ

والسلام

محمد اکرام چغتائی

غلام حسن شاہ کاظمی [1]

۲۵/۶/۱۹۸۰ء

محترم المقام والاکرم ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالبِ خیریت اس وقت بخیریت ہے۔ احوال آنکہ جناب گرامی دار الحکومت مظفر آباد تشریف لائے۔ میں تقریباً ڈیڑھ ماہ سے اپنے گاؤں میں تھا۔ دمہ بھی لطف فرما اور بلڈ پریشر بھی کار فرما۔ کسی بھی طبقے کے کسی بھی شخص نے مجھے نہ بتایا کہ آپ حضرات مظفر آباد آئے ہیں۔ بعد میں لڑکے سے مجمل طور پر صورت حال معلوم ہوئی۔ مجھے اس وقت کوائف معلوم ہوئے جب کہ جناب واپس چلے گئے۔ بڑا ہی افسوس ہوا کہ آپ دوبار میرے لڑکے پروفیسر اختر اقبال کے مکان تک قدم رنجہ فرما کر آئے۔ مظفر آباد سے میرا گاؤں کوئی تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس کی سطح ساڑھے چار ہزار فٹ کے لگ بھگ ہے۔ میں اکثر لوگوں سے دور دور رہتا ہوں۔ سرکاری لوگوں کے ساتھ بھی میل ملاپ صفر کے درجے میں ہے۔

اب اگر کہیں آنا ہو جائے تو مجھے اطلاع دی جائے۔ آج میں یونیورسٹی کالج مظفر آباد کے پرنسپل میاں صاحب سے ملا، انہوں نے آپ کی شفقت ومحبت سے آگاہ کیا۔ میں تو گمنام آدمی ہوں، حیران ہوں کہ آپ کو میرا کس طرح علم ہو گیا کہ میرا منحوس وجود بھی کسی کام کاج کا ہے اور میں بھی لائقِ ملاقات ہوں۔ خیر، میری کم علمی اور تلون مزاجی نے کسی ایک موضوع پر جم کر کام نہ کرنے دیا۔ متعدد مسودات ہیں، کچھ مکمل ہیں کچھ غیر مکمل بعض کے لیے مصادر نہیں، لائبریریوں سے بہت دور ہوں۔ حیات ترکستانی (سیّد شرف الدین عبدالرحمٰن بلبل ترکستانی کی سوانح ہے)، حیات ہمدانی (امیر سیّد علی ہمدانی ف ۷۸۶ھ)، حیات فانی (علامہ محسن فانی کشمیری ف ۱۰۸۲ھ)، حیات کرمانی (نعمت

اللہ ولی کرمانی ف ۸۳۴ھ)، حیات صرفی (شیخ الاسلام مولانا یعقوب صرفی ف ۱۰۰۳ھ)، حیات پیر بابا (شیخ الاسلام سیّد علی ترمذی سورت بنیر ۹۹۱ھ) کی سیرت و سوانح [2] کے مرقعے تیار ہیں۔ میرے موضوعات میں نسبیات، ادبیات، کشمیریات، سیَر و سوانح، اسلامیات وغیرہ ہیں۔

میرے پاس تاریخ بلوچستان ہنگو رام کی تھی۔ وہ ایک دوست اسلام آباد لے گئے۔ جب طلب کی تو پتہ لگا کہ گم ہوگئی ہے۔ کیا کرتا چپ ہوگیا۔ ایک مسودہ کشمیر میں اشاعت اسلام پر ہے۔ اس میں کابل چترال، گلگت، بلتستان، صوبہ سرحد و ماورائے سرحد، کشمیر اور جموں واطراف پر علمی اور تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا ہے۔

چند سال پیشتر اسلام آباد میں "فتح نامہ ءسندھ" پڑھا تھا۔ میرے پاس نہیں۔ اس میں بعض جگہیں ایسی ہیں جو شرح و بیان کی مزید داعی ہیں مثلاً کشمیر کی سرحد کا معاملہ محمد بن حارث علافی کو راجہ کشمیر کا جاگیر دینا۔ بہرحال فتح نامہ ءسندھ بڑی ہی کارآمد کتاب ہے۔ پختہ ارادہ ہے کہ چند لمحے آپ کی خدمت میں رہ کر رہنمائی حاصل کرلوں۔

حضرت پیر حسام الدین راشدی مرحوم کی وفات کا سن کر دل بیٹھ گیا۔ ایسا مربّی اب کہاں سے لائیں۔ خدائے تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ آپ کی شفقت کا طالب ہوں۔ زیادہ حد ادب۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نیاز مند
سیّد غلام حسن شاہ کاظمی
معرفت ہاشمی بکڈپو مظفر آباد، آزاد کشمیر

(۱) غلام حسن شاہ کاظمی محقق، صحافی، تذکرہ نگار اور بانی ہفت روزہ پاکستان ایبٹ آباد تھے۔ ہفت روزہ پاکستان کا آغاز آپ نے ۱۹۳۶ء میں کیا تھا۔ آپ کی بیشتر کتب ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ پیدائش: ۲۹ر ستمبر ۱۹۰۴ء بمقام طوری شریف (ایبٹ آباد)، وفات: ۱۴ر ستمبر ۱۹۸۴ء بمقام ٹھنگر شریف (مظفر آباد، آزاد کشمیر)

غلام حسن شاہ کاظمی کے نام مولانا غلام رسول مہر کے خطوط کا مجموعہ ''نقوشِ مہر'' مرتبہ حضور امام کاظمی ۲۰۰۸ء میں لاہور سے شایع ہوا۔

(۲) غلام حسن شاہ کاظمی کی یہ کتاب بعد ازاں ''تذکرہ حیات پیر بابا'' کے نام سے ۲۰۰۱ء میں ٹھنگر شریف (ضلع مظفر آباد) سے شایع ہوئی۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر [1]

(۱)

16-9-1966

فاضل محترم جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

سلام مسنون

سلامی تازہ تر از برگ ریحان

کہ شوید روی شبنم در گلستان

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا دل کی عمیق گہرائیوں سے شکریہ قبول فرمائیے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی شفقت کا اعادہ کرتے رہیں گے۔

تاجل پر انشاء اللہ مزید بات چیت پروانہ صاحب سے کروں گا جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ اپنی بساط کے مطابق کام کر رہا ہوں۔ ادھر ادھر سے تلاش جاری ہے۔

اردو زبان کی ابتدا کے بارے میں یہ آ رہا ہیں:

(۱) جنوبی ہند (۲) دوآبہ گنگ وجمن (۳) پنجاب براہوی اور اردو کی بدیہی طور پر شناسائی دوسری افغان جنگ سے پہلے نہیں ہوئی اور براہوی اور اردو کا باہمی ربط خصوصاً 1877ء اور اس کے بعد ہوا جب ایجنسی بلوچستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے پہلے موجودہ کوئٹہ اور قلات ڈویژن کی حیثیت ایک آزاد خود مختار ریاست، ریاست قلات کی تھی جس میں نصیر آباد اور لسبیلہ بھی شامل تھے اور ریاست قلات کی دفتری زبان فارسی تھی۔ چنانچہ ایسے الفاظ جو اصلاً فارسی نہیں لیکن اردو اور براہوی میں یکساں پائے جاتے ہیں کے متعلق یہی کہا جا سکتا

ہے کہ آیا یہ الفاظ اردو میں جنوبی ہند (بالفرض اردو وہاں پیدا ہوئی) کی دراوڑی زبانوں سے آئے ہیں یا پھر پہلے سے یہ الفاظ مختلف پراکرتوں میں گھلے ملے اور پھر ان کے توسط سے اردو میں پہنچے۔ براہوی سے براہ راست ان کی اردو میں منتقلی محلِ نظر ہے نیز یہ بھی فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ یہ الفاظ سندھی، سرائیکی، جٹکی، پنجابی اور پشتو میں رل مل جانے کے بعد براہوی میں شامل ہوئے۔

فرہنگ کی اس ظاہری یکسانی کو دیکھ کر یہ دلچسپ نظریہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے ہوئی کیونکہ یہی بلوچستان ہے جو خلافت مشرقی کا صوبہ طوران ہوتا تھا اور محمد بن قاسم کی مہم کے بعد ایک زمانے تک اس علاقے میں عربی، فارسی اور سندھی زبانیں بولنے والے لشکریوں کا میل ملاپ ہوتا رہا اور ان کی بول چال سے ایک نئی زبان تشکیل پانے لگی۔

ڈاکٹر صاحب! کبھی فرصت کے وقت اس پر اپنے زرّیں خیالات سے آگاہ فرمائیے۔

اگر مناسب سمجھیں تو ڈاکٹر قاضی صاحب سے بندہ کے متعلق کہہ دیں شاید وہ ایم اے (فارسی) کے کسی Thesis کا مجھے ممتحن مقرر کرسکیں اور یوں میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں بھی حاضر ہو جاؤں۔

کار لائقہ سے سرفراز فرمائیے۔ براہ مہربانی گھر کا پتہ تحریر فرمائیے۔ والسلام

نظرِ التفات کا متمنی

انعام الحق کوثر

....

(۱) ڈاکٹر انعام الحق کوثر معروف محقق اور مصنف تھے جنھوں نے بلوچستان کے حوالے سے کئی موضوعات پر تحقیقی کتب لکھیں۔ پیدائش: ۱۱/اپریل ۱۹۳۱ء بمقام جالندھر، وفات: ۱۲/دسمبر ۲۰۱۴ء لاہور۔

(۲)

۴/اکتوبر ۱۹۷۷ء

کرم فرمائے بندہ جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

سلام مسنون

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

علامہ اقبال سے متعلق قومی کمیٹی نے اس ناچیز کو کوئی تحقیقی کام نہیں دیا تھا۔ میں نے موقع کی مناسبت سے ''جوئے کوثر'' چھپوائی ہے۔ یہاں کا ادارہ اس سے بہتر کیا کتاب شائع کرتا۔ کتاب پیش خدمت ہے۔ یہ ۱۹۷۷ء کی مناسبت سے بلوچستان میں چھپنے والی پہلی کتاب ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو پر تبصرے نشر ہو چکے ہیں۔

۱۹۷۶ء کی مناسبت سے بھی میری ایک کتاب چھپی ہے ''تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ''۔ وزارت اطلاعات والوں کو لکھ رہا ہوں کہ وہ براہ راست آپ کو بھجوا دیں آپ کی سرپرستی کا ''جوئے کوثر'' (ص ۱۴) میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی موجودگی کے باوجود مجھے ابھی تک علامہ اقبال سے متعلق بین الاقوامی کانفرنس میں شمولیت کی دعوت موصول نہیں ہوئی۔ یہ تو آپ کو علم ہی ہے کہ میں یونیورسٹی میں نہیں ہوں، کالج میں بیٹھ کر اتنا کام کیا ہے۔ صرف علامہ اقبال سے متعلق اپنی سرگرمیوں کی ایک مختصر سی رپورٹ منسلک کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ذاتی طور پر اس سلسلے میں دلچسپی لیں گے۔

کار لائقہ سے سرفراز فرمائیے۔ جواب کا منتظر

والسلام

نظرِ التفات کا متمنی

انعام الحق کوثر

ڈاکٹر حبیب الحق ندوی[1]

۶رجون ۱۹۸۶ء

گرمی قدر جناب بلوچ صاحب سلام ورحمتِ فرواں، عید مبارک۔

بحمداللہ زندہ ہوں۔امید کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

آپ سے دیرینہ مراسم ہیں۔سندھ یونیورسٹی میں جلبانی صاحب کے ساتھ تھا۔آپ کا شعبہ ہمارے ساتھ ہی تھا۔ہجرہ تقریبات کے موقع پرآپ سے اسلام آباد میں ملاقات ہوئی تھی ۔ہم نے جنوبی افریقہ قومی معیار پر ہجرہ تقریبات منائیں۔انشا اللہ عنقریب آپ کو کانسل لائبریری کے لیے کچھ تفصیلات ارسال کروں گا اور اپنی تمام تالیفاتِ حقیرہ بھی آپ کی لائبریری کے لیےارسال کروں گا۔اس وقت میری تازہ ترین کتاب کا بروشیر پیش خدمت ہے۔ایک ماہ کے اندر کتاب پریس سے نکل آئے گی تو پھر میں وہ کتاب بھی ارسال کروں گا۔فروری میں پاکستان آیا تھالیکن اسلام آباد کا پروگرام نہیں بنا سکا۔دسمبر ۸۶ء میں پھر آنے کا خیال ہے۔اگر آنا ہوا تو پھر اسلام آباد کا پروگرام ضرور بناؤں گا۔دعاؤں میں یاد رکھیں۔شکریہ۔والسلام

خادم

حبیب الحق ندوی

جلبانی صاحب سے ملاقات ہوتو سلام عرض کریں۔

---

(۱) ڈاکٹر حبیب الحق ندوی ممتاز محقق ،ماہر تعلیم ،مصنف ،سابق استاد سندھ یونیورسٹی وڈربن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ)۔وفات:۶رفروری ۱۹۹۸ء بمقام ڈربن

ڈاکٹر خضر نوشاہی[1]

(۱)

4-9-1997

دانشمند بزرگ، استادار جمند محترم ڈاکٹر بلوچ صاحب زیدعزہٗ

پس از تقدیم سلام وعرض سپاس واحترام وآداب

ایک طویل عرصے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔اس طویل غیر حاضری کی معذرت کے ساتھ آپ کو مبارک ہو کہ ناچیز کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی تھی ۔دراصل میں ایران چلا گیا تھااور اس قدر مصروف رہا کہ آپ سے رابطہ قائم نہ رکھ سکا۔اس سلسلے میں بے حد نادم اور شرمندہ ہوں لیکن آپ عالی ظرف استاد اور ایک عظیم انسان ہیں اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس نادانستہ (یادانستہ) غفلت کو تہ دل سے معاف فرمادیں گے۔انشاءاللہ

ہاں! تو عرض یہ ہے کہ میں یکم اگست کو ایران سے واپس آیا ہوں۔وہاں علامہ طباطبائی یونیورسٹی تہران نے بلایا تھااور فارسی زبان کا کورس کرایا ہے اور سند دے کر وہاں سے انہوں نے ہمیں الوادع کیا ہے۔14 اگست کو میں پیر جو گوٹھ گیا تھا،تو مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ واپسی پر حیدرآباد ہوتا ہوا جاؤں لیکن چھٹی نہ ہونے کے باعث میں آپ کی ملاقات اور شرف دیدار سے محروم رہا۔

بہرحال! عرض یہ ہے کہ Ph.D تو مکمل ہوگئی اور فارسی زبان کا از سر نو ایک کورس بھی کرلیا ہے۔جب کہ قبل ازیں خانہء فرہنگ ایران راولپنڈی سے فارسی کی پانچ کلاس پڑھی تھیں۔اب آپ کی شفقت اور راہنمائی میں کوئی اہم علمی کام کرنے کا ارادہ ہے ۔سندھ یا پیران پاگارہ پر کوئی کام یا آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو ارشاد فرمایئے تاکہ

بندہ اس پر عمل شروع کر دے۔ خیال تھا کہ ''جامع الجوامع'' کو ایڈٹ کیا جائے یا سندھ میں کہی گئی تاریخوں (قطعات تاریخ) کو یکجا کر کے ''سندھ میں تاریخ گوئی'' کے نام سے مفصل کتاب مرتب کی جائے۔ آگے جو آپ راہنمائی فرمائیں وہ بہتر ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مفتی صاحب فرماتے تھے کہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کا خیال ہے کہ جامعۃ الراشدیہ کے سامنے تیار ہونے والی لائبریری میں خضر نوشاہی کو لایا جائے۔ اگر واقعی آپ یہ چاہتے ہیں تو بندہ ہر خدمت کے لیے تیار ہے۔

جملہ احباب کو سلام۔ والسلام

آپ کا تابع فرمان شاگرد

خضر نوشاہی

....

(۱) ڈاکٹر خضر نوشاہی فارسی اور اردو کے محقق ہیں۔ آج کل آپ کا قیام ساہن پال شریف (ضلع گجرات) میں ہے۔

(۲)

4-10-2000

دانشمند ارجمند مخدومی و محترمی ڈاکٹر بلوچ صاحب زید عزہٗ

سلام و احترام

عرصہ دراز سے آپ کا کوئی سرفراز نامہ صادر نہیں ہوا۔ تاہم یقین ہے کہ آپ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود خاکسار کو بھی ضرور یاد فرماتے ہوں گے، انشاء اللہ۔ آپ کے مخطوطات کی فہرست کو ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے موجودہ تحقیق کے شمارے[1] میں شامل کیا تھا۔ عرصہ ہوا کہ میں نے پروف پڑھ کر بھیجے تھے۔ وصولی کی اطلاع بھی ڈاکٹر نجم

الاسلام صاحب نے دے دی تھی۔ لیکن تا حال یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ شمارہ شائع ہوا ہے یا نہیں۔ از راہ کرم آپ اپنے ذرائع سے معلوم کر کے ناچیز کو مطلع فرمائیں کیونکہ اس ضمن میں ڈاکٹر نجم الاسلام کو خط لکھا۔ لیکن جواب سے محروم رہا۔

پیر سائیں محمد راشد روضہ دھنی کی ''جمع الجوامع'' کی تسیح و تنقیح پر دقت نظر سے کام جاری ہے۔ تکمیل کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

25 اکتوبر کو پیر جو گوٹھ جا رہا ہوں، امید ہے آپ بھی تشریف لائیں گے۔ بصورت دیگر حیدر آباد آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ۔

بارگاہ رب العزت میں آپ کی صحت و عزت اور درازی عمر کے لیے دعا گو ہوں۔ والسلام

نیاز مند

خضر نوشاہی

....

(۱) ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے مخطوطات کی یہ فہرست شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی کے مجلہ تحقیق شمارہ ۱۲۔ ۱۳ (۱۹۹۸۔ ۱۹۹۹) میں شایع ہوئی۔ بعد ازاں مخطوطات کی مکمل فہرست مرتبہ ڈاکٹر محمد ادریس سومرو انفارمیشن اینڈ آرکائیوز ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف سندھ کراچی نے ۲۰۱۲ء میں کتابی شکل میں شایع کی۔

منظور الحق صدیقی[1]

19-10-1991

میرے کرمفرما ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم! آج بیٹھے بٹھائے خیال آیا کہ آپ مجھ پر جو شفقت فرماتے رہے ہیں اس کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

ایک بار آپ نے فرمایا تھا کہ محمد بن قاسمؒ کے زمانے یا اس کے بعد عرب فوج شاید ہریانہ دہلی کے نواح سے گزرتے ہوئے کہیں گئی تھی۔ براہ کرم فتح نامہ سندھ (یا چچ نامہ) کی وہ عبارت نقل فرمادیں جس میں ایک مقام کا نام بھی ہے جو غالباً نواح دہلی میں تھا۔

والسلام

احسان مند

منظور الحق صدیقی

....

(۱) پروفیسر منظور الحق صدیقی ماہر تعلیم ،محقق ،مورخ ،مصنف اور سابق استاد کیڈٹ کالج حسن ابدال۔ پیدائش: ۱۲/اپریل ۱۹۱۷ء بمقام رہتک (مشرقی پنجاب) ،وفات: ۲۷/جولائی ۲۰۰۴ء راولپنڈی

ڈاکٹر سیّد معین الرحمن[1]

۲۸/اگست ۱۹۹۸ء

مخدوم گرامی تسلیم مع التکریم

میں محترم عبدالعزیز المیمنی مرحوم کا غالباً سب سے کم عمر (اور سب سے کم علم تو ضرور ہی) رفیق کار رہا ہوں۔ ۱۹۶۵ء میں ایک نو آموز لیکچرار کے طور پر میں نے پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے شعبہء اردو میں حاضری دی تو انہیں کالج اسٹاف پر پایا۔ اس سے پہلے میں انہیں ترقی اردو بورڈ، کراچی سے اپنی وابستگی کے ایام میں ممتاز حسن مرحوم اور ڈاکٹر شوکت سبزواری مرحوم[2] کے پاس بار ہا دیکھ چکا تھا، اور سن چکا تھا۔

محترم عبدالعزیز المیمنی مرحوم کے ساتھ میری دو تصویریں بھی میرا سرمایہ ہیں ۔ ۱۹۶۵ء میں یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کا کانووکیشن ہوا تو جماعت اساتذہ کا تعارف مہمانِ خصوصی (اس وقت کے وزیر تعلیم) سے کرایا گیا۔ ایک ایسی تصویر میرے پاس محفوظ رہ گئی ہے جس میں میمن صاحب، پروفیسر حمید احمد خاں، پروفیسر سیّد وقار عظیم اور یہ خاکسار موجو ہے، پھر اسی برس اورینٹل کالج کے اساتذہ کا جو گروپ فوٹو بنا وہ بھی اُن سمیت بہت سے بزرگوں کی موجودگی کے باعث میرے لیے ایک قیمتی یادگار ہے۔

کالج یونین کے انتخابات ہوئے۔ اس ضمن میں کچھ ذمہ داری مجھے تفویض ہوئی۔ شعبہء عربی کی بعض بچیاں شناختی کارڈ نہ لا پائیں تو ان کے تعارف میں انہوں نے کچھ توثیق نامے مجھے بھیجے۔ یہ تحریریں بھی میرے ذخیرے میں تلاش کروں تو نکل آئیں گی ۔

ادھر تیس برس سے ''غالب'' میرے مطالعے کا خاص موضوع ہے۔ میں جامعہ سندھ کا احسان مند ہوں۔ مجھے استاد مکرم قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی چشم نگراں برابر حاصل

رہی ہے۔

''محاضرات میمنی''[۲] میں غالب کا تذکرہ ایک سے زیادہ بار آیا ہے۔ان کی وہ یاداشتیں بھی میری نظر میں ہیں جو ممتاز حسن مرحوم کی کوشش سے محفوظ ہوئیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ محترم عبدالعزیز المیمنی کی کچھ تحریں یا ارشادات ربیانات میمنی غالب کے بارے میں کہیں اور بھی آپ کی نظر میں ہوں تو رہنمائی فرمائیے۔اپنی تین تازہ کاوشیں آپ کی نذر ہیں۔ان پر آپ کا ایک نظر ڈال لینا بھی میرے لیے وجہ امتیاز رہے گا۔

نیاز مند

معین

....

(۱) ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، اردو کے محقق، مصنف، ماہر غالبیات اور سابق صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج لاہور۔ پیدائش: ۵رنومبر ۱۹۴۲ء بمقام بٹھنڈہ (مشرقی پنجاب)، وفات: ۱۵راگست ۲۰۰۵ء لاہور

(۱) ڈاکٹر شوکت سبز واری، اردو کے محقق، ماہر لسانیات، مترجم اور سابق مدیر اعلیٰ اردو لغت کراچی۔ پیدائش: اکتوبر ۱۹۰۸ء بمقام میرٹھ، وفات: ۱۹رمارچ ۱۹۷۳ء کراچی۔

(۱) ''محاضرات میمنی'' علامہ عبدالعزیز کے علمی و تحقیقی ارشادات کا مجموعہ جسے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے قیام علی گڑھ کے دوران وقتاً فوقتاً قلم بند کیا تھا۔اس کے مکمل متن کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''گلشنِ اردو'' مرتبہ محمد راشد شیخ

پروفیسر پریشان خٹک[۱]

یکم جنوری ۱۹۸۳ء

محترم جناب ڈاکٹر صاحب دام لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی چٹھی نمبر IIHCC-18(PL83 مورخہ 25 مئی 1983ء بمطابق ۱۱ شعبان ۱۴۰۳ ہجری بمعہ کتاب The World of Islam Today ملی، بہت بہت شکریہ۔

کتاب ظاہری طور پر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔مکمل طور پر پڑھنے کے بعد صحیح رائے قائم کر سکوں گا۔مگر یہ بات بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے انسٹی ٹیوٹ کا حق ادا ہی کر لیا۔

میری دعا ہے کہ آپ کی نگرانی میں اس قسم کی مزید کتابیں چھپ کر سامنے آئیں۔والسلام

آپ کا مخلص

پریشان خٹک

....

(۱) پروفیسر پریشان خٹک سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی وسابق چیرمین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اسلام آباد۔ پیدائش: ۱۰ردسمبر ۱۹۳۱ء ، وفات: ۱۶راپریل ۲۰۰۹ء پشاور

اختر راہی[1]

۱۹ر فروری ۱۹۸۱ء

مکرمی!

تسلیم و نیاز

انسٹیٹیوٹ کے بلیٹن سے معلوم ہوا ہے کہ انسٹیٹیوٹ اپنے کتاب خانے کے لیے کتابوں کا تبادلہ کرتا ہے۔ میرے پاس حسب ذیل کتابیں زائد ہیں۔ ان کے تبادلے میں مجھے انسٹیٹیوٹ کی چند کتابیں درکار ہیں:

۱۔ اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی — سیّد مودودی

۲۔ ارمغانِ کوثر — انعام الحق کوثر

۳۔ اقبال۔ متفکر و شاعر اسلام — محمد تقی مقتدری

۴۔ ایران و پاکستان، دو قسمت در یک قالب — محمد شریف چوہدری

۵۔ تاثیر معنوی ایران در پاکستان — جعفر قاسمی

۶۔ فہرست روزنامہ ہا موجود در کتاب خانہء ملی ایران

۷۔ گلہائے تبسم — غائص جہلمی

۸۔ ہشت محفل — شاہ ابوالمعالیؒ

۹۔ سیرت فریدیہ — سر سیّد احمد خان

۱۰۔ فقہائے ہند جلد نمبر ۴ — محمد اسحاق بھٹی

۱۱۔ شاہ عالم ثانی کے عہد کا دہلی دربار — ترجمہ: نصیب اختر

۱۲۔ اسلامی قانونی ضابطے — جی اے حق محمد

۱۳۔ The Diwan of Zeb-un nisa

اس فہرست کی جو کتابیں انسٹیٹیوٹ کو ضرورت ہوں براہ کرم ان سے اطلاع دی جائے تا کہ کتابیں ارسال کر سکوں۔

امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ جواب کا انتظار رہے گا۔ والسلام

اختر راہی

---

(۱) اصل نام سفیر اختر۔ محقق، مولف اور مدیر ششماہی نقطہء نظر اسلام آباد ہیں۔ پیدائش: ۲۶ر نومبر ۱۹۴۷ء بمقام لوہسر شرفو (واہ)۔ آج کل آپ واہ کینٹ میں مقیم ہیں۔

عبدالوہاب خان سلیم [1]

(۱)

۲۲ راگست ۱۹۸۲ء

قابلِ صد احترام جناب ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب

آداب و نیاز۔ مزاج گرامی

آپ پاکستان بخیریت پہنچ کر علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف ہو گئے ہوں گے ۔ہم دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ آپ کو ایسے مواقع عطا فرمائے کہ آپ ملک و ملت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ آپ کو صحت کامل عطا ہو۔

آپ کے ساتھ ہم نے جو چند لمحات نیویارک میں گزارے ہمارے لیے سرمایۂ حیات ہیں، وہ خوشگوار یادیں ہیں۔

آپ نے جو بلیٹن مجھے دیا تھا میں نے اس کو پڑھا۔ میں اور میری اہلیہ آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ چند کتابیں جو کہ آپ کے یہاں سے شائع ہوئی ہیں آپ ہمارے پتہ پر بھجوا دیجئے۔ ہم دونوں پڑھنا چاہتے ہیں۔ بعد ازاں ہم یہ چار کتابیں نیویارک کی لائبریری میں رکھ دیں گے تاکہ اہل علم فاعدہ اٹھا سکیں۔

۱۔ اسلام کی انقلابی علمی تحریک	از	عبیداللہ قدسی
۲۔ وارث شاہ عہد اور شاعری	از	عذرا سلطانہ
۳۔ مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت	از	غلام مصطفیٰ خان
۴۔ جمعیت علمائے ہند ۱۹۴۵-۱۹۱۹ جلد اول، جلد دوم	از	پروین روزینہ

آپ کی زیرِ نگرانی اسلامک یونیورسٹی اور ادارہ تحقیقات اسلامی نے اہم تحقیقی کام کیے ہیں۔ ہم آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ کارکنان ادارہ آپ کی

سرپرستی میں مزید تحقیقی و علمی کام کریں گے۔

میری اہلیہ خورشید سلیم آپ کی بیگم صاحبہ کو آداب کہہ رہی ہیں اور بچوں کو پیار۔ میرے تمام بچے آداب گزار ہیں۔

ہمارے لائق کوئی بھی خدمت ہو ہم حاضر ہیں۔

فقط

عبدالوہاب خان سلیم
بیگم خورشید سلیم
نیویارک

---

[1] عبدالوہاب خان سلیم سابق لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور ہیں۔ ۱۹۷۳ء سے آپ کا قیام نیویارک میں ہے۔ اہل علم سے تعلق اور علمی منصوبوں کی اشاعت میں بڑے فراخ دل ہیں۔

(۲)

۱۵ رستمبر ۱۹۸۳ء

جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

آداب و نیاز۔ مزاج گرامی

آپ کا مکتوب عزیز چند دن ہوئے کہ موصول ہوا۔ پڑھ کر آپ کی خیریت کی اطلاع ملی۔ الحمدللہ ہم سب بھی خیریت سے ہیں۔

میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے برادر نسبتی کو سوٹ کا کپڑا پہنچا دیا۔ میری بیگم آپ کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ان کا سلام بیگم بلوچ کو پہنچا دیجئے گا۔ مزید یہ کہ ہمارے لائق کوئی بھی کام ہو یا کوئی چیز منگانی ہو بلا تکلف تحریر کر دیجئے

گا، انشاء اللہ تعمیل ہوگی۔

اب اسلامک یونیورسٹی کے وائس چانسلر کون صاحب ہیں۔ براہ کرم تحریر کیجئے
گا۔ گھانگرو صاحب کے انتقال پُرملال کی خبر ایک اخبار میں پڑھی، پڑھ کر افسوس ہوا، حق
تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر صاحب! یہ چند کتابیں بھجوا دیجئے گا۔ میں اور میری اہلیہ پڑھنا چاہتی ہیں
۔ ان کا جو ہدیہ ہوگا میں پیش کردوں گا۔ آپ نے نیویارک میں جو بلیٹن دیا تھا اس میں ان
کتابوں کا ذکر ہے۔

۱۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل	از	غلام مصطفیٰ خان
۲۔ جمعیت علمائے ہند (دونوں حصے)	از	پروین روزینہ
۳۔ وارث شاہ، عہد اور شاعری	از	عذرا سلطانہ
۴۔ اسلام کی انقلابی، علمی تحریک	از	عبید اللہ قدسی

جریدہ ''فکر ونظر'' کے بھی چند شمارے ارسال کروا دیجئے گا۔

میری بیگم صاحبہ آپ کو آداب عرض کر رہی ہیں، بچوں کو پیار کہہ رہی ہے۔

فقط

عبدالوہاب سلیم

سیّد اوصاف علی[1]

(۱)

یکم ستمبر ۱۹۸۰ء

مکرمی ومحترمی

السلام علیکم۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

حکومت ہند نومبر میں ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کرنے والی ہے۔ کوشش کروں گا کہ آپ کو بھی ہماری حکومت مدعو کرے اور ہم سب کو پھر آپ سے ملنے کی سعادت حاصل ہو اور آپ کے علم سے استفادہ کا موقع ملے۔ آپ کا ذکر اکثر رہتا ہے۔ برادرم محمود غازی صاحب[۲] نے آپ کی سرگرمیوں کا جو ذکر کیا اس سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت دے اور آپ کے حوصلے بلند کرے۔ والسلام

آپ کا

اوصاف علی

---

(۱) سیّد اوصاف علی انڈین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز دہلی کے سابق ڈائریکٹر۔

(۲) یعنی ڈاکٹر محمود احمد غازی

افتخار عارف[1]

(۱)

۱۲ر دسمبر ۱۹۹۵ء

محترم ومکرم!

سلام ورحمت

قیامِ پاکستان کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر مقتدرہ قومی زبان نے پچاس عظیم کتابیں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ان عظیم کتابوں کے انتخاب کے سلسلے میں ہم نے پاکستانی یونیورسٹیوں مثلاً پنجاب یونیورسٹی، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، بلوچستان یونیورسٹی، قومی سائنسی یونیورسٹی کے علاوہ اردو سائنس بورڈ، اقبال اکادمی پاکستان، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اکادمی ادبیات پاکستان، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز جیسے سرکاری علمی اداروں کے ساتھ ساتھ ہمدرد یونیورسٹی جیسے متعدد نجی اداروں کو بھی لکھا کہ وہ مختلف علوم کی اہم کتابوں کی نشاندہی فرمادیں۔ان کے علاوہ ہم نے ملک کے سو سے زائد صاحبانِ علم سے بھی گزارش کی تھی کہ وہ انتخاب کے ضمن میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔اب تک مختلف شعبوں میں گریٹ بک سیریز کے تحت جو کتابیں شائع ہوئی تھیں یا ایسی فہرستیں بعض اہل علم نے مرتب کیں، ان سے بھی ہم نے استفادہ کیا ہے۔

ان تمام مرحلوں سے گزرنے کے بعد مختلف علوم کی جو کتابیں سامنے آئی ہیں ان کی فہرست منسلک ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں آپ ہمیں ترجیحی بنیاد پر دس کتابوں کی نشاندہی فرمادیں۔آپ کی یہ کاوش ہمیں ہر موضوع سے کتابوں کی حتمی فہرست مرتب کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوگی۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

مخلص

افتخار عارف

....

(۱) افتخار عارف اردو کے معروف شاعر اور سابق چیرمین اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد ہیں ، پیدائش: ۲۱ر مارچ ۱۹۴۰ء بمقام لکھنو۔ آج کل قیام اسلام آباد میں ہے۔

(۲)

۳۰ر جون ۲۰۰۷ء

محترم ومکرم

سلام ورحمت!

اکادمی ادبیات پاکستان نے پاکستانی زبانوں کے ممتاز لکھنے والوں کو عوام کی سطح پر متعارف کرانے کے لیے ''پاکستانی ادب کے معمار'' کے عنوان سے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اسے علمی اور ادبی حلقوں میں بھی بہت پسند کیا جا رہا ہے۔ادب سے دلچسپی رکھنے والے وہ خواتین وحضرات جو براہ راست پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، سرائیکی، ہندکو اور دیگر پاکستان زبانوں سے استفادہ نہیں کر سکتے ان کے لیے تعارفی نوعیت کی یہ کتابیں اپنی مادری زبان کے علاوہ پاکستان کی دوسری زبانوں کے مشاہیر ادب کے احوال وآثار کو جاننے میں بہت معاون ثابت ہو رہی ہیں۔اس سلسلے کے پہلے دور میں ہم پچاس کتابیں شائع کر رہے ہیں ۔کچھ کتابیں آپ کی نظر سے گزری ہوں گی۔حال ہی میں ہم نے مرحومہ پروین شاکر (مرتبہ: ڈاکٹر سلطانہ بخش)، مرحوم جانباز جتوئی (مرتبہ: حمید اُلفت ملغانی)، مرحوم احمد راہی، (مرتبہ: ڈاکٹر ناہید شاہد) اور مرحوم محمد حسن عسکری (مرتبہ: عزیز

ابن الحسن) کے فن و شخصیت کے حوالے سے کتابیں شائع کی ہیں۔ ان کتب کا ایک ایک نسخہ پیشِ خدمت ہے۔

اکادمی ادبیات پاکستان کے سہ ماہی رسالے ''ادبیات'' کا تازہ شمارہ بھی حاضر ہے۔ اس شمارے میں مختلف نسلوں کے نمائندہ ادیبوں کی تخلیقات کے ساتھ ساتھ اردو کے ممتاز افسانہ نگار جناب مسعود مفتی پر ایک خصوصی گوشہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

اکادمی ادبیات پاکستان کا ماہ رواں کا ''خبر نامہ اکادمی'' بھی ارسالِ خدمت ہے۔ اس خبر نامہ میں ادبی دلچسپی کی عمومی خبریں شائع کی جاتی ہیں۔ بڑے شہروں سے دور چھوٹے شہروں اور مضافاتی بستیوں میں اور ملک سے باہر پاکستان کے ادب سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں یہ خبر نامہ بہت پسند کیا جاتا ہے۔

آپ کی رہ نمائی اور خصوصی توجہ کے آرزو مند ہیں۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیاز مند

افتخار عارف

(۳)

۲۱ر اکتوبر ۲۰۰۸ء

میرے محترم

سلام و رحمت!

آپ کے علم میں ہے کہ میں اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین کے عہدے سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔ اکادمی کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے، پاکستان اسکالرز اینڈ رائٹرز فاؤنڈیشن کے ناظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے اور اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین کی حیثیت سے میں نے جو خدمات انجام دیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ میں نے اپنی بساط

بھر ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر پاکستان کی تمام زبانوں کے ادب اور ان کے ادیبوں کی دیانت داری سے خدمت کی ہے۔ بہت سی چیزیں رہ بھی گئی ہوں گی، کچھ کوتاہیاں بھی ہوئی ہوں گی جن کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔ مگر یہ بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے پوری ایمانداری، لگن اور محنت کے ساتھ اپنی زندگی کا یہ حصہ اس قومی ادارے کی بہتری کے لیے صرف کیا ہے۔ اگر میں کچھ کر سکا ہوں تو یہ اللہ سبحانہ کی مہربانی اور اس کا کرم ہے اور اس کے بعد آپ کا وہ تعاون ہے جو مجھے ہر قدم پر حاصل رہا۔

آپ کی محبت، آپ کا سلوک اور آپ کا اخلاص ہمیشہ میرے لیے زندگی کا بہترین اثاثہ رہے گا۔ زندگی کے باقی دن جہاں بھی گزاروں، آپ کی دعائیں اور آپ کا خلوص مجھے ہمیشہ طمانیت بخشتا رہے گا۔ کوئی غلطی ہو تو وہ سہواً ہوئی ہوگی مگر پھر بھی معذرت خواہ ہوں۔ یقین کیجیے گا اور نیتوں کی خبر رکھنے والا جانتا ہے کہ میں نے ساری زندگی نیت کو پوری طرح خیر سے جوڑے رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اکادمی ادبیات پاکستان کے بعد اگلا قدم پروردگارِ عالم کی مرضی سے طے ہوگا مگر سرِدست مندرجہ ذیل پتے پر مجھ سے رابطہ ہو سکتا ہے:

401-C, Park Tower,

Sector F-10/3, Islamabad

Tel: 2214765-2211330

Cell:0333-5125308

E-Mail:iftikhararif@btinternet.com

ہمیشہ کی طرح اب بھی میں آپ کی دعاؤں کا آرزو مند ہوں۔

نیاز مند

افتخار عارف

انعام الحق جاوید[1]

۱۵/ مئی ۱۹۸۳ء

محترمی، السلام علیکم!

کچھ عرصہ قبل اسی موضوع پر آپ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا گیا تھا لیکن شاید وہ آپ کو ملا نہیں یا بوجوہ آپ اس کا جواب نہیں دے سکے ۔ براہ کرم ہمیں 1980ء کے شروع سے لے کر اب تک چھپنے والی اُن معیاری ادبی کتابوں کے نام فراہم کر دیجئے جو اس دوران آپ کے زیر مطالعہ رہیں یا وقتاً فوقتاً آپ کی نظر سے گزرتی رہیں ۔ کتاب کے ساتھ اگر پبلشر کا نام بھی یاد ہو تو وہ بھی لکھ دیں۔ ہمیں یہ معلومات ایک جامع فہرست کی تیاری کے سلسلے میں درکار ہیں تا کہ ملک کی مختلف لائبریریوں اور اداروں کو ادبی کتب کی خریداری کے سلسلے میں سفارشات بھجوائی جا سکیں۔

امید ہے آپ ہم سے تعاون فرمائیں گے۔

والسلام

انعام الحق جاوید

....

(۱) موجودہ چیرمین نیشنل بک فاؤنڈیشن ۔اردو کے مزاحیہ شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی

بلا تاریخ

محترمی جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم! آپ کا نوازش نامہ ملا۔ اس کرم نوازی کے لئے شکر گزار ہوں اور آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ ڈاکٹر مہر عبدالحق صاحب کی لسانی خدمات پر ایک مقالہ تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔ مجھے آپ کی شدید ترین مصروفیات کا احساس ہے تاہم مجھے توقع ہے کہ آپ اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت اس کارِ خیر کے لئے بھی نکال لیں گے۔ میں منتظر ہوں ۔امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

خیر اندیش

ڈاکٹر طاہر تونسوی

بشیر احمد خان [1]

۸ر جولائی ۱۹۷۰ء

مخدوم مکرم جناب ڈاکٹر صاحب زاد عنایتہٗ

السلام علیکم۔ کافی روز ہوئے نہ تو آپ ہی کی جانب سے کوئی خیریت کی اطلاع موصول ہوئی اور نہ ہی میں کوئی عریضہ پیش خدمت کر سکا، خیر۔

خدا خدا کر کے حافظ صاحب [2] کتبہ لکھنے کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ ان کی موجودگی ہی میں پتھر والے سے بھی بات ہوگئی۔ باہمی مشورہ سے درمیانی پتھر کا سائز 4x1.5 ہوا ہے۔ اسی حساب سے محترم حکیم صاحب [3] سے ساٹھ روپے پتھر والے کو دینے کے لئے لے لیے ہیں (لمبائی چار فٹ، چوڑائی ڈیڑھ فٹ۔ دس روپے فی فٹ کے حساب سے کل ساٹھ روپے)۔

اگر اس سائز میں آپ کوئی ترمیم خیال فرماویں تو واپسی ڈاک مطلع فرمادیں ۔بصورت دیگر اس سائز پر کلمہ شریف خط کوفی میں کندہ کروالیا جائے۔ طرفین کے پتھر بھی اسی سائز کے ہوں گے جو درمیانی پتھر کا سائز ہوگا۔ طرفین کے پتھروں کی تیاری میں دیر نہیں لگے گی۔

جملہ احباب کی طرف سے سلام مسنون۔ والسلام

مخلص

بشیر احمد خان

....

(۱) بشیر احمد خان سابق منیجر ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔ پیدائش: ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۴ء، وفات: ۲۶ر اکتوبر ۲۰۰۶ء لاہور

(۲) یعنی معروف خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی (۱۹۲۷ء۔۱۹۸۶ء)۔ حافظ صاحب نے بلوچ صاحب کی تعمیر کردہ جامع مسجد گوٹھ جعفر خان لغاری کے لیے خط کوفی میں کلمہء طیبہ کی سنگ مرمر پر خطاطی کی تھی جو مسجد کی محراب کے اوپر موجود ہے۔ حافظ صاحب کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''تذکرہ خطاطین'' از محمد راشد شیخ۔

(۳) یعنی حکیم محمد موسیٰ امرتسری

(۲)

۲۶ر جون ۱۹۷۱ء

مخدوم مکرم جناب ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کے لئے انتہائی ممنون ہوں۔ گزشتہ ماہ کے اوائل میں گھر گیا، تو بیماری نے قابو پالیا، پھر ایک عزیزہ کا انتقال ہو گیا۔ اسی طرح کافی دن لگ گئے، تا آنکہ رفیق صاحب کو آپ را سے ۱۵ر جون تک آپ کی آمد کا پیغام لے کر پہنچے۔ چنانچہ میں ۱۵ر جون سے قبل ان کے ہمراہ لاہور آ گیا۔ آپ کی آمد کسی وجہ سے نہ ہوسکی اور نہ ہی کوئی پیغام موصول ہوا کہ مذکورہ والا نامہ نے مشرف فرمایا۔

آپ کی تشریف آوری میری عدم موجودگی میں ہوئی۔ شرف ملاقات سے محروی کا افسوس رہا۔ خیال تھا کہ آپ تشریف لائیں گے تو ''تعارف'' کے پروف بھی آپ ملاحظہ فرمالیں گے اور کتاب کے بقیہ زیر طبع حصہ کے بارے مشورہ ہو جائے گا۔ لیکن میری غیر حاضری کی وجہ سے یہ کام رہ گیا۔ لہذا اب تعارف اور دوسری معروضات الگ پیش خدمت کی جا رہی ہیں جن کے بارے آپ کو زحمت دینے کو دل تو نہیں چاہتا لیکن قلبی تعلق کی وجہ سے معذور ہوں۔

کتبوں کی تیاری کے لئے پوری طرح کوشش جاری ہے۔ اتفاقاً جن دنوں میں لائل پور بیمار تھا، نفیس صاحب [1] یہاں صاحب فراش تھے۔ اب تک ان کے جسم پہ نقاہت

کے آثار ہیں۔ لیکن اب وہ جلد ہی یہ کام مکمل کردیں گے۔ سائڈوں کے پتھران کے پاس موجود ہیں جنہیں جلد تیار کرکے آپ کو مطلع کرنے کا انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔

عبدالمالک صاحب کے صاحبزادے جو آپ سے یکصد روپے لے گئے ہیں ، گھر سے ناراض ہوکر چلے گئے ہیں۔ آپ سے روپے انہوں نے چلے جانے کے بعد لیے ہیں جن کی اطلاع ان کے والد صاحب کو کردی گئی ہے۔ وہ لڑکے کی پریشانی کی وجہ سے کام مکمل نہ کرسکے۔ اب جلد مکمل کردینے کا انہوں نے بھی وعدہ کیا ہے۔ خدا کرے ہر دو حضرات کام جلد تیار کرلیں۔ دوسرے کتبے جن کی پیشگی کی رقم ان کے لڑکے نے والد کی اجازت کے بغیر فرار کی حالت میں ہم سے لی ہے وہ کام بھی ان کے والد صاحب اس کتبے کے بعد کردیں گے۔ آئندہ اگر وہ صاحب آئیں تو انہیں کوئی رقم نہ دی جائے۔

نفیس صاحب ''شرح فقہ اکبر'' کے فوٹو کے بارے شکریہ ادا کرتے ہیں اور سلام بھی۔

''سروے آف پرشین آرٹ'' کا سیٹ حسب ارشاد ارسال خدمت ہے۔ اگرچہ آج کل قیمتیں بڑھ گئی ہیں لیکن میوزیم کو یہ سیٹ پہلی قیمت پر بھیجا جارہا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کو کتاب پہنچادی تھی۔ سلام کہتے تھے اور ملاقات نہ ہوسکنے کا افسوس۔

''مثنوی سلک نور از شاہ اسماعیل شہیدؒ'' کے بارے پہلے بھی بات ہوئی تھی۔ اگر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے منسوب ہونے کی سند نیز اس کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں کے بارے میں مولانا غلام مصطفی صاحب قاسمی [2] اور جلبانی صاحب [3] سے معلومات حاصل ہوسکیں تو نفیس صاحب اس کی کتابت کے لیے تیار ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے آپ کی موجودگی میں اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

شیخ صاحب اور کوآپرا کے دیگر احباب کی طرف سے سلام مسنون۔ والسلام

مخلص

بشیر احمد خان

....

(۱) سیّد انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) پاکستان کے نامور خطاط ہفت قلم بلکہ اس فن میں استاد الاساتذہ کے درجے پر فائز تھے۔ پیدائش: ۱۱/مارچ ۱۹۳۳ء بمقام گھوڑیالہ (سیالکوٹ)، وفات: ۵/فروری ۲۰۰۸ء لاہور۔

آپ کے مکمل حالات اور نوادرِ خطاطی کے لیے راقم الحروف کی مرتبہ کتب ''ارمغانِ نفیس''، ''تذکرۂ خطاطین'' اور ''مقالاتِ خطاطی سید نفیس الحسینی'' ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) مولانا غلام مصطفٰی قاسمی نامور عالم دین، محقق، مصنف، ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد اور تلمیذ مولانا عبیداللہ سندھی تھے۔ پیدائش: ۲۴/جون ۱۹۲۴ء گوٹھ جھنبھو خان چانڈیو ضلع لاڑکانہ، وفات: ۸/دسمبر ۲۰۰۳ء

(۳) پروفیسر غلام حسین جلبانی ماہر تعلیم، ادیب، ماہر لسانیات اور مترجم تھے۔ پیدائش: ۲/فروری ۱۹۱۴ء بمقام جلبانی ضلع نوشہرو فیروز، وفات: ۱۱/جولائی ۱۹۸۹ء

علامہ محمد اجمل مزاری

(۱)

15-5-2001

بخدمت گرامی مرتبت فضیلت مآب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب۔ دامت برکاتہٗ

السلام علیکم۔ مزاج گرامی! مجھے آپ سے اس قدر غائبانہ تعارف حاصل ہے کہ جیسے آپ میرے قریب بستے ہیں۔ درحقیقت آپ میرے دل میں بستے ہیں۔ تو اس سے زیادہ قربت اور کیا ہوگی۔

حضرت سیّد انیس شاہ جیلانی صاحب و دیگر میرے تمام دوست سکھڑ آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ میرے پیارے دوست احمد خان لغاری مرحوم مرید مہر مرحوم اور نہال شر مرحوم تو آپ کے خاص مداح تھے۔ میں نے سندھ کے ''پردہ پوش'' بزرگوں سے کافی فیض حاصل کیا ہے اور جی چاہتا ہے کہ سندھ کے ایک زندہ بزرگ کے فیض سے بھی مستفیض ہوں۔ عرصہ تیس سال سے دل میں آپ کی ملاقات کی شدید خواہش ہے مگر کوئی سبب نہیں بن سکا۔ اور جون کے پہلے ہفتے میں کراچی جانے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ حیدرآباد سے ہو کر جاؤں گا۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو زیارت ہو جائے گی۔

ع شالا یار ملم کہیں سانگ سبب

حقیقت میں آپ جیسے عالم، فاضل، محقق، صاحب دانش، صاحبِ ذوق، صاحبِ نظر اور صاحبِ بصیرت صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ بقول حکیم ثنائی رحمۃ اللہ علیہ

ماہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از پشتِ میش
عاشقے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
سالہا باید کہ تا یک کودک از فیضِ طبع
عالمِ دانا شود یا شاعرِ شیریں سخن
قرنہا باشد کہ تا یک مرد صاحبدل شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

یا بقول حضرت علامہ اقبالؒ

سالہا در کعبہ و بتخانہ مے نالہ حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

اس وقت عرض مدعا یہ ہے کہ میں کافی عرصہ سے اپنے ذوق کی تسکین کے لیے کوئی نہ کوئی علمی، ادبی جریدہ نکالتا رہتا ہوں، اور اس سال میں نے ماہنامہ وار مرجات کا اجراء کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں بھی بذریعہ ڈاک ''مرجات'' بھیجتا رہتا ہوں۔ خبر نہیں آپ تک پہنچ پاتا ہے یا نہیں؟ جون 2001ء مرجات کا فرید نمبر شائع کر رہے ہیں اور خواجہ فرید'' نمبر کے لئے تبرکاً آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مضمون کی شدید ضرورت ہے۔ خواہ مضمون چند سطروں پر مشتمل ہو۔

مجھے آپ کی قیمتی اور شدید مصروفیات کا بخوبی علم ہے اور پھر بھی مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے ایک دور دست عقید تمند کی خواہش کو رد نہیں فرمائیں گے۔ کہ:

دور دستاں را بہ احساں یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر مے افگند

اور دوسرے کاغذ پر میں نے ایک عنوان کے تحت حضرت بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ اور

خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں سے کچھ اشعار لکھ دیے ہیں۔ اور آپ صرف ان اشعار کی مختصر الفاظ میں شرح لکھ دیں۔ اور مرجات کے لئے آپ کا یہ ارمغان کافی ہوگا۔ اور یا اپنی مرضی کے مطابق خواجہ فریدؒ کے بارے میں چند سطریں لکھ دیں۔ بہر حال اپنی نگارشات کی خیرات سے محروم نہ فرمائیں۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ براندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

شکریہ۔ زیادہ دعا و نیاز۔ والسلام

مخلص فقیر علامہ اجمل مزاری

(۲)

27-11-2001

گرامی مرتبت فضیلت مآب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب دامت برکاتہ

السلام علیکم، مزاج گرامی

آپ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھنے میں اس لئے تاخیر ہوئی ہے کہ فرطِ جذبات سے مجھے عبارت ہی نہیں سوجھتی تھی۔

آپ نے مجھ حقیر فقیر کے ساتھ جو کریمانہ، مشفقانہ اور والہانہ برتاؤ کیا اور عزت افزائی فرمائی۔ آپ کی بے پایاں مروت اور عظیم احسان مندی کے جواب میں شکریہ اور ممنونیت کے الفاظ مجھے بالکل بے معنی لگتے ہیں۔

اور آپ کے اخلاص و اخلاق کے اوصاف کو حیطہء تحریر میں لانے کے لیے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں۔

آپ کی صحبت اور آپ کے ساتھ مکالمہ میں مجھے جو قلبی لذّت اور تسکین میسر آئی

اور روحانی حظ حاصل ہوا، اس غیر مرئی کیفیت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ خدا گواہ ہے کہ اس روحانی کیفیت کا اثر اب تک میرے دل و دماغ میں موجود ہے۔

اٹھ کے ثاقب گو چلا آیا ہوں ان کی بزم سے

دل کی تسکیں کا مگر ساماں اسی محفل میں ہے

حقیقت میں ایسے ہی لمحات میری زندگی کا حاصل ہیں۔ اور میرے لیے یہ بات بھی باعث حیرت و مسرت ہے کہ آپ نے ابھی تک بلوچ اسلاف کی مہمان نوازی کی اعلیٰ روایات کو برقرار رکھا ہوا ہے۔

میرے دل کا فتویٰ ہے کہ آپ اگرچہ کامل ولی نہیں ہیں لیکن ولایت کے درجہ کے قریب تر ضرور ہیں کیونکہ ولیوں کا (تحریراً تقریراً خلوت وجلوت میں) ذکر (پرین سندی پچار) کرنے والا فنافی الولی ہوتا ہے۔ اور محبوب کا مدح خوان بھی محبوب ہوتا ہے۔ اور عشاق تو محبوب کا پیغام لانے والے قاصد کے قدموں پر قربان ہونے کو عظیم سعادت سمجھتے ہیں۔ بقول حضرت حافظ

آں خوشخبر کجاست کزیں وصل مژدہ داد

تا جاں فشانمش چوں زر و سیم درقدم

اور آپ نے حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور کلام پر جو والہانہ اور عارفانہ تحقیقات کی ہے حقیقت میں یہ سعادت کسی صورت میں بھی ولایت سے کم نہیں ہے۔

بہر حال میرے دل نے آپ کو ایک درویش عارف تسلیم کرلیا ہے:

آں دل کہ رم نمودہ از خوبرو جواناں

دیرینہ پیر مردے بردش بہ یک نگاہے

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں اضافہ فرمائے۔ اور آپ کا یہ علمی اور روحانی فیض اور کافی عرصہ تک جاری و ساری رہے۔ آمین

عمریست تا من در طلب ہر روز گامے میزنم
دست شفاعت ہر دمے در نیکنامے میزنم
با آنکہ از خود غائبم وز مے چوں حافظ تائبم
در مجلس روحانیاں گہہ گاہ جامے میزنم

فقیر اجمل مزاری

سیّد برکات احمد

۱۱/ مارچ ۱۹۸۱ء

برکات نواز۔ آداب و نیاز

اسلام آباد سے چلتے وقت آپ سے رخصت نہیں ہوسکا، معذرت خواہ ہوں ۔آپ کا مقالہ خوب تھا۔ پڑھا، استفادہ کیا اور جناب حکیم محمد سعید صاحب کو دے آیا کہ آپ کو بصد شکریہ واپس کردیں۔

جب میں ائیر پورٹ جارہا تھا تو ایک صاحب علم نے تذکرہ کیا کہ ادارہ تحقیق تاریخ وثقافت نے مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشتِ کابل شائع کی ہے۔ اگر یہ کتاب آپ براہ کرم مجھے روانہ فرمادیں تو عنایت اور کرم ہو۔ یہ کتاب میرے موضوع سے متعلق ہے اور میرے لئے انشاء اللہ کارآمد ہوگی۔ میرا پتہ یہ ہے:

Barakat Ahamad,

297 SAKET, INDORE, 452001, INDIA

کتاب براہ کرم رجسٹرڈ پیکٹ بک پوسٹ سرفیس میل سے روانہ کی جائے ۔کتاب کا پیکٹ کھلا رکھا جائے بند پارسل نہ بنایا جائے۔

قیمت میں انشاللہ اطلاع ملنے پر ارسال کردوں گا۔

دعا گو مخلص

برکات احمد

فیصل احمد ندوی[1] بھٹکلی

(۱)

۲۰۰۲/۵/۲۷ء

محترم ومکرم جناب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب عافاہ اللہ ونفعنابہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

امید کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

میں برصغیر کی آزادی میں علما کا کردار پر کئی سال سے کام کر رہا ہوں جو انشاء اللہ کئی جلدوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلی جلد میں ۱۸۵۷ء سے پہلے علماء نے اس سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان کا تذکرہ بالتفصیل کیا ہے۔ یہ جلد زیر تکمیل ہے، بس اگست تک آنے کی پوری توقع ہے۔ اس میں ایک باب ہے فتاویٰ دار الحرب اور ان کے مفتیان کرام کے مجاہدانہ کارنامے۔ اس سلسلہ میں میں نے ان تمام فتووں کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے جو ہندوستان کے طول وعرض میں ۱۸۵۷ء سے پہلے کسی عالم نے دیا ہو۔ سندھ کے چار علماء کا ذکر کیا ہے (۱) مخدوم ابراہیم ٹھٹھوی (۲) مخدوم محمد ٹھٹھوی (۳) مولانا عبدالرحیم ٹھٹھوی اور (۴) مولانا عبدالرسول چوٹیاری۔ میں نے ان سب مفتیان کرام کے حالات پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مخدوم ابراہیم کے حالات محمد راشد شیخ صاحب مصنف ''تذکرہ خطاطین'' نے سندھی رسالہ الرحیم سے ترجمہ کر کے بھیجے۔ مولانا عبدالرحیم کے حالات نزھۃ الخواطر میں ہیں۔ مولانا عبدالرسول کے بارے میں کچھ معلومات راشد شیخ صاحب کے نام آپ کے مکتوب سے حاصل ہوئیں۔ مگر مولانا مخدوم محمد ٹھٹھوی کون ہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا اس لیے آپ سے براہ راست رجوع کر رہا ہوں۔ سندھی ادب وتاریخ کے ماہر اور محقق کی حیثیت سے آپ کے مقام سے واقف ہوں اس

لئے آپ کو زحمت دینے کی جرات کر رہا ہوں۔ میں نے یہ سارے فتوے ''اوراقِ گم گشتہ'' مرتبہ رئیس احمد جعفری سے نقل کئے ہیں۔ اس میں نقل کی بہت سی غلطیاں ہیں۔ کیا کسی اور جگہ ان فتووں کا ذکر ہے۔ رئیس صاحب نے یہ فتوے اسی طرح کہیں سے نقل کئے ہیں۔ اس لئے کہ ان فتووں کے تذکرہ کے بعد اخیر میں ہے ''حررہ الفقیر عبدالرحیم ساکن کوٹ عالم عفی عنہ''۔ یہ عبدالرحیم کون ہیں؟ ان مذکورہ فتووں سے ان کے فتوے کا بھی علم ہوجاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ خود اپنا رجحان یہی بتارہے ہیں۔ اس لئے ان کے بارے میں بھی کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے مکاتیب سیّد احمد شہید (مطبوعہ لاہور) کے مقدمہ میں (ص ۲۹) ایک فتویٰ کا ترجمہ نقل کر کے اخیر میں مفتی کا نام غلام محمد تتوی لکھا ہے۔ جب کہ اس عبارت کے قائل یہی عبدالرحیم ساکن کوٹ عالم معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً قادری صاحب نے ''اوراق گم گشتہ'' ہی سے نقل کیا ہے۔ اور وہاں نقل کردہ عربی عبارت میں قال الفاضل العلامۃ المخدوم محمد الٹھٹائی ہے۔ ترجمہ میں علامہ کے بجائے غلام مخدوم محمد چھپا ہے۔ یہیں سے شاید قادری صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔ اس سلسلہ میں آنجناب اپنی تحقیق سے مطلع کریں۔ کیا مخدوم غلام محمد کا بھی اس قسم کا کوئی فتویٰ ہے۔ ہے تو کیا ہے اور یہ کون ہیں؟

تذکرہ علماء ہند (رحمان علی) میں مخدوم غلام محمد ساکن کوٹ کے نام سے ایک عالم کا ذکر ہے اور کوٹ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ہسوہ اور فتح پور (یوپی) کے قریب ہے۔ صرف کوٹ کے نام سے کیا سندھ میں کوئی شہر تونہیں؟

مخدوم ابراہیم کا فتویٰ جودھپور دار الحرب۔ تو کیا یہ جودھپور وہی ہے جو اس وقت راجستھان کا ایک اہم شہر ہے۔ کیا اس وقت وہ سندھ میں تھا؟

راشد صاحب کے نام آپ کے مکتوب سے مولانا عبدالکریم بن مولانا عثمان کے فتویٰ دار الحرب کا علم ہوا۔ اس پر میں آپ کا مشکور ہوں۔ کیا یہ مولانا عبدالکریم انہیں

مولانا عثمان ٹیاروی کے صاحبزادہ تھے جنہوں نے مخدوم ابراہیم کے فتوئی کا رد لکھا تھا۔ ان کے مزید تعارف کی ضرورت ہے سنہ وفات کے تعین کے ساتھ۔ میں اس سلسلہ میں آپ کی تحقیقات اور معلومات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں مگر چونکہ جلد ان معلومات کی ضرورت ہے تاکہ کتاب میں شامل کی جا سکیں۔ اس لئے امید ہے کہ آپ اس جانب توجہ فرما کر مشکور کریں گے۔ والسلام

فیصل احمد بھٹکلی ندوی

خادم تدریس، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو

....

(۱) فیصل احمد ندوی مصنف، محقق، استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو اور منصرم ادارۂ احیائے علم و دعوت لکھنو۔

(۲)

۲۳/۷/۲۰۰۵ء

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ ''مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں'' کا ایک نسخہ پیش خدمت ہے جو ہم نے از سر نو مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ ایک دوسرا مجموعہ زیر ترتیب ہے جس میں موجودہ زمانے کے علماء و محققین کے اسی طرح کے مضامین ہوں گے۔ آں جناب سے ہماری باصرار درخواست ہے کہ اپنی محسن کتابوں پر مشتمل مضمون روانہ فرمائیں۔ یہ ہماری شدید خواہش ہے کہ اس مجموعے میں آں جناب کا مضمون ضرور ہو۔

عرصہ ہوا اپنی دوسری تالیف ''تحریک آزادی میں علما کا کردار ۱۸۵۷ء سے پہلے'' آں جناب کی خدمت میں روانہ کی تھی اور اس کتاب کے بارے میں آں جناب کی رائے عالی کی بھی گزارش کی تھی مگر ابھی تک رسید سے محروم ہوں۔

مکرر گزارش ہے کہ اپنی محسن کتابوں پر مشتمل مضمون ضرور روانہ فرمائیں

۔والسلام

فیصل احمد بھٹکلی ندوی

خادم تدریس، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنو

سیّد انیس شاہ جیلانی[1]

(۱)

۱۶۔۱۱۔۱۹۶۷ء

جنابِ مکرم

آپ سا فاضلِ اجل پیکرِ صدق وصفا اس ویرانے کی بہار بنے اور میں اس کی دید سے محروم رہوں۔ بدبختی کی انتہا یہ نہیں تو اور کیا ہوگی۔ آپ کا محمد آباد آکر چلے جانا ایسا ہے جیسے دل کا پہلو سے نکل جانا۔ ایسا مبارک وقت دیکھیے پھر کب ہاتھ لگے، براہو بخار کا مجھے استفادہ کا موقع نہ ملا۔ سنتا ہوں عوام بھی فیض یاب کم ہوئے۔ صالح بھائی ہجوم مشاغل میں الجھے ہوئے ہوں گے۔ میں جیتا ہوتا تو خاصا ہنگامہ برپا کراتا۔ لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آپ کا عیادت نامہ مل گیا تھا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ میں بھی اور والد محترم[2] بھی۔ جب بھی آپ جناب کا ذکرِ خیر آتا ہے والد آپ کی تعریف وتوصیف کا شعر بن جایا کرتے ہیں۔ آپ کا دم واقعی اس ایٹمی دور میں نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ خدا تا دیر سلامت رکھے۔ امید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔

خاکسار

انیس

---

(۱) سیّد انیس شاہ جیلانی منصرم مبارک اردو لائبریری، محمد آباد تحصیل صادق آباد

(۲) سیّد مبارک شاہ جیلانی بانی مبارک اردو لائبریری، محمد آباد تحصیل صادق آباد

(۲)

۳ر دسمبر ۱۹۶۸ء

مخدوم مکرم

صالح بھائی کے نام مکتوبِ گرامی نظر نواز ہوا۔ مجھے بھی یاد رکھا گیا۔ اسے میں اپنی خوش بختی پر محمول کرتا ہوں۔ ہمیں ماسٹر (یہ بھی اسی طرح ماسٹر ہیں جیسے ماسٹر تارا سنگھ) محمد فاضل کا ممنون ہونا چاہیے جن کی ذات ہی تقریب ملاقات ٹھہری۔ فاضل صاحب کی زندگی پر رشک آتا ہے وہ آج کل جس فضا میں سانس لیتے ہیں وہ علمائے سندھ کی عظمت ورفعت سے معطّر چلی آتی ہے۔ آپ کا وجود اس بات کی ضمانت ہے کہ سرزمین سندھ میں قحط الرجال ممکن نہیں ہے۔ آپ کی حیثیت آفتاب کی سی ہے جو ذرّے پر بھی چمکتا ہے اور صرف چمکتا ہی نہیں زندگی کرنے کا گُر بھی بتلا دیتا ہے۔ آپ کی سادگی، آپ کی محبت، آپ کا خلوص لگی لپٹی رکھے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ بیکراں ہے۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک میری مراد طلباء اور اربابِ اقتدار سے ہے یکساں طور پر آپ سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور یہ مرتبہء بلند ہر ایک کا مقدر نہیں بن سکتا۔

یہ عجیب اتفاق ہے جب جب آپ یاد آئے ایک دور افتادہ دوست نظیر صدیقی بھی تڑپا گئے[1]۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمالیہ کے ساتھ مونٹ ایورسٹ خواہ کتنی ہی اونچی چلی جائے ہمالیہ کی عظمت اور وسعت کے سامنے ہیچ ہے۔ ہمالیہ گویا برصغیر پاک وہند کا بقول اقبال پاسباں رہا ہے، وہی حالت آپ کی ہے۔ آپ کا قرب حاصل ہوا گویا مُردے میں جان پڑگئی۔ غیر ارادی طور پر پر پُرزے نکلنے شروع ہوئے اور فضا کی لامتناہیوں میں کھو کر رہ جانے کی تمنا انگڑائیاں لینے لگیں۔ جی چاہا ذاتی اغراض ومقاصد کو پس پشت ڈال کر کیوں نہ کسی اور کے لئے تگ ودو کر ڈالئے کہ زندگی کا صحیح مصرف بزرگوں نے یہ بتایا ہے کہ کسی اور کے کام آجائے تو حسن اس کا کچھ اور جلا پاجاتا ہے، نکھر جاتا ہے اور یہ سب سنت نبوی تو خیر

کیا کہوں کہ ادب مانع ہے البتہ اتنا گستاخ ضرور ہوسکا ہوں کہ مثال کے طور پر آپ کو پیش کردوں آپ ہی جیسے بزرگوں کی دیکھا دیکھی مجھے نظیر صدیقی کو مشرق سے مغرب میں منتقل کرنے کے جنون میں ڈالے ہوئے ہے۔(۲)

آپ علی گڑھ کے فرزند ہیں اور اس سے باخبر ہیں کہ بانی مسلم یونیورسٹی سرسیّد علیہ الرحمۃ اپنے لئے نہیں قوم کے لئے جیا اور مرا، بعینہ وہی ادائیں آپ میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔اسی برتے پر میرے حوصلے یہاں تک بڑھ چکے ہیں کہ آپ سے کہوں کہ آپ ایک جوہر قابل کو پنپنے کا موقع دیجئے۔بالفاظ دیگر اسے زندگی عطا فرمائیے۔

نظیر صدیقی ادب اردو کا ایک جگمگاتا چھل بل کرتا ہیرانہ سہی سنگریزہ ضرور ہے جو اتفاق سے ہنوز قدر شناس جوہری کے ہاتھوں کسوٹی نہیں اتر سکا۔ہجوم انوار میں گھرے رہتے ہیں آپ تو آپ کے چاروں طرف نجوم وجواہر بکھرے پڑے ہیں، جسے چاہے کو نور کا درجہ دیجئے جسے چاہیے کوڑیوں کے مول بکوادیں۔ایسے میں سرسری گزرجانا آپ کے لئے تعجب انگیز نہیں اور یہ وقت ہوتا ہے جب مصاحبین خاص نظر سے اُتری ہوئی چیز کو اُس کا صحیح مقام دلوانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں تاکہ قدر شناس جوہری کا حق رفاقت ادا کرسکیں۔میں جو بار بار آپ سے نظیر کے لیے کہتا ہوں تو کچھ بے جا نہیں کہتا۔وہ ایک لائق اور محنتی آدمی ہے،اردو کا رسیا بنگلہ کے سایہ ظلمت میں پناہ گزیں ہے۔جہاں داد بے داد کا درجہ رکھتی ہے۔اور وہ مجبور اور لاچار قلم کا مزدور مزدوری تو کجا آقا کی مسکراہٹ تک کو ترس گیا ہے۔زندگی اس کا نام تو نہیں کہ تن ڈھانپنے اور پیٹ بھرنے کا سامان ہوجائے۔ ہمیں حیوانوں سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ زندگی کا کسی اعلیٰ مقصد کے لئے وقف ہوجانا۔

اس سے پہلے آپ نظیر کی ''تاثرات وتعصبات'' ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اب ''میرے خیال میں'' نذر ہے۔اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ نظیر کا حق مغربی پاکستان پر بھی ہے یوں وہ پیٹ کا دوزخ بڑی آسانی سے ڈھاکے میں بھی بھر رہا ہے۔رہنے کو ذاتی

مکان ہے، بیوی ہے بچے ہیں غرض جسمانی آرام خدا کے فضل سے ہر طرح کا ہے مگر آہ! وہ جو ایک روحانی کرب وجدانی عذاب اس ماحول میں سہنا پڑ رہا ہے کچھ وہی محسوس کرسکتا ہے جس پر بیت رہی ہے۔آدمی جذبات کا نہیں عقل کا ہے اس لئے اس پر جناب رئیس امروہوی کا یہ شعر صادق آتا ہے:

جان لیوا سہی جراحتِ عشق
عقل کا زخم ہے بہت کاری

یہ نہیں کہ اُسے مشرق سے پیار نہیں مگر اس کو کیا کیجئے کہ وہاں اردو کو کوئی نہیں پوچھتا۔جب صورت حال یہ ہو تو اردو لکھنے والوں کی وہاں کیا کھپت ہوسکتی ہے۔وہ گھر پھونک مغربی پاکستان آنے کے لئے ہمہ تیار ہے مگر یہاں اتنا تو ہو کہ وہ سر چھپا کے بیٹھ سکے۔بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے حیدر آباد، کراچی، لاہور، پشاور کے کسی کالج یا یونیورسٹی کی لیکچررشپ تو ہو، پھر دیکھئے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی اردو ادب میں کیسا گراں بہا اضافہ کرتا ہے یہ شخص۔

میں نے آپ کو ارباب نشاط کی سرپرستی کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور کیوں نہ ہو کہ فنون لطیفہ زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔میں نے اصحاب علم وقلم کو بھی آپ سے فیض حاصل کرتے ہوئے پایا پھر کیا وجہ ہے کہ محرومی ونامرادی میرا اور نظیر کا مقدر بن رہی ہے۔کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کیوں میری طرف جلوۂ رحمت نہیں آتا
کیا دفترِ عصیاں میں مرا نام نہیں ہے

دریائے سندھ اور سرزمین مہران کی خصوصیت یہ ہے کہ تشنہ کامان کام ودہن از قسم حیوان وانسان اس فروانی سے سیراب ہوتے ہیں جس کا تماشا دیدنی ہوا کرتا ہے۔آپ سپوت سندھ ہیں، آپ کی ذات سے ذہنی وفکری دنیا کی بہار قائم رہنے کی مثال قائم ہوجانی

چاہیے اور میں سمجھتا ہوں ایک حد تک ہو چکی ہے۔ تمنا اس کے لامحدود چلے جانے کی ہے۔ میں اور نظیر (میری حیثیت اضافی ہے اصل مسئلہ نظیر کا ہے) ساحل آشنا ہو کر بھی قطرے کوتر سائے جارہے ہیں اور یہ ستم آپ سے دیکھا نہیں جانا چاہیے۔

حرف آخر یہ کہ درد دل آپ کو اپنا مہربان اور محسن بزرگ سمجھ کر اس قدر طوالت اور بے تکلفی سے بیان کر دیا:

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

میرے لئے اس عوامی جملے میں بڑی کشش ہے کہ اس تھوڑے لکھے کو زیادہ سمجھیں اور ہماری مشکل آسان فرمانے کی سعی فرمائیں۔

اس آہ میں بھی دیکھوں ہے یا اثر نہیں ہے

محتاج کرم

انیس

....

(۱) نظیر صدیقی اردو زبان کے محقق، نقاد اور سابق صدر شعبہ اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ پیدائش: ۷ر نومبر ۱۹۳۰ء بہار، وفات: ۱۲ر اپریل ۲۰۰۱ء اسلام آباد

(۲) یعنی مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان

(۳)

۳۱ر ۳ر ۱۹۷۱ء

حضرت مکرم

مکتوب گرامی کے لیے ہمہ سپاس ہوں۔

معاف کیجئے گا ادبی معاملات میں میں لیکن کس قدر متعصب واقع ہوا ہوں، سرائیکی اکادمی وغیرہ اور اسی قبیل کے دوسرے ادارے کرتے کراتے کچھ نہیں اور وہاں کوئی آدمی ایسا نہیں جس سے تعلق خاطر بھی ہو۔ میں بلائے بے درماں ہوں تو کس برتے پر۔ جناب فاضل آئے تھے۔ انہوں نے نسخہ دیکھا دیکھ کر اچھل پڑے اور مفصل مضمون لکھنے کا منصوبہ بنا ڈالا۔ میری نظر میں دو نسخے اور ہیں وہ ہاتھ لگ جائیں تو آپ کو زحمت سفر دینے کی سعادت انشاء اللہ ضرور حاصل کروں گا۔ امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

خاکسار

انیس

(۴)

۸ر اگست ۱۹۷۹ء

محترم جناب محب گرامی ڈاکٹر نبی بخش خان صاحب بلوچ زاد مجدہ

پہلے بھی تو آپ اسی شعبے سے غالباً ایک رکن کی حیثیت سے منسلک تھے، اب سربراہ ہوئے مبارکباد۔ مجھے یہ خیال آیا کہ چند معروضات پیش کروں، کیا عجب آپ میری مدد کر سکیں۔ میری تحویل میں کم وبیش سو کتابوں کا غیر مطبوعہ مواد محفوظ ہے۔ میں نے اپنے اشاعتی لائحہ عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حیرت شملوی اکادمی کا ڈول ڈالا اور روپے پیسے کی کمی پوری کرنے کے لیے سات آٹھ قلمی نسخے اور دو سو چونتیس خط مرحوم مولانا غلام رسول مہر کے جو میرے نام آتے رہے بغرض فروخت نیشنل میوزیم کراچی میں پیش کئے۔ اس پر دو سال گزرتے ہیں۔ تاحال وہاں یہ فیصلہ نہیں ہوا مخطوطات اور خطوط خریدے جائیں گے تو کس قیمت پر، اگر نہیں خریدے جائیں گے تو کیوں۔ نشر واشاعت کا سلسلہ آپ جانتے ہی ہیں، گھاٹے کا سودا ہے تاہم جم کر اور یکسوئی سے کوئی کام کیا جائے تو کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اگر آپ وہاں کسی سے پوچھ گچھ کر سکیں تو بڑا اکرم ہو۔

امام بخش مہر سے عید کے دن کاٹے کر دیا ہے۔اور نور شاہ کے کلام کا معاملہ استادفاضل کا منتظر ہے۔

خاکسار
انیس

فہرستِ مخطوطات

نیشنل میوزیم کراچی میں داخلے کی تاریخ ۹ ؍ستمبر ۱۹۷۶ء

۱۔قرآن مجید
۲۔رقعات۔انشائے عربی
۳۔گلستاں از سعدی
۴۔سیف الملکوک از لطف علی
۵۔دلائل الخیرات
۶۔قرآن مجید مع ترجمہ فارسی
۷۔حصن الحصین عربی مع ترجمہ فارسی
۸۔شرح یوسف زلیخا
۹۔فارسی کہانیوں کا مجموعہ
۱۰۔ایک عربی کتاب (نام مجھے یادنہیں رہا۔رسید میں انگریزی میں لکھا گیا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آیا)
۱۱۔مولانا غلام رسول مہر کے دوسو چونتیس خط۔یہ خطوط ابن مہر کو مرتب کر کے بغرض اشاعت دے دیے گئے ہیں۔

پس نوشت: یہ تمام نسخے خطاطی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔گو تاریخہائے تحریر نہیں ملتیں لیکن کاغذ اور اندازِ خط سے عمر کا تعین بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

(۵)

۲۱ ؍اگست ۱۹۷۹ء

محب گرامی ڈاکٹر بلوچ زادمجدکم

عید کارڈ اور مکتوب گرامی کے لئے ہمہ سپاس ہوں۔آپ کا لطف آپ کا کرم۔ابا مرحوم کی زندگی میں میں اس پر بے حد پیچ وتاب کھایا کرتا تھا کہ یہ ڈالڈا میں آخر کیوں سالن پکایا جاتا ہے،کیا اصلی گھی ایسا ناپید ہو گیا۔اب خود میری یہ کیفیت ملاحظہ فرمائیے جستجو یہ رہتی ہے ڈالڈا سے بھی کوئی سستی چیز ہاتھ لگ جائے تو کیا کہنے۔ابا کے جیتے جی کپاس جس پر ہماری معیشت کا دارومدار ہے،پانچ سو من نہیں اترتی تھی کھیتوں سے اور چالیس روپے من بیچنے کی حسرت وہ دل میں لے کر مرے۔میں نے بے پناہ تگ ودو کر کے ایک سال تو گیارہ سو من کپاس زمین کے سینے سے اگلوائی اور پانچ چھ سو تو معمول ہے گویا،باون روپے سے لے کر دوسو پانچ روپے فی من بھی ان دس برسوں میں بیچی مگر وہی شام کو دیکھو تو برکت۔یہ نہیں کہ فضول خرچ اور طبعاً عیاش ہوں،ویسے کچھ ایسا جزرس اور بخیل بھی نہیں،ہاں یہ کہہ سکتے ہیں دور اندیش اور کفایت شعار نہیں ہوں،ذمہ داریاں رکھ رکھاؤ،ضروریات متعلقین اور ان کی فرمائشوں کی یلغار کچھ اس قسم کی ہے کہ کولہو کے بیل اور کنویں کا مینڈک بن کر جیتا ہوں تب بھی قریب قریب مجھ سے ناخوش۔ستم ظریفی ملاحظہ،ہوا یک برس ہونے کو آیا صادق آباد اور رحیم یار خاں کے دائرے سے نہیں نکل پایا۔ملا کی دوڑ بس مسیت تک ہی ہے۔کراچی اور لاہور اور وہاں کے فضلا کی خوشہ چینی خواب وخیال بن کر رہ گئے ہیں۔اس پر بھی جیتا ہوں کمال کرتا ہوں۔اس طول نویسی کا مدعا اور منشا جو کچھ بھی ہو آپ اس سے گھبرائیے نہیں۔میں یہ باتیں کسی اور کے گوش گزار کر بھی کیسے سکتا ہوں ،ایک غیر متعلق آدمی کو میرے مسائل سے دلچسپی ہی کیا ہوگی اور کیوں

ہوگی۔تو جناب ورثے میں وہ جو تھوڑا سا ادبی اور شعری ذوق کتب اندوزی اور مضمون نویسی ملا ہے وہ جان کا وبال ہو چکا ہے۔اپنی تمام تر عملی علمی کوتاہیوں اور محرومیوں کے باوجود کچھ ایسا کچھ کر گزرنے کی آرزو دل میں ہے کہ میرے بعد، میں نہ رہوں میرا نام تو رہے۔ابا مرحوم کی تحریروں کو مرتب کر ڈالوں، کرنے کا ایک کام یہ بھی ہے۔اس کے بعد بیسیوں چیزیں اور منتظر اشاعت دھری ہیں۔خود میرے لکھے ہوئے شخصی خاکوں کا مجموعہ میری چالیس سالہ زندگی کا حاصل ہے۔میں نے اپنے گاؤں سے پرائمری پاس کرنے کے علاوہ کچھ کر کے ہی نہ دیا اس کے باوجود میں نے یوپی والوں سے اتنا کچھ کمایا کہ اہل زبان میری عبارت آرائی پر داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔اب اپنی بساط بھر جو کچھ میں نے اپنے پہلو میں سجا رکھا ہے،اسے روشناس خلق ہونا چاہیے مثلاً مولانا عبدالماجد دریا بادی کے خطوط بنام رئیس احمد جعفری اور جعفری صاحب کا سال بھر کا روزنامچہ، حیرت شملوی کا دیوان اور کلیات اور ان کی مختلف تحریروں سے مرتب کردہ تذکرۃ الشعراء جس میں حیرت اقبال ملاقات (شملہ) کی تفصیلات بھی ہیں۔اکیلے حیرت شملوی کے اٹھارہ سو خط میں نے ہندو پاک سے جمع کئے۔صاف نقل ہوئے۔نقل سے اصل کا مقابلہ کیا۔اسی طرح ابا کے نام مشاہیر کے خطوط، ابا کا سفرنامہ بھوپال لکھنؤ ۱۹۲۵ء، نیاز فتح پوری اور ریاض خیر آبادی سے ملاقاتیں اور مراسم۔غرض ایک طومار ہے جو میری پیٹھ پر لدا ہوا ہے۔یہ بوجھ میری انفرادی سعی و سفارش سے تو اترنے کا نہیں۔ایک صورت ہے موٹر نہ خریدی ہوتی، موٹر خرید لی تو اب بیچ باچ کر ایک اعلیٰ اور برتر مقصد کے لئے وقف ہو جاؤں۔مگر میں تو حرص و ہوا کا بندہ اور اسیر ہوں۔یہاں کی فضائیں کرّ و فر سے عبارت ہیں۔پٹرول ڈلوانے کے پیسے نہ ہوں اس سے بحث نہیں مسئلہ یہ ہے کہ موٹر ہو۔ویسے یہ بھی ہے موٹر اب نمائش کی چیز بھی نہیں رہی، مرد تو خیر عورتوں کو کہیں شادی بیاہ یا ہسپتال لے جانا پڑے تو بڑی مشکل پڑتی ہے جب اپنی سواری نہ ہو۔

بہر حال مختصر کرتا ہوں، میں نے ترکیب یہی نکالی تھی کہ چند جگر پاروں کی علیحدگی کا زخم کھا کر غیر مطبوعہ مواد کو مطبوعہ بناؤں۔ستمبر ۱۹۷۶ء میں کتابیں وہاں پیش کر دی گئی تھیں۔ہنوز روزِ اوّل ہے۔میں رسید کی تصویر اتروا کر پیش کر رہا ہوں۔آپ وہاں کے دوستوں پر اپنے ذاتی اثرات استعمال کریں اور برملا ان سے کہئے: میاں خریدو اور اچھے داموں پر خریدو۔ورنہ وہاں کا معمول تو یہ ہے کہ مثنوی سیف الملوک از لطف علی کی قیمت ایک بار پانچ سو روپے آنکی گئی۔کوڑیوں کے مول بھلا میں کیوں دیتا۔مولانا غلام رسول مہر کے خطوط میں نے مرتب کر کے ابن مہر امجد سلیم علوی کے حوالے دیے ہیں بالکل غیر مشروط، وہ چھپوائیں گے۔اصل برائے فروخت نیشنل میوزیم میں پیش ہیں یہ صراحت آپ بھی کر دیجئے گا۔یہ نہ ہو کہ ادھر وہ بیچارے اپنے ابا کے خط چھپوائیں اور ادھر میوزیم کے کارکن ڈنڈا لے کر کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ ہمارے مال پر تمہارا تصرف کیسا۔

اقبال اوپن یونیورسٹی میں ہمارے دوست لیکچرر نظیر صدیقی شعبہء اردو میں براجمان ہیں۔یہ وہ بزرگ ہیں جن کے لئے میں نے آپ سے کہا تھا ڈھاکا سے یہاں کہیں بلا لیجئے۔کسی ترکیب سے وہ بنگلہ دیش وجود میں آنے سے پہلے کراچی آ پہونچے، اور اب اسلام آباد میں ہیں۔ان کو پوچھ لیا کیجئے کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔

خاکسار

انیس

پس نوشت: رئیس صاحب نے آپ کی کتاب پر تبصرہ بھی لکھا اور میری استدعا پر صاحبزادے کی تقریب سعید پر سہرا بھی لکھا تھا۔وہ میں نے بھجوایا تو تھا۔ملا؟

(۶)

۱۴/نومبر ۱۹۷۹ء

محترم

دو تین نسخے تو میں نے اونے پونے میوزیم کے حوالے کر ڈالے، باقی واپس طلب کر لئے ہیں۔ میرے ادبی منصوبے کی تکمیل کے لئے بیس پچیس ہزار تو ہوں۔ ایک ترکیب اور ہے کچھ پرانے خطوط اقبال اکیڈیمی وغیرہ کو بیچے جائیں۔ ایک خط تو علامہ کا بھی ہے جس میں مرحوم نے مسجد قرطبہ میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ گو یہ مطبوعہ ہے تاہم اصل کی افادیت اپنی جگہ ہے۔ وقار الملک، فصاحت جنگ جلیل، سیّد سلیمان وغیرہ کی تحریریں بھی نکل آئیں گی۔ بہر حال کہیں کوئی صورت نکلے تو ذہن میں رکھیے گا۔

مجھے ایک بوڑھے نے بتایا کہ سائیں نور شاہ اپنا کلام ساز و آواز کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ ایک چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے تھے۔ ان کے حالات میں یہ بات درج کر لیجئے۔ میں ان جاڑوں میں طے ہے کہ مرحوم کا پورا مجموعہ نقل کر کے پیش کروں گا۔ بُرا ہو مکروہات دنیاوی کا۔ طرفہ یہ کہ یاروں کے بھرّے میں آکر انتخابات میں کود پڑا اور اب یونین کونسل کی صدارت کا مرحلہ درپیش ہے۔ ذرا اس سے نپٹ لوں تو نور شاہ کے مزار پر شکرانے کے نفل بھی پڑھوں اور نقل نویسی بھی کروں۔

میرا بھتیجا اسلام آباد کے لئے پر تول رہا ہے کچھ ملازمت کے معاملات ہیں۔ کمشنر بہادر سردار منظور لغاری سے بھی ملے گا، آپ کے تعاون کی ضرورت ظاہر ہے اسے پڑے گی۔ گمان کیا یقیناً آپ بھی سرپرستی کریں گے۔

خیر طلب

انیس

(۷)

۲۵/اگست ۱۹۸۰ء

بلوچ صاحب مکرم

مہینوں سے ارادے باندھتا توڑتا رہا ہوں۔ نظیر اکبر آبادی نے پیٹ کو یونہی بدکار نہیں لکھ دیا تھا۔ نون تیل کی لکڑی کے مسائل ہم سے پہلے بھی لوگ بھگت چکے ہیں۔ کل وہ، آج ہماری باری ہے۔ اپنے فرائض سے کیونکر عہدہ برآ ہوتا ہوں۔ ایسا بھی ہوا ہے خود بے خبر پایا گیا ہوں، دست غیب کی کرامت پر ایمان لانا سنی سنائی بات نہیں۔ مکروہات دنیاوی کا ستم رسیدہ نہیں ستم گزیدہ ہوں تاہم جینا ہے۔ حوصلے ٹوٹتے رہتے ہیں، ہر صبح ہر شام ایک تازہ ولولے سے تگ و دو کرنا اور مایوسیوں محرومیوں کی زد میں رہنا ایک معمول سا بن گیا ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ موضوع گفتگو کیا ہو۔ میرا شمار غیر معمولی کیا عام ذہین لوگوں میں بھی نہیں ہوتا۔ اس کا تھوڑا سا تجربہ مجھے یوں ہے کہ ہزار جتن کے باوجود غالب سے بے پناہ محبت ہوتے ہوئے بیس پچیس اشعار سے زیادہ میرا ذہن محفوظ نہیں کر سکا، اس سرمائے پر کس منہ سے اپنے تئیں عشق باز کہوں۔ تاہم اس پر فخر کر سکتا ہوں کہ یک گونہ تعلق خاطر ذرے کو آفتاب سے بہر حال ہے اور یہ رہے گا۔ مشاہیر عصر میں آپ سے راہ و رسم الفت بھی ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔ آپ کی بزرگانہ شفقت پر میرا دل مسرور رہتا ہے۔ جی چاہتا ہے آپ کو بار بار زحمت سفر دوں، دعا کیجئے چیل کے گھونسلے میں اتنا ماس ہو جائے۔ موسم سرما کی آمد آمد ہے، آپ کی آمد آمد نو بہار سے کم نہ ہوگی، نومبر خوشگوار مہینوں میں شمار ہوتا ہے۔ میں آپ سے سرخرو بھی تو ہونا چاہتا ہوں، کپاس کی فصل اچھی ہو گئی تو یقیناً میں حق میزبانی ادا کرنے میں دلیر ہو جاؤں گا۔ نور شاہ کے مجموعہ کلام کے حصول کی جدوجہد میں کئے جاتا ہوں، اور اب میں نے کہنا چاہئے، گوہر مقصود کو قریب قریب پا لیا ہے۔ آپ آئیے گا تو تحفہ درویش نذر گزار لوں گا، اپنی خیریت اور

مصروفیات ادبی وملکی سے اطلاع دیجیئے۔استاد فاضل سے ملاقات کم کم ہوتی ہے۔نصر اللہ آتے جاتے رہتے ہیں۔آج بھی ہیں اور نور شاہ کے مجاور بھی۔

خاکسار

انیس

(۸)

۳؍ستمبر ۱۹۸۰ء

میرے مکرم ڈاکٹر صاحب زادمجدکم

ایک عریضہ پچھلے ہفتے حوالہ ڈاک کیا تھا، پہنچا ہوگا۔پرسوں میں نور شاہ کے مزار پر پھر پہنچا۔بیس پچیس اگر نہیں تو دس پندرہ ملنگ استقبال کے لیے لپکے، بھنگ کا دور جاری تھا۔ایک آدھ منٹ ان کے جھرمٹ میں بیٹھ کر مزار پر حاضری دی فاتحہ پڑھ کر پلٹا تو مجھے اس چبوترے پر بٹھایا گیا جہاں آپ بھی رونق افروز ہو چکے ہیں۔یہ کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا۔متولی مالی صاحب اکتارہ لے کر آ گئے، یہ اکتارہ نور شاہ اور ان کے مالی صاحب کے والد محب فقیر بجاتے رہے ہیں۔مالی ڈیڑھ گھنٹے مسلسل نور شاہ کا کلام سناتے رہے، خوش گلو تو نہ تھے مگر ایک انداز تھا پسندیدہ۔سوز وگداز کی گو کمی سی تھی لیکن اخلاص، محبت اور عقیدت کی فروانی نے ایک خاص بات پیدا کر دی ہے۔دو ملنگ ''گھڑی'' پر اور تیسرا ''ٹلیاں'' بجاتا رہا۔مالی صاحب کے داہنے حقہ اور بائیں بھنگ کا ایک بڑا کونڈا دھرا تھا۔وقفے وقفے سے گلاس بھر کر حلق میں انڈیل لیتے اکتارہ بدستور بجتا رہا۔یہ مجلس جب تمام ہوئی تو سامعین نہ صرف یہ کہ اونگھ رہے تھے بھرپور غنودگی طاری تھی البتہ میں تھا کہ مسلسل مالی صاحب پر نگاہیں جمائے رہا، یہ نشست اچھی خاصی تھی۔اس مشقت نے کہنا چاہیے چور چور کر دیا۔میرا جی مخطوطہ نور شاہ میں لگا ہوا تھا۔دیکھیں کیا ہو۔گانا تمام ہوا، مالی صاحب میرے پہلو میں آ براجے۔فرمایا کہو کیسی رہی، میں نے کہا آپ نور شاہ کے حافظ ہیں۔اگر یہ جملہ میری

زبان سے نہ نکلا ہوگا تو دل کی بات بہر حال یہی تھی۔دوسری بات یہ کہی گئی کہ دیکھو میں تم کو کتاب دیتا تو ہوں اب تم جانو تمہارا کام۔میں نے کہا چلیئے ذرا آپ کے دولت کدے کے آس پاس بیٹھتے ہیں۔وہ گئے اور غلافوں پر مشتمل ایک پلندہ اٹھا لائے۔کھولا تو اس سم سم سے ایک کرم خوردہ اور دوسرا کسی حد تک صحت مند مخطوطہ برآمد ہوا۔وہ جو ہم نے آپ نے دو مجلد نسخے دیکھے تھے وہ کہیں نہ پائے، چلو یونہی سہی، یہ دریافت بجائے خود مسرت آگیں ہے۔ہنوز وہ گومگو میں ہیں، میں نے بات کی تہہ کو پالیا، معاً میں نے کہا ٹھیک ہے یہ نسخے میں جب دوبارہ یہاں لاؤں گا دوسرے لے جاؤں گا، ہنسے اور حامی بھر لی،کل فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھی کرالی گئیں۔اب دل یہ چاہا ہے کہ ڈاک کی راہ سے سرخرو ہو جاؤں، پھر یہ خیال آتا ہے ابھی تو یہ مجموعہ ادھورا ہے اتنے میں اسے مکمل کروں موسم خوشگوار ہو جائے گا۔آپ سے یہ گزارش کی جائے گی: آیئے اور نور شاہ کو لے جایئے۔

خاکسار

انیس

(۹)

۲۴؍ستمبر ۱۹۸۰ء

محترم

ہاں مجھے بتایا گیا آپ آئے اور بالا ہی بالا چلے بھی گئے۔میری کوشش بہر حال یہی ہے مکمل مواد پیش کرنے کا لطف اور سعادت حاصل کروں۔میں آج کل ابا مرحوم پیر مبارک شاہ کی منتشر یاداشتوں کو مرتب کر رہا ہوں۔جاڑوں کی آمد آمد ہے۔جی چاہتا ہے یہ مجموعہ دسمبر جنوری میں زیور طبع سے آراستہ ہو جائے۔خدا چاہے ایسا ہو۔

خاکسار

انیس

(۱۰)

۳۰/ اکتوبر ۱۹۸۱ء

محب گرامی ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ زاد مجدہ

''سندھی بولی ءادب جی مختصر تاریخ''[1] اس عطیہ ءادبی کے لئے ہمہ سپاس ہوں آپ کا لطف آپ کا کرم۔ سکھر زیادہ دور تو نہیں، یہ تو ایسا ہے جیسے کسی کا پہلو میں آ کر نکل جانا۔ اپنی محرومیوں کا کہاں تک ماتم کیا جائے۔ نون تیل لکڑی کا غم پل پل کر جوان ہوتا رہتا ہے۔ نئی افتاد تقسیم جائداد ہے۔ یہ نعمت عجیب رنگ دکھا رہی ہے۔ آدمی کیسا کیسا پست ہو سکتا ہے، یہ مشاہدہ اب ہو رہا ہے۔ اس عذاب سے نکل جاؤں تو ممکن ہے زندگی کرنے کا کوئی ڈھب آ جائے۔ دعا کرتے رہیں۔

نظیر صدیقی اردو کے معروف نقاد اور اقبال اوپن یونیورسٹی میں لیکچرر ہیں۔ جب وہ مشرقی پاکستان میں تھے تب میں نے ان کے لیے جدوجہد کی تھی۔ وہ اپنی والی کوشش میں کامیاب ہو کر کراچی آ پہنچے اور اب اسلام آباد میں ہیں۔ میں نے جب سنا کہ آنجناب اسلامیہ یونیورسٹی کے شیخ منتخب ہوئے ہیں تو اس کا ذکر نظیر سے بھی آیا۔ وہ کہتے ہیں، شعبہء اردو سال چھ مہینوں میں یقیناً وہاں معرض وجود میں آ جائے گا۔ تم بلوچ صاحب سے کہو مجھے ایسوسی ایٹ پروفیسر (گریڈ 19) کی حیثیت سے وہاں بلالیں۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار

انیس

....

(۱) ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی سندھی زبان وادب کی مختصر تاریخ پر سندھی زبان میں محققانہ کتاب۔

(۱۱)

۲۶/ نومبر ۱۹۸۰ء

محترم

ادیبوں کے اجتماع وغیرہ کی خبریں سنتا رہا۔ اس قسم کے ہنگاموں میں تماشائی کی حیثیت سے مجھے بھی بلا لیا کیجئے۔ اسلام آباد میں اقبال یونیورسٹی کے پروفیسر نظیر صدیقی رہتے ہیں، میرے یار ہیں آپ ان کو بلا کر ان کے مسائل معلوم کریں وہ از خود اپنی مشکلیں شاید بیان نہ کریں۔ انہیں بلائیے گھر پہ۔ ان کو آپ کی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ نظیر کے سلسلے میں میں ابتدائے مراسم میں حیدر آباد حاضر ہوا تھا آپ کو یاد ہوگا۔ آج پھر حاضر ہوں

اس آہ میں بھی دیکھوں ہے یا اثر نہیں ہے

خاکسار

انیس

(۱۲)

۵/ نومبر ۱۹۸۱ء

میرے محترم ڈاکٹر بلوچ زاد مجدہ

نظیر صدیقی اور آپ کی زبان پر میرا نام آیا یہ مجھ سے بہتر ہی رہا۔ نظیر آپ کی دلجوئی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ بھلا سا آدمی ہے۔ آپ کی شفقت مروت اور محبت کا مستحق ہے۔ اس کے حال پر نظر کرم رہے۔

''محفلے دیدم'' کو خدا جانے آپ نے کیسا پایا۔

خاکسار

انیس

(۱۳)

۱۶/جون ۱۹۸۲ء

میرے محترم

مکروہات روزگار نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا، تاہم اللہ روٹی کپڑا دیے جاتا ہے اور اس پر شکر واجب ہے۔ پچھلے دنوں اسلام آباد کی سیر دیکھنے کا موقع نکل آیا تھا۔ آپ کی جستجو میں جگہ جگہ فون کئے۔ آپ کراچی تشریف لے جا چکے تھے۔ سعادت دید سے محرومی کا ملال باقی ہے۔

میرے قلندر منش یار جناب خطیب رحمانی آپ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ آپ کے التفاتِ خصوصی کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت ذی علم ہیں عربی، فارسی اردو سندھی چاروں زبانوں کے مزاج شناس اور رمز آشنا ہیں۔ کھرے اور بے جھجک سے آدمی ہیں، اس لیے جہاں تھے وہیں ہیں۔ آپ سرپرستی کریں، آگے بڑھائیں، تاکہ ان کے ہونے کا احساس انہیں خود بھی ہو اور دوسروں کو بھی۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار

انیس

(۱۴)

۱۶/جون ۱۹۸۲ء

محترم مہربان ڈاکٹر بلوچ مدظلہ

بیس ہی دنوں میں آگرہ اجمیر اور دلی کا پھیرا ڈال کر میں پلٹ آیا۔ ہیروٹھاکر کے ہاں میں نے کھانا کھایا اور دن بھر ان کے گھر پہ رہا۔ قاضی قادن کے کچھ اور مجموعے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ سندھ یونیورسٹی کو غالباً کچھ نقول فراہم کردی گئی ہیں۔ ڈاکٹر جیٹلے اور راجہ رام شاستری سے البتہ ملاقات نہ ہوسکی، ڈاکٹر جیٹلے کے لئے مہران کے دونوں

شمارے میں نے ہیروٹھاکر کے حوالے کردیئے تھے۔ افسوس اعظم گڑھ نہ جاسکا۔

خاکسار

انیس

(۱۵)

۲۶/اگست ۱۹۸۳ء

محترم المقام جناب مکرم ڈاکٹر نبی بخش خاں صاحب بلوچ زادمجدہ

مرحوم عبدالمجید سالک نے کہیں لکھا ہے، سفارش تعلقات کی زکوٰۃ ہے۔ ہمارے ہاں اس کا چلن عام ہے، یہ عیب نہیں ہے اور میں نے کسی دوست کو غلط راستوں پر نہیں گھسیٹا، آپ سے ہمارے مراسم کی عمر بیس برسوں سے زیادہ کا احاطہ کرتی ہے۔ اس دوران میں بارہا اگر کوئی ذکر چھڑا ہے تو فرد واحد پروفیسر نظیر صدیقی کا۔ ڈاکٹر غلام علی الانہ آج کل اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ وہیں نظیر صدیقی شعبہء اردو میں ہیں۔ الانہ صاحب سے کہیے نظیر صدیقی کی سرپرستی کریں، وہ بہترین نقاد اور نفیس آدمی ہیں۔ تنہا ہیں اس لیے کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ آپ بھرپور طریقے سے الانہ صاحب کو متوجہ کیجئے۔ آپ کے لئے اپنے الانہ سے کہنا ایک عام سی بات ہوگی مگر میں جانتا ہوں اس سے نظیر صدیقی کی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔ امید ہے آپ احسان فرمائیں گے۔

خاکسار

انیس

(۱۶)

۱۹/جون ۱۹۸۴ء

مخدومی

اب کے آپ کی تشریف ہمارے لیے تو باعث افتخار رہی، البتہ کوئی محفل آراستہ

نہ ہوسکی۔ میں دل ہی دل میں مجوب سارہا اور اب تک ہوں۔ مانگے تانگے کی موٹروں سے پیغامبر ادھر ادھر نہیں دوڑائے جاسکتے۔ تاحال بے کار ہوں، دست غیب کی کرامت یہ مشکل بھی آسان ہوگی اور جاڑوں میں آپ کے شایانِ شان کچہری برپا کی جائے گی، انشاءاللہ۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار

انیس

(۱۷)

۴ر فروری ۱۹۹۷ء

میرے محترم

عید کارڈ کے لئے شکر گزار ہوں آپ کا لطف آپ کا کرم۔ میں اپنی جہالت کے باوجود ادھر ادھر کی چیزیں پڑھتا رہتا ہوں اور کچھ کچھ لکھتا بھی ہوں۔ میرزا غالب سے بھی یونہی سی مناسبت ہے۔ مجھے کچھ لکھنا ہے اور لکھنے کے لیے پڑھنا تو پڑتا ہی ہے پڑھتے پڑھتے یہاں تک پہنچا ہوں کہ مندرجہ ذیل کتابیں دیکھے پڑھے بات آگے نہیں بڑھنے کی:

محرّقِ قاطع	از	مولوی سیّد سعادت علی
ساطع برہان	از	مرزا رحیم بیگ میرٹھی
موئد برہان	از	مولوی آغا احمد علی اصفہانی
قاطع القاطع	از	امین الدین امین پٹیالوی
دافع ہذیان	از	مولوی نجف علی

حیدر آباد کے کسی نہ کسی کتب خانے میں یہ کتابیں کیا عجب محفوظ ہوں اور آپ کے توسط سے عاریتاً حاصل ہو جائیں۔ پڑھ کر بحفاظت لوٹادی جائیں گی۔ عکسی نقول کا معاوضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں اور مطالعے کے لئے بیتاب ہوں۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار

انیس

(۱۸)

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۰ء

مخدومی ومکرمی محب گرامی ڈاکٹر بلوچ

سب سے پہلے تو مجھے یہ کہنے دیجئے میں نے چونکہ پڑھ لکھ کر ابا مرحوم کی شدید خواہش اور جدوجہد کے باوجود کچھ نہ دیا اس لیے آپ کی عالمانہ بصیرت سے استفادے کا بس اشتیاق ہی رہا۔ میرا جی چاہتا ہے زیادہ نہ سہی سال چھ مہینے ہی آپ کے در پر پڑا رہوں تو یہ گویا حاصل زندگی ہوگا۔ میں لفاظی نہیں کرتا آپ کی جوتیاں سیدھی کرنا اور کسی کے لیے ہو نہ ہو میرے لئے تو سعادت ہے۔ آپ صاحب علم ہی نہیں ایک بہت اچھے انسان بھی ہیں۔ آپ کے بڑے پن کا ثبوت ہم جیسے چھوٹوں پر شفقت فرمانا ہے۔ آپ عطیہء کتب میں جس سخاوت سے کام لیتے ہیں وہ آپ کا حصہ ہے اور میں حاضرین اور آنے جانے والوں کو بتا بتا کر اپنی ہوا باندھا کرتا ہوں۔ خدا کرے ان جاڑوں میں آپ کے اعزاز میں کچہری برپا کرسکوں، میرے لیے فراوانیِ رزق کی دعا کرنا ہوگی آپ کو۔ میں گزشتہ دس بارہ برسوں سے سسک سسک کر جی رہا ہوں۔ قرض کے عذاب سے چھٹکارا ہو جائے تو بات بنے گی۔

آپ کی عطا کردہ کتابیں بحفاظت تمام وصول ہوئیں۔ اب کی آپ نے دستخط ثبت نہیں فرمائے تاہم آپ کے قلم سے لکھے گئے پتوں کو میں نے کتابوں پر چپکا دیا ہے۔

عراقی سے متعلق لینڈز آف پاکستان سے استفادے کی کوشش کروں گا۔ یہ مجموعہ دیکھتا ہوں میرے ذخیرہ نوادر میں نہیں ہے، تو سیّد شبیر حسن سے طلب کروں گا۔

''قاضی قادن جو رسالو''[1] اور ''ڈاکٹر بلوچ ہک مطالعو''[2] تو میں نے طلب کی

تھیں، آپ نے علامہ آئی آئی قاضی کے مقالات کا اضافہ از خود فرمایا۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے اوپر والی دو کتابوں کے علاوہ مزید ایک کتاب اور ایک مقالہ بھیج رہا ہوں، مزید ایک کتاب تو علامہ قاضی کا مجموعہ ہوا، مقالہ کیا ہوا؟ وہ تو پارسل میں شامل نہیں کیا گیا۔

خاکسار

انیس

....

(۱) ''قاضی قادن جو رسالو'' یہ سندھی زبان کے کلاسیکی (اساسی) شعراء کے سلسلے کے سب سے پہلے شاعر قاضی قادن کے کلام کا مجموعہ ہے جسے ڈاکٹر بلوچ صاحب نے مرتب کیا اور اسے انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی سندھ یونیورسٹی جام شورو نے ۱۹۹۹ء میں شایع کیا۔

(۲) ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کی ڈاکٹر بلوچ کی سوانح اور خدمات پر سندھی زبان میں مختصر کتاب

(۱۹)

۱۲؍اگست ۲۰۰۰ء

مخدومی ومکرمی جناب ڈاکٹر بلوچ مدظلہ العالی

ہماری تحصیل صادق آباد کے ایک قصبے بھٹہ واہن کی شہرت اور تو جو کچھ بھی رہی ہو لیکن اب تو عبارت ہے ممتاز حیدر ڈھر کے نام نامی سے۔ ممتاز حیدر سرائیکی شاعر اور ادیب تھے، لکھتے اور چھپتے رہتے تھے۔ ''سوجھلا'' کے عنوان سے ایک ماہ نامہ بھی جاری کر رکھا تھا ۔کل میں 1991ء کا ایک شمارہ دیکھ رہا تھا، وہاں وہ مجھے بھٹائی کا ترجمہ کرتے ہوئے ملے ۔گو وہ میرے دوست تھے اور ان کا ہمارے ہاں آنا جانا لگا ہی رہتا تھا، میں تو بے خبر نکلا۔ اگر یہ بات میرے علم میں ان کے جیتے جی آجاتی تو میں پورے کے پورے بھٹائی کو سرائیکی میں منتقل کرا لیتا۔ ترجمہ دیکھ کر گمان کچھ ایسا ہو رہا ہے وہ اس کے اہل تھے۔ ہزار حیف کہ وہ ہم سے چھوٹی سی عمر میں ہم سے چھین لے گئی موت۔ میں نے اس مرحوم کی

یاد میں کچھ لکھا اور مڑ دنگ میں شامل کر کے چھپوا دیا تھا وہ خاکوں کا مجموعہ میں نے آپ کی نذر بھی گزرانا تو تھا۔ زیادہ حد ادب۔

لال لطیف

دور جنھاں ڈے دردا
ڈکھ دا سبق پڑھن
فکر دی تختی ہتھ وچ
چپ داور دکرن
ورقے سو پرتن
جس وچ ڈیکھن یار کوں
ہڑناں سادہ اچ ڈھیر
دل ہے ماندی یار بن
پاتی گیا ہے پیت دی
زور اور زنجیر
جی جتہ جاگیر
ہن ملکیت ہوت دی

گجی گانے لوہ دے
بیڑیاں تے زنجیر
بیڑیاں وچ پیریں دے
کوٹھیں وچ اسیر
چودھاروں جاسوس پھرن
رہن اُشاک وزیر
خوش کیسنھی وچ قید دے
اکھیں لہ ریت سریر
مارو جام ملہیر
میڈی سدھ لہیں ہا

خاکسار

انیس

(۲۰)

۳۰ر اگست ۲۰۰۰ء

ڈیئر ڈاکٹر بلوچ مدظلہ العالی

میں مسلسل کشاکش روزگار کی کہنا چاہیے زد میں ہوں۔ موجود فوجیوں نے اور کس بل نکال دیے۔ اچھا خاصا سوا نو سو روپے فی من کپاس کا نرخ چل نکلا تھا کہ ایک دم سے پانچ سو روپے تک گرادیا گیا لہذا دو لاکھ روپے کا مقروض ہونا پڑا۔ مسلم کمرشل بنک کا قرض ادا نہ ہو سکا اور اب موجودہ فصل کے لئے کھاد ادویات وغیرہ کا بوجھ لد رہا ہے۔ ان قباحتوں نے مجھے آپ سے دور کر رکھا ہے۔ یہ نہ ہو تو میں ہر سال جشن کچہری آپ کی سرکردگی میں منایا کروں۔

۱/ صاحب تفسیر عراقیؔ کے حالات فراہم کئے جائیں

۲/ قاضی قادن جو رسالو　　بھجوایئے

۳/ ڈاکٹر بلوچ ہک مطالعو　　جوتیجو　　بھی

خاکسار

انیس

(۲۱)

۳ر دسمبر ۲۰۰۰ء

مخدومی ومکرمی جناب ڈاکٹر بلوچ

سنتا ہوں آپ نے اپنی ایک تصنیف ''رھان ھیرن کھان'' ماسٹر فاضل کے توسط سے بھجوا رکھی ہے۔ اس پر مہینوں گزر گئے، ترسیل کتب کا بہترین ذریعہ میری سمجھ میں

تو رجسٹرڈ پارسل ہی آتا ہے۔ آپ کو خدا جانے وہ کیوں ناپسند ہے۔ شیخ صاحبان ڈہر کی چھوڑ چکے سکھر سے محض کتاب کے لیے تو یہاں آنے سے رہے۔

خاکسار

انیس

(۲۲)

۲۷ر اکتوبر ۲۰۰۰ء

مخدومی ومکرمی

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ مدظلہ العالی

علامہ اجمل مزاری ہمتوں کے لوگ ہیں۔ جی تو میرا بھی مچلتا رہتا ہے لیکن سفر کی ہمت نہیں پڑتی۔ علامہ سے کرید کرید کر میں نے آپ کا حال پوچھا اور بار بار پوچھا، خدا آپ کو جیتا رکھے اور خوش رکھے۔

آپ کا عطا کردہ ''لیکچر'' (تالپور دورِ حکمرانی) بزبان انگریزی میں اپنے کتب خانے میں محفوظ کر رہا ہوں۔ آپ کے قلم سے آپ کی تصنیف کا مسودہ بھی تو ہمارے ذخیرۂ نوادر میں محفوظ ہونا چاہیے۔ یہ مخطوطہ یادگار رہ جائے گا۔

خاکسار

انیس

(۲۳)

۱۶ر فروری ۲۰۰۳ء

مخدومی ومکرمی

مولانا غلام رسول مہر سے راشدی برادران پیر حسام الدین مرحوم، پیر علی محمد مرحوم کے مراسم سے آپ بے خبر نہ رہے ہوں گے۔ پیر علی محمد راشدی سے زیادہ گاڑھی چھنتی

اور خوب خط وکتابت رہتی تھی ۔ میں بھی مہر صاحب مرحوم سے طالب علمانہ مراسلہ رکھتا تھا۔ اٹھارہ برسوں میں میرے نام آنے والے دوسو چونتیس مکتوب ''خطوط'' چھپ بھی گئے۔ اب میں نے اور ابن مہر امجد سلیم علوی نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ مہر صاحب کے نام راشدی برادران کے خطوط چھپوا/ڈالے جائیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ مہر صاحب کے خطوط بنام راشدی برادران حسین شاہ راشدی صاحب کے ہاں محفوظ ہیں ۔ میں نے ان کو لکھا تو مگر وہاں سے کبھی کوئی رسید نہیں آتی ۔ آپ ہماری سرپرستی کریں۔ حسین شاہ صاحب سے کہیے اپنے چچا اور والد کے نام مولانا غلام رسول مہر کے خطوں کی نقول ہمیں فراہم کردیں تو یہ مرقع یادگار رہے گا۔ اصل خط اگر ہمارے تصرف میں آجائیں تو وہ بھی بحفاظت تمام لوٹا دیے جائیں گے۔

میں کراچی میں بیٹھ کر ان خطوط پر کام کرنے کے لئے تیار ہوں ۔آپ خصوصی دلچسپی لے کر ہمیں زیر بار احسان کریں۔ زیادہ حد ادب

خاکسار

انیس

(۲۴)

۲۰ رمئی ۲۰۰۶ء

مخدومی ومکرمی قبلہ بلوچ صاحب

ایک کتاب ہے معارضۃ النثر   مولفہ   سیّد مقبول عالم مقبول پھانوی یہ نولکشور لکھنو کی چھپی ہوئی ہے۔ اگر یہ مجھے عاریتاً ایک آدھ ہفتے کے لئے فراہم ہوجائے تو احسان خاص ہوگا۔ آپ کے حلقہ اثر میں یہ کتاب یقیناً محفوظ ہوگی ۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار

انیس

(۲۵)

۲۳ راکتوبر ۲۰۰۷ء

مخدومی ومکرمی

تکملۃ التکملہ

''تکملۃ التکملہ'' وصول ہوئی۔ یہ محض آپ کی بزرگانہ شفقت ہے اپنی تصانیف سے نوازتے رہتے ہیں۔ آپ کا لطف آپ کا کرم۔

میری ریڑھ کی ہڈی کے مہرے ادھر ادھر ہو چکے ہیں کمر کے درد سے کسی قدر کمی واقع ہو چکی ہے۔ آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار

انیس

(۲۶)

۳ رفروری ۲۰۱۰ء

مخدومی ومکرمی

پچھلے دنوں میں نے لکھا تھا کہ '' دیوان نورشاہ باقل پوری'' مرتب ہو چکا ہے اگر سندھی ادبی بورڈ چھپوا ڈالے تو کیا کہنا۔ میری اس عرضداشت کی رسید نہیں ملی خدا جانے کیوں۔

خاکسار

انیس

(۲۷)

۵ر فروری ۲۰۱۱ء

سئیں میڈا ڈاکدر بلوچ سئیں

خیریت نامہ اور ''گلشن اردو''[۱] شرف صدور لائے آپ کا لطف آپ کا کرم۔ آپ سے پہلے تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں، ۷۳ سال جینے کی سزا بھگت رہا ہوں قلم پر گرفت باقی نہیں رہی۔ ریڑھ کی ہڈی کے مہرے ادھر ادھر ہوئے، پتّا نکلوایا گیا، دل کی دو نالیوں میں لوہے کی نالیاں نجانے کیا ڈالی گئیں نظام ہضم تباہ ہوا۔ تاہم آنکھیں، کان اور حواس باقی ہیں، تھوڑا بہت چل پھر لیتا ہوں۔ الحمد للہ نور شاہ باقل پوری کو گنگنا تا رہتا ہوں دو شعر نقل کر رہا ہوں:

پڑھ پہلی تختی آ با ہے

رخ رانجھن دا کعبا ہے

☆☆

اساں کالے کافر کٹے ہوں

رگ نال الف سے رتے ہوں

باقی یہ ہے کہ اللہ سئیں ہم دونوں کی عاقبت بخیر کرے۔ زیادہ حد ادب۔

خاکسار

انیس

ڈاکٹر بلوچ صاحب 6 اپریل 2011 کو وفات پا گئے

---

(۱) ''گلشنِ اردو''۔ اس کتاب کا مکمل نام ہے ''گلشنِ اردو۔ اردو مقالات نبی بخش بلوچ'' مرتبہ محمد راشد شیخ۔ اس کتاب کو پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو نے ۲۰۰۹ء میں شایع کیا۔

ڈاکٹر اسلم فرخی[۱]

۲۴ر دسمبر ۱۹۸۰ء

مخدومی مکرمی۔ السلام علیکم

آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ کراچی یونیورسٹی میں قومی سطح پر ہجرہ کانفرنس چھ، سات اور آٹھ فروری سنہ ۸۱ کو منعقد ہو رہی ہے۔ یہ کانفرنس افتتاحی، اختتامی اور تین مقالاتی اجلاسوں پر مشتمل ہوگی۔ کانفرنس کے لئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ''اسلام اور دورِ جدید'' کا موضوع مختص کیا ہے۔ مقالاتی اجلاسوں کے لیے جو موضوع مقرر کئے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ پندرھویں صدی ہجری میں جمالیاتی احساس اور اخلاقی ردو قبول

۲۔ پندرھویں صدی ہجری میں اسلامی نظامِ معیشت

۳۔ پندرھویں صدی ہجری میں اسلام اور قریبی سیاسی افق

ہماری درخواست ہے کہ آپ از راہ نوازش اس کانفرنس کے پہلے مقالاتی اجلاس کی صدارت قبول فرمائیں۔ یہ اجلاس ۷ فروری ۸۱ کو صبح دس بجے سے یونیورسٹی کی سماعت گاہ فنون شروع اور ایک بجے سے قبل اختتام پذیر ہوگا۔ ہماری کوشش ہے کہ اجلاس میں ملک کے نامور علما چار پانچ مقالے پڑھیں اور ان پر مختصر گفتگو بھی ہو۔

ہمیں یقین ہے کہ آپ اپنی مصروفیات کے باوجود ہماری درخواست کو شرف قبول عطا فرمائیں گے اور پہلے مقالاتی اجلاس کو اپنی صدارت سے رونق بخشیں گے۔ کراچی یونیورسٹی نہایت مسرت کے ساتھ جناب والا کے قیام کی ذمہ دار ہوگی۔

نیاز مند

اسلم فرخی

ناظم کانفرنس

(۱) ڈاکٹر اسلم فرخی استاد، محقق، شاعر، خاکہ نگار اور سابق رجسٹرار کراچی یونیورسٹی ہیں۔ پیدائش: ۲ر مئی ۱۹۲۶ء۔ حال مقیم کراچی

راجہ رام شاستری (۱)

دہلی

30-1-1982

جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب۔ آداب عرض

خیریت بخیریت کے بعد واضح ہو کہ آپ کو انڈیا سے گئے تین سال ہونے کو آئے لیکن آپ نے کبھی نوازش نامہ صادر کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ہمیں آپ سے یہ برملا شکایت ہے۔

آپ نے ایک وعدہ کیا تھا کہ قاضی قادن کے بارے میں آپ کے مقالے شائع ہونے کے بعد آپ ان کی کاپی مجھے بھیجیں گے لیکن شاید وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا؟ کیوں ہے نا؟ امید ہے آپ اپنے مضامین کی کاپیاں بھیجنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ آپ کے یہ مضامین ''مہران'' میں شائع ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے ایک خط میں خواہش ظاہر کی تھی کہ بابا فرید کا کلام آپ اردو سکرپٹ میں پاکستان سے شائع کرنا پسند کریں گے۔ سو میں آپ کی چیز آپ ہی کو دینے کے لیے تیار ہوں لیکن اس کی کتابت طباعت بہترین ہونی چاہیے جو پاکستان میں ہونا لازم ہی ہے۔

میں مئی جون میں یوروپ اور امریکہ کے لئے روانہ ہونے کا پروگرام بنا رہا ہوں، اگر طبیعت ٹھیک رہی۔ آج کل طبیعت معمولی علیل رہتی ہے جو تب تک امید رکھنی چاہیے ٹھیک ہو جائے گی۔ امریکن کلچر پر تھوڑا نظر ثانی کرنے کا خیال ہے اور ایک پروجیکٹ لے کر جا رہا ہوں۔ یہ دورہ خالص پرائیویٹ ہے جس میں سرکار کا کوئی ہاتھ نہیں۔ 1945-46ء میں لگ بھگ پاکستان کا سارا علاقہ گھوما تھا۔ تب راولپنڈی بھی آیا تھا کراچی میں میرے سسرال والے رہتے تھے۔ اب بھی موقع لگے تو ایک بار پھر

پاکستان گھومنے کی تمنا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہم تو قلندر ہیں، شام کے کھانے کی فکر نہیں کرتے، لیکن وہ کارساز ہے، سب چلتا ہے۔ کوئی موقعہ لگے تو انتظام کیجئے۔ ایک بار پھر مل بیٹھیں گے۔

میرے پاس قاضی قادن کے اب 242 بیت ہاتھ کے لکھے ہیں۔ شاید آپ جب بھارت آئے تب آپ کو دکھائے بھی تھے۔ اس سے پہلے ہیروٹھاکر دھوکے سے مجھ سے لے کر 116 بیت چھاپ گیا اور تھوڑی سی بدنیتی کی وجہ سے انگریزی، ہندی اردو اور سندھی میں ایک جلد میں چھاپنے کی ہریانہ لوک پنچ کی سکیم کو تحس نحس کر کے رکھ دیا۔ چھ سکالرز کے کام کو ہضم کرنے کی اس نے کوشش کی جس میں ایک بار وہ کامیاب بھی ہوتا معلوم پڑا لیکن اسے وہ ابھی ہضم کر نہیں پایا ہے۔ اور شاید یہ ہضم کر بھی نہیں پائے گا۔ خیر

اس کے علاوہ دادو دیال جیسے سنتوں کے سندھی پد بھی ہاتھ کے لکھے میرے پاس موجود ہیں جو ہیروٹھاکر کے دھوکے کی وجہ سے ابھی دبے پڑے ہیں۔ جرمن عالم ڈاکٹر اے شمیل بھارت آئیں تب ملی تھیں اور وہ ہیروٹھاکر کی دھوکہ دھڑی سے واقف تھیں۔ انہیں علم کے میدان میں اس طرح کی کارگزاری کے لئے افسوس تھا۔ شاید آپ ڈاکٹر شمیل سے واقف ہوں گے۔ ان کا مسلم کلچر پر کافی کام ہے اور سندھی کی عالمہ ہیں۔

نیز میرے ہاں ہوئی آپ کی پریس کانفرنس اخبارات میں شایع ہوگئی تھی۔

امید ہے آپ بمعہ اہل وعیال خوش وخرم ہوں گے۔ بھابھی جی کو آداب پیش کریں، بچوں کو دعا۔

آپ کا

راجہ رام شاستری

....

(۱) راجہ رام شاستری، ماہر تعلیم، سابق رکن پارلیمنٹ، اور ہندوستان کی ایک یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر تھے۔ پیدائش: ۱۹۰۴ء، وفات: ۲۱ راگست ۱۹۹۱ء بمقام دہلی۔

ڈاکٹر احمد بشیر

۲۶ رجون ۱۹۸۸ء

بخدمت گرامی جناب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

محترمی ومکرمی۔ السلام علیکم۔ مزاج اقدس

بشیر، ڈاکٹر احمد شعبہ جنرل ہسٹری سندھ یونیورسٹی یہ عریضہ لکھ رہا ہوں:

بلوچ بھائی

ساری عمر کتابیں خریدنے اور پڑھنے کے سوا کوئی اور شوق نہ رہا۔ لندن سے لایا، آکسفورڈ سے منگا تا رہا اور دلی لکھنو اور جگہوں سے۔ رجسٹروں میں درج کی ہیں تو یہ کل چھ ہزار سے زائد ہوئیں۔ تین ہزار چار سو ایک انگریزی کی کتابیں اور تین ہزار سے اوپر اردو کی (ان میں ایک سوستر فارسی کی ہیں) انگریزی کتابیں تاریخ اور ادب پر ہیں اور اردو کتابیں شعر وادب اور تاریخ پر۔ فارسی کتابیں تاریخ ہند کے ماخذ اور دیوان وکلیات ہیں۔ تاریخ میرا ذوق اور ذریعہ معاش بھی تھی اور شعر وادب تفریح۔ میری نظر اب بہت کمزور ہوگئی ہے۔ بچوں کو اردو، فارسی سے شغف نہیں اس لیے میں نے انہیں سائنس کی طرف ڈال دیا تھا۔

ان حالات میں میں اس ذخیرۂ کتب کو بیچ دینا چاہتا ہوں۔ انگریزی کتابیں اکثر نئی ہیں اور اردو کتابیں بھی نئی ہیں اور نفاست سے مجلد۔ آپ بھی میری طرح کتابوں کے دل دادہ رہے ہیں اور اس کے ساتھ یونیورسٹیوں اور علمی انسٹی ٹیوٹوں کے لیے کتابیں خریدنے کے کام میں ماہر۔ اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ آپ وفاقی اور صوبائی تعلیمی وزارتوں، یونیورسٹیوں اور علمی ارادوں سے پتہ لگاتے ہوئے کہیں نہ کہیں اس علمی ذخیرہ

کتب کی فروخت میں مدد فرمائیں۔ یہ ادھر ادھر سے خریدی ہوئی کتابیں نہیں ہیں بلکہ نہایت سوچ سمجھ کر علمی وادبی کتابیں میں نے جمع کیں، بیچنے کے لیے نہ خریدی تھیں بلکہ ذاتی اور خاندانی کتب خانہ بنانے کے لیے۔ افسوس کہ حالات پلٹ گئے، مذاق پلٹ گئے

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ بیگم کو یاد و سلام و دعا۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب میں کراچی میں ایم اے ہسٹری کا وائی والینے آیا تھا۔

امید ہے ڈاکٹر لغاری خیریت سے ہوں گے۔ مراد علی صاحب بھی بخیر و عافیت ہوں گے۔ علیجاہ حیدر آباد ہی ہیں۔ والسلام۔

نیاز مند

احمد بشیر

....

(۱) ڈاکٹر احمد بشیر سابق صدر شعبہ تاریخ سندھ یونیورسٹی۔ یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد غالباً قصور منتقل ہو گئے تھے۔

پروفیسر آفاق صدیقی[(۱)]

۲۵ر جولائی ۲۰۰۵ء

محترم و مکرم این اے بلوچ صاحب

السلام علیکم

آپ کا نہایت حوصلہ افزا اور انبساط آفریں نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ جو میں نے محترم اختر حامد خاں اور فاؤنڈیشن کے تمام کرم فرماؤں کو دکھایا۔

ہر ہفتے ہماری چوپال میں اردو اور سندھی کے اہل قلم اور بالخصوص شاہ سائیں کے پیام و کلام سے دلچسپی رکھنے والے حضرات تشریف لاتے ہیں۔ آپ کا ذکر خیر بار بار رہتا ہے اور ان کارناموں کی یادیں تازہ کی جاتی ہیں جو بڑے پر خلوص طور پر آپ نے انجام دیے۔

آپ کا نوازش نامہ فاؤنڈیشن کی تازہ کتاب ''اختر شناس'' میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے، اشاعت پر روانہ کروں گا۔

کارساز حقیقی آپ کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

نیاز مند

آفاق صدیقی

....

(۱) پروفیسر آفاق صدیقی اردو اور سندھی کے شاعر، استاد محقق اور مصنف تھے۔ وہ کل چالیس کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے اٹھارہ سندھی زبان میں ہیں۔ انھوں نے ''شاہ جو رسالو'' کا سندھی سے اردو ترجمہ بھی کیا تھا۔ پیدائش: ۱۹۲۸ء، وفات: ۱۶ر جون ۲۰۱۲ء کراچی۔

ڈاکٹر وقار احمد رضوی[1]

(۱)

۲۴ ر اگست ۲۰۰۹ء

مکرم و معظم جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب (پروفیسر ایمریطس سندھ یونیوسٹی)

السلام علیکم

میں آپ سے آپ کی رہائش گاہ حیدر آباد میں ملا تھا اور آپ سے مل کر نہایت سرور اور طمانیت ہوئی اور یہ کہ آپ نے ملنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بہت بہت شکریہ۔

حسبِ وعدہ میں اپنی دو کتابیں

(۱) مشاہیر کے خطوط اور

(۲) مولانا احمد حسن محدث امروہوی ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ دوسری کتاب میں تلامذہ مولانا احمد حسن محدث کے ضمن میں علامہ عبدالعزیز میمن صاحب[2] کا تفصیلی تذکرہ ہے وہ ملاحظہ فرمایئے گا۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند اور تندرست رکھے (آمین)۔ آپ کا وجود علمی ادبی تحقیقی دنیا کے لیے بہت مغتنم ہے۔

نیاز مند

(پروفیسر ڈاکٹر) وقار احمد رضوی

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میری علمی تنقیدی خدمات کے اعتراف میں کراچی یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی ہے اور گولڈ میڈل بھی دیا ہے۔

---

(۱) ڈاکٹر وقار احمد رضوی پروفیسر ایمریطس کراچی یونیورسٹی۔ حال مقیم کراچی

(۲) راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق علامہ میمن، مولانا احمد حسن محدث کے شاگرد نہیں تھے۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم الحروف کی تالیف ''علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات'' صفحہ نمبر 67 تا 69

(۲)

۳۰ ر ستمبر ۲۰۰۹ء

عالی قدر عالی منزلت جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب قبلہ مدظلہ

پروفیسر ایمریطس سندھ یونیورسٹی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ آپ کو میری تصانیف پسند آئیں۔ بہت بہت شکریہ۔ پروفیسر کرنیکو میرے قلم کی لغزش ہے۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس جملے کو نکال دوں گا۔ چونکہ انہوں نے علامہ میمن صاحب کے ساتھ کام کیا تھا اس لئے میں نے قیاساً لکھ دیا۔ اچھا ہوا آپ نے نشاندہی کردی، مجھے اپنی اس خطا پر ندامت اور شرمندگی ہے۔ قبلہ میمن صاحب نے مارغولیث کی کتابیں المعرّی کا جواب لکھا تھا[1]۔ اس کا اضافہ کردوں گا۔ معلومات دہی کے لئے شکر گزار ہوں۔

تاریخ ادب عربی کے پانچ ابواب کمپوز ہو گئے ابھی دو ابواب باقی ہیں جو دو سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ دعا فرمایئے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند

(پروفیسر ڈاکٹر) وقار احمد رضوی

....

(۱) علامہ عبدالعزیز میمن کی اس کتاب کا نام ہے ابو العلاء وما الیہ۔ اس کتاب میں علامہ میمن نے عربی زبان کے معروف نابینا شاعر ابو العلاء المعرّی کے حالات بڑی تحقیق سے لکھے۔ اس موضوع پر اس کتاب سے قبل معروف مصری مصنف طہٰ حسین کی کتاب ذکری ابی العلاء چھپ چکی تھی۔ علامہ میمن نے اپنی اس کتاب میں صرف مار گولیتھ ہی نہیں بلکہ طہٰ حسین کے اغلاط کی نشان دہی بھی کی تھی۔ علامہ میمن کی اس کتاب کا پہلا ایڈیشن المطبعۃ السلفیہ قاہرہ سے طبع ہوا اور اسے دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ۱۹۲۶ء میں شائع کیا تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں "علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات" از محمد راشد شیخ، صفحہ نمبر 211 تا 213

(۳)

۱۵/ اپریل ۲۰۱۰ء

مکرمی و معظمی عالی جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکرمت نامہ ملا تھا۔ اس کے جواب میں میں نے اپنی فروگزاشت کا اعتراف کیا تھا جو قبلہ میمن صاحب اعلی اللہ مقامہ کے بارے میں تھا۔ میں انشاء اللہ اس کا ازالہ کروں گا اور آئندہ اشاعت میں پروفیسر کرنیکو کا جملہ نکال دوں گا۔ نیز مار غولیث کی کتاب المعرّی کے جواب کا اضافہ کردوں گا۔ مجھے آپ جیسے اہل علم کی سرپرستی اور ہدایت

کی ضرورت ہے۔ ڈی لٹ کی ڈگری اور گولڈ میڈل پر جناب کی طرف سے مبارکباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اپنی حسب ذیل کتابیں ارسال خدمت ہیں:

۱۔ محاضرات القرآن ۲۔ اخلاقیات (اردو و انگریزی)، ۳۔ تاریخِ نقد

میری کتاب تاریخ ادب عربی کا کام تقریباً مکمل ہوگیا ہے۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل میں ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اس کارِ عظیم کو بہ حسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچا دے (آمین)۔

آپ کی صحت وتندرستی کے لئے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ کا وجود بہت مغتنم ہے۔

نیاز مند

(پروفیسر ڈاکٹر) وقار احمد رضوی

ڈاکٹر صفیہ بانو

(۱)

۱۶؍نومبر ۱۹۸۴ء

محترم جناب ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب۔دام ظلکم

تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ:

مجھے سندھ کی تہذیب وثقافت سے بے حد دلچسپی ہے۔میری دلی خواہش ہے کہ میں سندھ کی تہذیب وثقافت کی اپنے قلم سے کچھ خدمت کروں۔اگرچہ میں کیا اور میری حیثیت کیا لیکن یقین کیجئے جب بھی اردو کے اخبارات اور رسائل میں سندھ سے متعلق مضامین پڑھتی ہوں تو تڑپ اٹھتی ہوں کہ کاش مجھے بھی کسی طرح کچھ لکھ کر اپنے جذبات کے اظہار کا موقع مل سکتا۔

مجھے قوی امید ہے کہ سندھیالوجی کے شعبے سے یا جہاں سے آپ چاہیں اگر مجھے کوئی خدمت بلا معاوضہ تفویض کی جائے تو میں اسے اپنے لئے ایک اعزاز سمجھوں گی۔یہ میری خوش قسمتی ہوگی اور اس طرح مجھ طالب علم کے علم میں بھی گراں قدر اضافہ ہوگا۔

امید ہے آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

نوٹ: میرے تحریر کردہ اور شائع شدہ مقالوں کی فہرست منسلک ہے

خاکسار

صفیہ بانو

کتب

۱۔بلدِ امین اور ابن سعود، صفحات نوسو (مولانا محمدؒ بن عبدالوہاب کی اصلاحی تحریک اور

آل سعود، ترقی پذیر سعودی عرب)۔اس کتاب کا مسودہ شاہ سعود دوم مرحوم کو بھیج دیا گیا۔

۲۔انجمن پنجاب تاریخ وخدمات

۳۔اخلاقیات برائے نصاب جماعت ہفتم۔شعبۂ تعلیم وفاقی حکومت اسلام آباد

بین الاقوامی مقالے

۱۔امام غزالیؒ اور انسائیکلوپیڈیا

۲۔تہذیب وثقافت کی ترقی میں اسلام کا حصہ

۳۔فکری انقلاب اور اقبال

تہذیبی ثقافتی اور علمی مقالے

۱۔برصغیر پاک وہند پر مولانا جلال الدین رومی کی تعلیمات کے اثرات

۲۔اردو شاعری پر علامہ اقبال کی شاعری کے اثرات

۳۔مولوی عبدالحق

۴۔پیر حسام الدین راشدی

۵۔پیر حسام الدین راشدی کے خطوط

۶۔اختر حسین

۷۔غیر مطبوعہ کلام کی روشنی میں

۸۔تشکیلِ پاکستان میں سندھ کا حصہ

۹۔اسلامی ممالک میں خواتین کے حقوق

۱۰۔اسلام کی ترویج واشاعت میں مسلم خواتین کا کردار

۱۱۔تعلیمِ نسواں

مختلف کتابوں پر تبصرے

یہ تمام مقالے رسائل اور اخبارات میں شائع ہوئے۔ ڈی لٹ کی تیاری کے سلسلے میں دو کتابیں مرتب کر چکی ہوں۔ مقتدرہ کے صدر جناب ڈاکٹر وحید قریشی نے انہیں شائع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

صفیہ بانو

(۲)

۳۱ر دسمبر ۱۹۸۴ء

محترم جناب ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب۔ آداب وتسلیمات

میرے خط کے جواب میں آپ کا ۲۱ر نومبر ۸۴ء کا لکھا ہوا عنایت نامہ موصول ہوا۔ آپ کی ہمت افزائی کے۔لیے میں خلوصِ دل سے ممنون ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں پورے طور پر سندھی زبان سے واقف نہیں لیکن تھوڑی بہت واقفیت اور امداد کے ذریعہ انشاءاللہ تعالیٰ میں سندھ کے متعلق کچھ نہ کچھ قابل توجہ کام کرلوں گی۔

میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ تالپور امیروں کے دور کی تاریخ مرتب کروں جس میں خاص طور پر ان کی ادبی خدمات کا تفصیل سے ذکر کروں۔ اس سلسلے میں اگر آپ محترمہ مہتاب راشدی صاحبہ کو میرے متعلق لکھ دیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ مزید یہ کہ یہ مقالہ یا کتاب کتنے صفحات پر مشتمل ہو۔ اگر یہ بھی ہدایت فرمادیں تو مجھے کام کرنے میں بڑی آسانی ہوگی اور مدت کا تعین بھی کردیں تو عنایت ہوگی۔

مجھے امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

فقط خیر اندیش

صفیہ بانو

(۳)

۳ر اپریل ۱۹۸۵ء

محترم پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب۔ آداب وتسلیمات

آپ کے عنایت نامہ جو ۱۳ دسمبر ۸۴ء کا لکھا ہوا تھا ملا تھا میں نے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ لیکن یقیناً مصروفیات کی وجہ سے آپ نے جواب نہیں دیا۔

ادھر کچھ میری ناسازیِ طبع دوسرے سرکاری غیر سرکاری کاموں اور کالج کی مصروفیات نے مہلت نہ دی کہ تفصیل سے آپ کو اپنی تحقیق کے متعلق آگاہ کروں۔ میں نے تالپور عہد کے متعلق ایک خاکہ بنایا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کررہی ہوں، اس امید کے ساتھ کہ آپ مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرمالیں گے۔ آپ جیسے بین الاقوامی مورخ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا میری سرفرازی کا باعث ہوگی۔

دیگر یہ کہ وفاقی حکومت کا پی ایچ ڈی کی سند رکھنے والوں کو باہر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ میں نے بھی اپنے ضروری کاغذات ارسال کردیے ہیں۔ اگر ممکن ہوا اور وہ مجھے لندن کسی ادارے کی خدمت کے لئے بھیج دیں تو ایسٹ انڈیا لائبریری میرے لئے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ وہاں تحقیقی کام کرنا دشوار نہ ہوگا۔ میرا مشاہدہ ہے کیونکہ میں یورپ میں تقریباً تین سال گزار چکی ہوں۔

ورنہ پھر اب گرمیوں کی چھٹیاں آرہی ہیں۔ اگر سندھیالوجی ڈپارٹمنٹ میں میرے قیام کا بندوبست ہوجائے تو ان چھٹیوں میں انشاءاللہ تعالیٰ کافی کام کرلوں گی۔ اس سلسلے میں میں نے ایک سندھی ادیب سے جن کا تعلق تعلیم وتدریس سے ہے گفتگو کرلی ہے۔

اب آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں اور اپنی

ہدایتوں سے مجھے اس قابل کردیں کہ میں "تالپور امراء کا عہد اور ان کی علمی و ادبی خدمات" پر تحقیق کرسکوں۔

مجھے امید ہے کہ آپ، بہن خدیجہ اور بچے بخیر و عافیت ہوں گے۔

فقط خاکسار

صفیہ بانو

عنوان (۱) امرائے تالپور کا عہد اور علمی سرگرمیاں

(۱) ابتدائیہ

(۱) سندھ کا جغرافیائی اور تاریخی جائزہ۔ 20 صفحے

(۲) تیرہ سو برس پہلے قدیم سندھی زبان اور علوم۔ مختلف قوموں کے اثرات

۳۔ اسلامی دور

(۱) خلفائے راشدین اور محمد بن قاسم کا دور حکومت (ب) عربوں سے مراسم اور اس کے اثرات (ج) عربوں پر سندھ اور سندھ پر عربوں کی تہذیب، علوم و فنون کے اثرات۔

(د) محمود غزنوی، غوری، قطب الدین ایبک، غیاث الدین بلبن، خلجی شہنشاہ اور غیاث الدین تغلق کے ادوار میں سندھ کے علماء، فضلاء، شعراء اور مدارس

۳۔ سومرہ حکومت

۴۔ سمہ حکومت

۵۔ ناصر الدین ابوالفتح فیروز شاہ عرف جام فیروز

۶۔ بابر کا سندھ پر حملہ

۷۔ شاہ ارغون کے دور میں سندھ کے علماء اور شاعر

۸۔ بکھر (۱) ہمایوں، اکبر، جہاں گیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کا عہد اور سندھ

۹۔ کلھوڑا دور حکومت۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کا حملہ

۱۰۔ برصغیر پاک و ہند کے پس منظر میں غیر ملکی کمپنیوں کی سندھ میں ریشہ دوانیاں اور حکمت عملی

۱۱۔ میاں محمد سرفراز خاں

۱۲۔ کلھوڑوں کے عہد میں علمی ترقی

تالپور امراء

۱۳۔ حیدرآباد، خیرپور اور میرپور (۲) میر غلام علی خاں (۳) میر کرم علی خاں (۴) میر مراد علی خاں (۵) میر نور محمد خاں

۱۴۔ انگریزوں کی ریشہ دوانیاں۔ جنگ

۱۵۔ تالپور عہد پر مکمل تبصرہ

۱۶۔ میرانِ سندھ کا زوال

محترم! یہ خاکہ ہے۔ اگر آپ عنوانات کی ترتیب میں رد و بدل اور صفحات متعین کردیں تو احسان مند ہوں گی۔

صفیہ بانو

(۴)

۲۶/اپریل ۱۹۸۵ء

عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

استاد محترم! آداب و تسلیمات

گزارش ہے کہ ایک عریضہ آپ کی خدمت میں روانہ کرچکی ہوں امید ہے کہ ملا ہوگا۔ "امرائے تالپور کا عہد اور علمی سرگرمیاں" کی تیاری کے سلسلے میں تاریخ سندھ ہر دو حصے از مولانا غلام رسول مہر، تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی ہر دو حصے۔ لبِّ تاریخ سندھ از خداداد خاں، تاریخِ معصومی اور جی الانہ مرحوم و مغفور کی کتاب "پاکستان کی تحریک

میں سندھ کا حصہ'' خرید چکی ہوں۔

اب تک میں سندھ میں انگریزوں کی آمد ۱۸۵۷ء تک لکھ چکی ہوں اور اب سندھ پر مغل سلطنت کے اثرات زیر قلم ہے۔

سنا ہے میر پور بٹھورو میں بہت اچھی لائبریری موجود ہے اگرچہ مرتب نہیں۔ ایک دودن میں وہاں جانے کا ارادہ ہے۔ پھر گرمیوں کی چھٹیوں میں حیدر آباد، خیر پور، میر پور اور سندھیالوجی ڈپارٹمنٹ کی لائبریریوں میں کام کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ میرے تعارف کے لئے ایک عمومی خط مجھے بھیج دیں یا ان مقامات پر خط بھیج دیں تو میرے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سندھ پر کام کرنے کا عزمِ صمیم کر چکی ہوں۔ یہ حوصلہ آپ ہی نے عطا کیا ہے۔ آپ کا مشورہ میرے لیے حکم کا مرتبہ رکھتا ہے۔

اب مجھ پر جو بھی گزرے میں تالپور عہد پر کام کروں گی۔ کراچی کے دانشوروں نے میری بڑی حوصلہ شکنی کی ہے لیکن ان کی حوصلہ شکنی نے میرے حوصلوں کو استحکام بخشا ہے۔ اب میں آپ کے قیمتی مشوروں اور ہدایتوں کی محتاج ہوں۔ اگر میری خوش قسمتی سے ان دنوں آپ کا کراچی آنا ہو تو برائے کرم مجھے مطلع فرمایئے تاکہ جو کام میں نے کیا ہے آپ کو دکھا سکوں تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

میں صبح کو کالج جاتی ہوں (جو آج کل بند ہیں) اور رات کو گیارہ بجے تک لکھتی پڑھتی رہتی ہوں۔

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ اب اجازت دیجئے۔

خاکسار

صفیہ بانو

(۵)

۲۵ / جولائی ۱۹۸۵ء

استاد محترم جناب ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب۔ دام اقبالکم

آپ کے گراں قدر مشورے کے مطابق میں نے ''امیرانِ تالپور کا عہد اور علمی و ادبی سرگرمیاں'' کے عنوان سے مقالہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے آپ کو دو خط بھیجے تھے اور گھر پر فون بھی کیا تھا۔ آپ کی ناسازی طبع کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ خدا کرے اب آپ بالکل اپنی بہترین صحت کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول ہوں۔ آمین

اس مقالے کے لکھنے کے سلسلے میں میں امیر البحر جناب ایم آئی ارشد کی وساطت سے جناب میر علی احمد تالپور صاحب سے ملی تھی۔ انہوں نے بڑے خلوص کے ساتھ اپنی ذاتی لائبریری سے استفادے کا موقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اسی طرح میں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب الانہ صاحب کو بھی اس کتاب کے متعلق لکھا تھا جس میں آپ کے مشورے کا حوالہ دیا تھا۔ وہاں سے ڈاکٹر محمد صدیق خاں شبلی سکرٹری خصوصی مطبوعات کمیٹی کا خط ملا جس میں انہوں نے کتاب کی طباعت کے انتظام کا وعدہ کیا ہے۔

اب میں بڑی بے چینی سے آپ کی ہدایات کی منتظر ہوں تاکہ اس کی روشنی میں کام کو آگے بڑھا سکوں۔

خدا کرے آپ بخیر و عافیت سے ہوں۔

خاکسار

صفیہ بانو

سیّد ابراہیم خلیل نقوی

۲۳/اگست ۱۹۹۷ء

محترم جناب ڈاکٹر صاحب! سلام مسنون

میں سچل سرمست کے فارسی کلام پر کام کر رہا ہوں اور اس موسم گرما کی تعطیلات میں ان کی تمام مثنویوں پر ماسوا نکتہء تصوف تعارفی مضامین لکھے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تحقیقی مسائل میں آپ کے مہتم بالشان تحقیقی تجربہ اور عظیم علمی تجربہ اور فراست سے راہنمائی حاصل کروں۔

میری خواہش ہے کہ اب 'دیوانِ آشکار' ایڈٹ کروں۔ اس سلسلہ میں مجھے دیوان آشکار مطبوعہ نسخہ وقف حیدرآباد اور نسخہ نولکشور پریس لکھنو مرتبہ مولوی نورالحق اور نسخہ مطبوعہ سچل اکیڈمی لاہور مرتبہ مخدوم امیر احمد کے فوٹو اسٹیٹ فراہم ہوگئے ہیں۔ نیز مخطوطہ کوٹڑی کبیر مملوکہ پیر غوث محمد گوہر کا فوٹو اسٹیٹ فراہم ہوگیا ہے۔ لیکن مطبوعہ نسخہ مرتبہ آغا صوفی کا ہنوز سراغ نہیں لگا۔ ڈاکٹر نواز علی شوق صدر شعبہء سندھی جامعہ کراچی اور ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو صدر شعبہء سندھی سندھ یونیورسٹی میری پوری مدد کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر تنویر عباسی صاحب نے خیرپور سے مذکورہ بالا قلمی نسخہ کا فوٹو اسٹیٹ فراہم کیا۔ قاضی علی اکبر درازی کے خلف الصدق قاضی علی گوہر صاحب نے سچل سائیں کی مثنویات مرتبہ قاضی درازی عنایت کیں۔ اب مجھے آغا صوفی کے مطبوعہ نسخہ کے علاوہ دیوان آشکار اور سچل کی فارسی مثنویوں کے قلمی نسخوں کی تلاش ہے۔

اس سلسلہ میں مجھے آپ کے تبحّر علمی اور وسیع علمی معلومات اور تجربہ سے پوری

امید ہے کہ آپ میری راہنمائی فرمائیں گے اور از راہ علم نوازی اپنی مصروفیات میں چند لمحات نکال کر میری معروضات پر توجہ فرمائیں گے۔

مخلص

ابراہیم خلیل

محمد صغیر خان افغانی

۲۷/اپریل ۱۹۸۵ء

محترم گرامی قدر جناب ڈاکٹر این۔اے بلوچ صاحب

السلام علیکم

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ہمارے ایک کرم فرمانے ایک قومی فریضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں آپ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ امید ہے آپ تعاون فرمائیں گے۔ پیر صاحب پگارہ شریف کے والدِ محترم جناب صبغت اللہ شاہ صاحب کی زندگی پر ایک کتاب لکھنے کا پروگرام جاری ہے مگر اس سلسلہ میں پگارہ خاندان کا مواد یہاں لاہور میں کسی بھی لائبریری میں نہیں مل رہا ہے جس کی وجہ سے دشواری ہے۔ آپ اگر اس سلسلہ میں کوئی راہ بتا سکیں کچھ کتابوں کا حوالہ دے سکیں تو ہم مشکور ہوں گے۔

پیر صاحب پگارہ اور دیگر حضرات سے جب اس سلسلہ میں رابطہ قائم کیا گیا تو ان سب حضرات نے آپ سے رابطہ کا مشورہ دیا۔

امید ہے آپ سے کوئی لائن مل سکے گی۔

تعاون کا پیشگی شکریہ۔ والسلام

نیاز مند

افغانی

محمد ارشد [1]

۱۸/مارچ ۲۰۰۹ء

مخدوم ومکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند علم دوست احباب کی تحریک پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو ان کے عظیم الشان علمی و تحقیقی کارناموں کے اعتراف و تجلیل کے طور پر خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک ارمغان علمی (یاد نامہء محمد حمید اللہ/ ارمغان محمد حمید اللہ) کی ترتیب واشاعت کا منصوبہ بنایا گیا ہے [2]۔ اس ارمغان علمی میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مرغوب اور پسندیدہ علمی و تحقیقی موضوعات ترجمہ تفسیر قرآن، تاریخ تدوین قرآن وحدیث، سیرت رسول ﷺ، اسلامی قانون بین الممالک، فقہ واصول فقہ، اسلامی دستوری قانون، اسلامی قانون کی تدوین، تاریخ التراث العربی اور استشراق وغیرہ سے متعلق جیّد اہلِ علم کے تحقیقی مقالات شامل ہوں گے۔ اس علمی منصوبہ کی نگرانی وسرپرستی کے لیے ایک مجلس ''مجلس یادگار محمد حمید اللہ'' ممتاز محقق ادیب اور دانش ور ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی کی صدارت میں تشکیل دی گئی ہے۔ آپ سے بصد احترام التماس ہے کہ محمد حمید اللہ کے مرغوب اور پسندیدہ موضوعات علمیہ میں سے کسی ایک موضوع پر ایک مقالہ یا پھر آپ نے کوئی مخطوط ایڈٹ کیا ہو تو عنایت فرمائیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ سے آپ کی جو ملاقاتیں رہیں ان سے متعلق اپنے تاثرات نیز اپنے نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے مکتوبات [3] مرتب فرما کر ارسال فرمائیں تو مزید کرم ہوگا۔

کلیہء علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب کے ششماہی مجلہ جہات الاسلام کے دو افتتاحی شمارے آں محترم کی خدمت میں پیش کرنے کی مسرت حاصل کر رہا ہوں۔ موصول ہونے

پر اپنے ملاحظات وتاثرات اور تجاویز سے مطلع فرمائیں۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ والسلام

نیاز مند

محمد ارشد

کنوینر/سیکریٹری

مجلس یادگارِ محمد حمید اللہ

....

(۱) محمد ارشد آج کل اردو دائرۂ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بطور مدیر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۲) اب تک ''یادنامہ محمد حمید اللہ/ ارمغان محمد حمید اللہ'' کی اشاعت کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

(۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے تمام خطوط بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ پیش نظر کتاب میں شامل ہیں۔

شہباز ملک

۱۰ر فروری ۱۹۸۱ء

محترم ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب

سلام مسنون۔ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے قیام کے لئے برصغیر کے ہر قریہ میں رہنے والے مسلمانوں نے مسلم تشخص کے حوالے سے حصہ لیا۔ ان مسلمانوں میں ہر شعبہء زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل تھے۔ ادیبوں اور شاعروں نے تحریک پاکستان کی عملی جدوجہد میں اپنے قلم کو بھی شامل رکھا چنانچہ ان کے قلم سے تحریک کے حوالے سے وجود میں آنے والے الفاظ ہماری قومی تاریخ کا ایک انمول سرمایہ قرار پاتے ہیں۔ انہیں یکجا کرنا اور آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کردینا ہمارا قومی فریضہ ہے۔

پنجابی زبان و ادب کے حوالے سے میں نے یہ کام ۱۹۷۷ء میں شروع کیا تھا۔ تین برس کی دوڑ دھوپ کے بعد حاصل شدہ معلومات اور مواد کو میں نے ''تحریک پاکستان اور پنجابی ادب'' کے نام سے کتابی شکل دے دی ہے۔ یہ کتاب اردو میں لکھی گئی ہے جس کی ضخامت ۸/ ۱۸x۲۲ کا دوصد صفحات کے قریب ہوجائے گی۔

کتاب مذکور کے کل چھ ابواب ہیں۔ پہلے چار ابواب ۱۹۴۰ء سے قبل کی مسلم تحریکوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان کے حوالے سے لکھے گئے پنجابی ادب کو پیش کرتے ہیں جب کہ دو ابواب میں براہ راست تحریک پاکستان کی کہانی بیان کرکے اس حوالے سے لکھے گئے پنجابی ادب اور ادیبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں دستیاب شدہ کل مواد معہ تصاویر شامل ہیں۔ اس کتاب کو ضوابط کے مطابق ڈائریکٹوریٹ آف پبلک ریلیشنز پنجاب لاہور سے باقاعدہ سنسر بھی کروا لیا گیا ہے۔

آپ کا ادارہ چونکہ قومی تاریخ کے انہی پہلوؤں کو محفوظ کرتا ہے اس لئے میں یہ کتاب برائے اشاعت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو شایانِ شان طریقے سے شائع کیجئے۔ دسمبر ۸۰ء میں اسلام آباد میں ہونے والی دوروزہ اہل قلم کانفرنس میں میں نے اپنے اس کام کا تذکرہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق، وزیر تعلیم جناب محمد علی ہوتی اور آپ سے کیا تھا۔ میرے اس کام کو آپ سمیت سب نے سراہا تھا۔ آپ نے اسے محفوظ کرنے کا وعدہ بھی فرمایا تھا چنانچہ ملتمس ہوں کہ آپ اسے شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔

کتاب کا مسودہ آپ کے طلب کرنے پر آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔ امید ہے تعاون فرمائیں گے۔

دعا گو

شہباز ملک

عزیز الکلام

۲۱ر اگست ۱۹۸۲ء

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

وائس چانسلر۔ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

محترمی۔ عرض یہ ہے کہ میں ''اردو کے ناخواندہ شعراء''[1] پر کام کر رہا ہوں اس سے میری مراد (اولاً) ایسے شعراء ہیں جو اردو کے حروف تہجی سے بھی واقف نہ تھے، انہوں نے شعر وسخن میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا۔ یہ محض شوق، موزونیِ طبع اور اس وقت کے ماحول کے پیش نظر شعر کہتے تھے اور ان کا اچھا کہنے والوں میں شمار ہوتا تھا۔

(دوم) ایسے شعراء جو معمولی پڑھے لکھے تھے مگر انہوں نے باقاعدہ تعلیم کی تکمیل نہیں کی۔ بس شوق، موزونیت اور مشق کی وجہ سے شعر کہتے تھے اور اعلیٰ درجے کے شاعروں میں گنے جاتے تھے۔

حال میں مجھے آپ کی مرتب کردہ کتاب ''سندھ میں اردو شاعری''[2] دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے مطالعے سے خطۂ سندھ میں اردو بالخصوص اردو شاعری کی ترقی کا حال معلوم ہوا۔ آپ نے اس تحقیقی کام سے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور اردو کی بہت بڑے خدمت انجام دی ہے جس کے لئے آپ دلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

آپ نے چونکہ خطۂ سندھ میں اردو شاعری پر تحقیقی کام سرانجام دیا ہے اس لئے میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ براہ کرم سندھ کے ایسے شعراء کی بھی نشاندہی فرمائیں جو میرے عنوان کے تحت آتے ہوں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ آپ نے جن ستر سندھی

شعراء کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے ان کی تعلیم یا اردو لیاقت کیا تھی؟ انہوں نے اردو کلام میں کن اساتذہ فن سے فیض حاصل کیا ہے یا اصلاح لی؟

میں انشاء اللہ ۲۸/اگست کو پنڈی پہنچوں گا۔ دو روز قیام رہے گا میں مشکور رہوں گا اگر آپ ۲۹/اگست تا ۳۰/اگست کو شرف نیاز حاصل کرنے کے لیے کچھ وقت مرحمت فرمائیں۔

جوابی لفافہ منسلک ہے۔ براہ کرم وقت مقرر فرما کر مجھے آگاہی بخشیں۔ بہت بہت شکریہ

نیاز کیش

عزیز الکلام

....

(۱) یہ کتاب ''اردو کے اتی شعراء'' کے عنوان کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) ''سندھ میں اردو شاعری'' ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی اپنے موضوع پر منفرد و محققانہ کتاب ہے۔ اس میں ڈاکٹر بلوچ صاحب نے عہد شاہجہاں (۱۶۴۸ء) سے ۱۹۳۵ء تک کے زمانے کے سندھ سے تعلق رکھنے والے کل 71 شعراء کے حالاتِ زندگی اور کلام کا انتخاب پیش کیا۔ بعد میں ان میں سے دو شعراء یعنی میر محمد صابر اور حاجی فضل محمد ماتم کے مکمل دواوین بھی مرتب کر کے شایع کرائے۔ مجلس ترقی ادب لاہور نے ''سندھ میں اردو شاعری'' کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں شایع کیا۔

سیّد اشفاق حسین شاہ

۲۲/۸/۸۳ء

محترم المقام جناب ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم!

آپ بفضل اللہ تعالیٰ بخیریت ہوں گے۔ کافی عرصہ بعد عریضہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ تقریباً ایک سال پہلے بندہ نے پی ایچ ڈی کے مقالہ عنوان ''برصغیر کی جدوجہد آزادی میں پیر صبغت اللہ شاہ ثانی کی خدمات'' کے لئے آپ کی مدد چاہی تھی لہذا آپ کی طرف سے حوصلہ افزائی ہونے کی وجہ سے میں نے لاہور کی تمام لائبریروں سے استفادہ کر لیا ہے لیکن ابھی مزید کتب کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی جو حیدر آباد اور کراچی میں موجود ہوں۔ اس سلسلے میں بندہ آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔ چونکہ ہمارے کالجز 7 ستمبر سے کھل رہے ہیں اس لئے اگر آپ اجازت فرمائیں تو ستمبر کے پہلے ہفتے میں بندہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

براہ کرم آپ فوری جواب سے نوازیں اور اپنا مکمل پتہ اور فون نمبر بھی ارسال فرمادیں تاکہ آپ کی خدمت میں پہنچنے میں مجھے آسانی ہو جائے۔

آپ کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعا گو ہوں۔

والسلام

سیّد اشفاق حسین شاہ

محمد نعیم طاہر

سنجر پور

۲۲/۱۲/۸۱ء

مخدومی و مکرمی جناب ڈاکٹر نبی بخش خان صاحب

السلام علیکم۔ امید قوی ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اس سے قبل میں نے ایک خط سندھ یونیورسٹی کے پتہ پر آپ کو ارسال کیا تھا کیونکہ مجھے آپ کے ایڈریس کا علم نہ تھا بکری جناب پروفیسر غلام علی الانہ صاحب نے آپ کا اسلام آباد کا ایڈریس تحریر فرما دیا۔ آج آپ کے اس پتہ پر عریضہ ارسال خدمت کرتا ہوں۔

۱۔ پہلے میں اپنا مختصر تعارف کراتا ہوں۔ بندہ ایف اے کا طالب علم ہے لیکن تحصیل علم کے ساتھ ساتھ مجھے تاریخ تصوف کے مطالعہ کا از حد شوق ہے۔ اس وجہ سے میرے پاس تصوف کی کتب کا ذخیرہ موجود ہے جن میں کئی نایاب کتابیں بھی ہیں۔

۲۔ بندہ سلسلہء عالیہ سہروردیہ کی تاریخ مرتب کر رہا ہے جس کی پہلی جلد مکمل ہو گئی ہے اس میں بانی سلسلہء عالیہ سہروردیہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین محمد سہروردیؒ اور آپ کے خلفاء و عظام کا مفصل ذکر احوال و مقامات تحریر کئے ہیں۔ اس کا مقدمہ جناب کیپٹن واحد بخش سیال صاحب (ڈائریکٹر پاکستان صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور) نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ جلد انشاء اللہ جلد از جلد لاہور سے طبع ہو گی۔ طبع ہونے پر ارسال خدمت کروں گا۔

۳۔ اب تاریخ مشائخ سہروردیہ کی دوسری جلد مرتب کر رہا ہوں۔ اس کے لیے آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے تاکہ اس کی تکمیل کر سکوں۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ:

۱۔ سندھ کے سہروردی مشائخ کے حالات کی ضرورت ہے تاکہ انہیں شامل کتاب کر سکوں۔ میں نے تحفۃ الکرام اور حدیقۃ الاولیاء (فارسی) سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۔ آپ کی نظر سے ایسی کتب گزری ہوں جن میں سندھ کے سہروردی صوفیا کا ذکر ہو۔ براہ کرم ان کے نام اور ناشر ادارے کا پتہ تحریر فرما دیں تاکہ وہاں سے یہ کتابیں خرید سکیں

۳۔ آپ نے تصوف پر اور صوفیائے سندھ پر کون کون سی کتابیں تصنیف کی ہیں یا کسی تصوف کی کتاب کا سندھی یا اردو ترجمہ کیا ہو۔ براہ کرم ان کی تفصیل نام کتاب اور جس ادارہ نے شائع کی ہو اس کا ایڈریس لکھ دیں تاکہ آپ کی کتابوں سے استفادہ کر سکوں۔

۴۔ آپ کے اسلامک یونیورسٹی میں بھی کتب کا کوئی شعبہ قائم ہے یا نہیں؟

۵۔ معلوم ہوا ہے کہ جناب مخدوم امیر احمد مرحوم نے حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری کی کتاب 'قطب الارشاد' کا سندھی ترجمہ شائع کیا تھا۔ میں اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم اس کتاب کے متعلق معلومات فراہم کریں تاکہ کتاب حاصل کر سکوں۔

۶۔ براہ کرم صوفیائے سندھ کی کتب تصوف کے متعلق ضرور معلومات فراہم کریں جو فراہم بھی ہو سکتی ہوں تاکہ ان سے استفادہ کر کے اپنی کتاب کی تکمیل کر سکوں۔ آپ کی عین نوازش ہو گی۔

امید قوی ہے کہ خط کا جواب جلد ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے، بندہ پر کرم نوازی فرمائیں گے۔ اور آپ کے جواب سے بندہ کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ والسلام

آپ کا نیاز مند

محمد نعیم طاہر

فوزان احمد

نئی دہلی

۳۰ر جون ۲۰۰۳ء

محترمی ومکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ناچیز یہ مکتوب آپ کی خدمت میں ایک علمی ضرورت کے لیے ارسال کر رہا ہے
۔آپ کی علم دوستی اور اخلاق کریمانہ سے قوی امید ہے کہ میری گزارش پر توجہ مبذول
فرمائیں گے اور اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا سا وقت خاکسار کے لئے بھی نذر کریں گے
۔

میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے شعبہ عربی سے علامہ عبدالعزیز میمنی پر ریسرچ
کر رہا ہوں اور ساتھ ہی شعبہ میں بحیثیت لیکچرر تدریس کی خدمت بھی انجام دے
رہا ہوں۔علامہ کی زندگی اور علمی وادبی خدمات کا تعارف میری ریسرچ کا موضوع ہے
۔اس سلسلہ میں ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں جو معلومات و مآخذ موجود ہیں ان
سے استفادہ کی کوشش کر رہا ہوں مگر اس کے علاوہ بعض امور ایسے ہیں جن سے متعلق
استفسار کے لیے آنجناب کی طرف رجوع کر رہا ہوں امید کہ توجہ فرمائیں گے۔
مثلاً علامہ میمنی کے شاگردوں میں ڈاکٹر سیّد محمد یوسف اور نبی بخش بلوچ صاحبان
کے بارے میں حالات مجھے مل نہ سکے ہیں۔اس سلسلہ میں اگر کوئی تعاون فرما سکیں تو بے

حد ممنون ہوں گا۔
مجھے آپ کا پتہ اور میمنی صاحب سے آپ کی دلچسپی کا حال استاد محترم ڈاکٹر
مختار الدین احمد آرزو صاحب سے معلوم ہوا ہے۔موصوف نے یقین دلایا ہے کہ آنجناب
سے اس سلسلہ میں خاطر خواہ تعاون ملے گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فوزان احمد

....

(۱) ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور علامہ عبدالعزیز میمن کے نامور شاگرد۔ان کا ایک خط بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ پیش نظر کتاب میں شامل ہے۔

زرینہ حق

16-4-1983

عزت مآب ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اس سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں ایک عدد خط ارسال کیا تھا کہ میں ایم۔اے عربی کی سٹوڈنٹ ہوں اور مولانا عبدالعزیز میمن صاحب پر تحقیقاتی مقالہ لکھ رہی ہوں۔ میرے گائیڈ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے اس سلسلے میں مجھے آپ سے رابطہ قائم کرنے کو فرمایا تھا۔ ہمیں آپ کے قیمتی وقت کا بے حد احساس ہے لیکن آپ کی بیش قیمتی معلومات کے لئے ہم آپ کے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت اپنے لیے لینے کے خواہش مند ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔

چونکہ میں اپنا Thesis چھٹیوں سے پہلے مکمل کرنا چاہتی ہوں اسی لئے آپ کو تکلیف دے رہی ہوں کہ آپ جتنی جلد ممکن ہو سکے اپنی معلومات سے مستفید کریں۔

والسلام

المخلصہ

زرینہ حق

محمد راشد شیخ

(۱)

۳۱ر دسمبر ۱۹۹۳ء

محترمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ چند روز قبل آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ حسب وعدہ آپ کا مضمون محاضرات میمنی (اول) مجلہ صحیفہ بابت جنوری ۷۱ء کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں۔ اس کے علاوہ مولانا علی میاں کا علامہ میمن پر مضمون اور علامہ کا ایک اور مضمون مشمولہ "مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں" پیش خدمت ہیں۔ یہ مضمون علامہ میمن نے علی گڑھ کے قیام کے دوران مولانا علی میاں کو املا کرایا تھا۔

مجھے امید ہے کہ آپ مجھ جیسے حقیر طالب علم سے تعلق برقرار رکھیں گے اور مولانا میمن پر کتاب کے سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں گے۔ اگر محاضرات میمنی کا حصہ دوم موجود ہو تو ضرور عنایت فرمائیں۔ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے حالات زندگی اور علمی کارناموں پر سندھی زبان میں کتاب "ڈاکٹر بلوچ ھک مطالعو" چھپی ہے۔ برائے مہربانی اس کے حصول کے لئے طریقہ تحریر فرمائیں۔ شکریہ

فقط

محمد راشد شیخ

(۲)

۴ رنومبر ۱۹۹۹ء

محترمی ومکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ میں ایک عرصے سے آپ کے استاد محترم علامہ عبدالعزیز میمن مرحوم پر مواد جمع کر رہا ہوں اور خواہشمند ہوں کہ ان کی مفصل سوانح حیات لکھوں۔ اس سلسلے میں کچھ عرصہ قبل آپ کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا تھا جس کا جواب بھی آپ نے عنایت فرمایا۔ علامہ میمن صاحب کے مقالات بحوثؒ و تحقیقات (دو جلدیں) بیروت سے چھپی ہیں۔ اب تک مطبوعہ نسخے کا انتظام نہ ہوسکا کیونکہ کتاب بہت جلد ختم ہوگئی اور سعودی عرب میں برائے فروخت موجود نہیں۔ کچھ عرصہ قبل لاہور جانا ہوا تو کتاب کے دوسیٹ فوٹو کاپی کرالیے۔ فی سیٹ تقریباً 300/روپے خرچ ہوئے۔ دونوں جلدوں کے کل صفحات تقریباً ایک ہزار ہیں۔ اگر آپ ضرورت محسوس فرمائیں اور کتاب اب تک نہ ملی ہو تو ایک سیٹ روانہ کروں۔ اس کے لیے آپ سے اجازت لینا ضروری سمجھا۔

علامہ میمن صاحب کے سلسلے میں دو عدد گزارشات پیش کر رہا ہوں۔ کچھ عرصہ قبل حیدرآباد آمد پر آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا مگر پتہ چلا آپ امریکہ گئے ہیں اس لیے یہ باتیں بذریعہ خط لکھتا ہوں:

۱۔ علامہ میمن مرحوم نے اورینٹل کالج لاہور میں قیام کے دوران عربی نصاب کی شرح ''الزہرا لجنی من ریاض المیمنی،، لکھی تھی۔ کیا یہ شرح آپ کی نظر سے گزری ہے۔ یہ شرح آپ کے علم کے مطابق کس کتب خانے سے مل سکتی ہے۔

۲۔ علامہ میمن کی سندھ یونیورسٹی میں گلکشن کے اندر سادہ صفحات پر ان کے قلم سے ہر کتاب

پر نہایت قیمتی حواشی موجود ہیں۔ تحریر فرمائیں کہ ان حواشی کی فوٹو اسٹیٹ کرانے کی کیا صورت ممکن ہے اور اس سلسلے میں آپ کیا معاونت فرما سکتے ہیں

دیگر احوال لائق شکر ہیں۔ آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

فقط

محمد راشد شیخ

(۳)

۲۹ رنومبر ۱۹۹۹ء

محترمی ومکرمی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ مورخہ 17/11/99 کی صبح آپ سے ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی۔ اس دن دوپہر آپ کا خط وصول پایا اور شام لاہور روانگی ہوئی۔ سخت افسوس رہا کہ قلت وقت کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ اب تقریباً دس روز کی چھٹی لے کر گھر آیا ہوں تو آپ کی خدمت میں بحوثؒ وتحقیقات کی فوٹو کاپی روانہ کر رہا ہوں۔ ساتھ ہی میری برس ہا برس کی محنت کا ثمر تذکرہ خطاطین کا تعارفی بروشر اور اخباری تراشے بھی روانہ کر رہا ہوں۔ از راہ کرم ملنے کی اطلاع ضرور دیجیے۔

دیگر احوال لائق شکر ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں

فقط

محمد راشد شیخ

(۴)

22-10-2000

محترم ومکرمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ کافی دنوں سے آپ سے رابطہ نہ ہوسکا۔ اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ ملازمت کی مجبوریوں ودیگر حالات کی وجہ سے لاہور، فیصل آباد، وغیرہ میں قیام رہا۔ آپ کی امانت استاد المیمنی کی سند کا عکس بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ ان شاء اللہ حیدر آباد حاضری پر پیش کردوں گا۔ مجلہ تحقیق کے تازہ شمارے میں آپ کے دو بصیرت افروز مقالات 'سندھ کے اجڑے ہوئے کتاب خانے' اور 'ایک قلمی مجموعہء رسائل' نظر سے گزرے۔

آج آپ سے ایک اور علمی معاونت کا خواستگار ہوں۔ ندوۃ العلما لکھنو کے ایک استاد کو اپنی زیرِ ترتیب کتاب کے لیے پیر صاحب پگارا اوّل اور حُر تحریک پر معلومات درکار ہیں۔ اب تک ان کے دو خطوط آچکے ہیں لیکن افسوس ہے کہ میں باوجود خواہش اور کوشش کے ان کی کوئی مدد نہ کرسکا۔ پیر صاحب پگارا اول اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے باہمی تعلقات پر بھی مواد درکار ہے۔ میری نظر میں صرف آپ کی ذات ہے جو اس بارے میں درست رہنمائی کرسکے۔ ازراہ کرم تحریر فرمائیں کہ کیا آپ نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ان موضوعات پر اردو سندھی انگریزی میں مستند مطبوعات ورسائل ومضامین سے مطلع فرمائیں۔

عین نوازش ہوگی۔

فقط

محمد راشد شیخ

(۵)

31-5-2001

مکرمی ومحترمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ چند روز قبل ایک روز کے لیے حیدر آباد جانا ہوا تو آپ سے ملاقات اور علامہ میمن مرحوم کے حوالے سے آپ کی امانت واپس کرنے حاضر ہوا مگر آپ کے سکھر میں قیام کی وجہ سے ملاقات سے محروم رہا۔ حیدر آباد میں دورانِ قیام زیب ادبی مرکز کے احمد شیخ صاحب اور اس سے قبل ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو صاحب سے ملاقات بھی ہوئی اور آپ کی تازہ کتاب 'اسان جو گوٹھ' کا ذکر بھی سنا۔ مجھے اس کتاب کے مطالعے کا اشتیاق ہے۔ ازراہ کرم تحریر فرمائیں کس طرح حاصل کرسکوں۔

اس سے قبل ایک ملاقات میں میں نے اپنی برس ہا برس کی محنت کا ثمر ''تذکرہ خطاطین'' کا ذکر کیا تھا۔ کتاب فضلی سنز کراچی کے تعاون سے چھپی تھی اور اب الحمد للہ پہلا ایڈیشن تقریباً ختم ہے اور دوسرے کی کوشش جاری ہے۔ فن خطاطی سے میرا تقریباً گزشتہ بیس برسوں سے تعلق ہے اور اس موضوع پر مزید کام کرنے کا ارادہ ہے۔ آج کل میں پاکستان کے نامور خطاط اور شیخ طریقت حضرت نفیس الحسینی مدظلہ کے نمونے جمع کررہا ہوں اور ارادہ ہے کہ شاہ صاحب کے نوادر اور فنی خدمات پر کتاب تیار کروں۔ الحمد اللہ اس سلسلے میں کام برابر جاری ہے۔ شاہ صاحب بھی اپنی مجالس میں کئی مرتبہ آپ کا ذکر بڑی محبت سے فرما چکے ہیں اور یہ بھی کہ آپ نے گاؤں کی مسجد کی کتبات حضرت ہی سے لکھوائے تھے۔ پچھلے دنوں میرے قریبی دوست اور دار العلوم الحسینیہ شہداد پور کے استاد نور محمد صاحب نے دوران ملاقات فرمایا کہ شاہ صاحب سے آپ نے 100 کتب کے ٹائیٹلز

بھی لکھوائے تھے جن پر مشتمل مطبوعہ کتاب گزشتہ سال شاہ صاحب کی حیدر آباد آمد پر انہیں پیش کی تھی۔ڈاکٹر جونیجو صاحب کی کتاب 'ڈاکٹر بلوچ۔حک مطالعہ' سے علم ہوا کہ یہ وہی 100 کتب ہیں جن کا منصوبہ آپ نے ہجرہ کونسل کی طرف سے بنایا تھا اور Great Books of Islamic Civilization کے عنوان سے چھاپنے کا پروگرام تھا۔افسوس ہے کہ یہ عظیم علمی منصوبہ نامکمل رہا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ مجھے شاہ صاحب کے 100 ٹائٹلوں پر مشتمل کتاب کی ایک کاپی درکار ہے۔ازراہ کرم تحریر فرمائیں کہ کیا آپ کے پاس موجود ہے یا اس کے حصول کی کیا صورت ہوگی۔

امید ہے آپ بمع اہل وعیال بخیر وعافیت ہوں گے۔

والسلام

محمد راشد شیخ

(۶)

۱۱رجون ۲۰۰۲ء

محترمی ومکرمی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔درار العلوم ندوۃ العلما لکھنو کے استاد جناب فیصل احمد بھٹکلی ندوی صاحب گزشتہ کئی برسوں سے" برصغیر کی آزادی میں علما کا کردار" پر تحقیقی کتاب لکھ رہے ہیں۔اس سلسلے میں حُروں کی تحریک اور علمائے سندھ پر راقم نے بھی حتی المقدور معاونت کی اور آپ سے بھی میں نے مدد حاصل کی۔اب فیصل صاحب نے یہ خط براہ راست آپ کے نام لکھا ہے۔ازراہ کرم اپنے قیمتی وقت میں سے

کچھ نکال کر انہیں جواب تحریر فرمائیں۔اگر آپ جواب مجھے بھی بھیج دیں تو میں فیصل صاحب کو Post کردوں گا۔

آپ کے تعاون کا بے حد شکریہ

فقط

محمد راشد شیخ

(۷)

۱۷رجون ۲۰۰۲ء

محترمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔آج آپ کا جوابی خط بنام مولانا فیصل احمد ندوی صاحب ملا۔ان شاء اللہ جلد ہی یہ انہیں مل جائے گا۔آپ نے علامہ میمن کے جس خط کی کاپی بھیجی تھی وہ مجھے بحفاظت مل گئی تھی،شکریہ۔یاد پڑتا ہے کہ اس کی اطلاع اور ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کا پتہ آپ کو بھیجا تھا۔اگر نہ ملا ہو تو دوبارہ بھیج دوں۔

علامہ میمن مرحوم کی سوانح کا ابتدائی مسودہ الحمد للہ تقریباً تکمیل پذیر ہوا۔اب صرف یہ کام باقی ہے کہ اس میں جو جو خلا باقی رہ گئے ہیں انہیں بھر کر کام مکمل کیا جائے۔کئی چیزوں کے لیے مختار الدین صاحب کو لکھا ہے جو امید ہے وہ جلد روانہ فرمائیں گے۔علامہ میمن مرحوم کی سوانح میں میں نے ایک مکمل باب "بخل کا الزام اور صحیح صورت حال" لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ یہ الزام سراسر غلط ہے۔اس سلسلے میں خلیل الرحمن اعظمی کے مضمون مطبوعہ نقوش شخصیات نمبر ۲ میں لگائے گئے الزامات کا علمی رد بھی کیا ہے۔اس مضمون میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کی وضاحت صرف آپ کر سکتے ہیں۔ازراہ کرم اس

حوالے سے درج ذیل سوالات کے مفصل اور اطمینان بخش جوابات تحریر فرمائیں۔

۱۔کیا علامہ میمن علی گڑھ میں ٹوٹی پھوٹی سائیکل استعمال کرتے تھے؟

۲۔کیا علامہ میمن نے علی گڑھ میں بڑا سا مکان بنوا رکھا تھا جس کے مختلف حصے کرائے پر اٹھار کھے تھے اور کرایہ داروں سے سود خور پٹھان کی طرح کرایہ وصول کرتے تھے؟

۳۔کیا علامہ میمن کے مکان میں نہ تو کوئی آراستہ ڈرائنگ روم تھا اور نہ ہی بیٹھنے کا کمرہ؟

۴۔کیا علامہ میمن اپنے شاگردوں سے تمبا کو منگاتے تھے؟[1]

فقط

محمد راشد شیخ

....

(۱) اس خط کے مفصل جواب کے لیے ملاحظہ فرمائیں "خطوط ڈاکٹر نبی بخش بلوچ"، مرتبہ محمد راشد شیخ، صفحہ نمبر 153 تا 155۔ ڈاکٹر بلوچ صاحب کے اس مفصل جواب کی روشنی میں خلیل الرحمن اعظمی کے لکھے غیر ذمہ دارانہ مضمون میں بیان کردہ تمام باتیں غلط ثابت ہوتی ہیں۔

(۸)

۲۸ / جون ۲۰۰۲ء

مکرمی ومحترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے اپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ کل شام آپ کا عنایت نامہ مورخہ 20/6/2002 ملا۔ اس میں آپ نے علامہ میمن مرحوم کی رہائش اور عادات سے متعلق نہایت قیمتی معلومات فراہم کیں۔

میں اس عنایت پر آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی

آپ عاجز کی اس بارے میں علمی سرپرستی فرماتے رہیں گے۔

فقط

محمد راشد شیخ

(۹)

۲۱ / اگست ۲۰۰۵ء

محترمی ومکرمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ دو روز قبل آپ سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔ اتفاق سے آج میرے دفتر کے ساتھی بدر الدین داؤد پوتو صاحب نے مطلع کیا کہ ان کے ایک قریبی اور ذمہ دار دوست حیدرآباد جا رہے ہیں۔ میں ان کے ذریعے استاد فیصل ندوی صاحب کی بھیجی کتب (ایک آپ کے لیے اور ایک ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کے لیے) اور علامہ میمن کے خطوط والا لفافہ بھیج رہا ہوں۔

از راہ کرم ان صاحب کے ذریعے درج ذیل چیزیں روانہ فرمائیں

۱۔علامہ میمن کے بقیہ خطوط اور آپ کے ساتھ گروپ فوٹو

۲۔ڈاکٹر مختار الدین صاحب کے لیے کتاب

۳۔آپ کے بارے میں سندھی زبان میں چھپی تین کتب اور ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو صاحب کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ الحمد للہ علامہ میمن کی سوانح پر کام برابر جاری ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔ اس بارے میں آپ کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔ دعا کی درخواست ہے۔

فقط

محمد راشد شیخ

(۱۰)

25-6-2006

محترمی ومکرمی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ میں آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ مورخہ 22/6/06 کو سخت گرمی کا موسم میں تقریباً دو گھنٹے تک زیر تکمیل کتاب(۱) کی خاطر مفید معلومات فراہم کیں۔ یہ تمام گفتگو بحفاظت Tape ہوگئی اور کتاب میں اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ۔ اس سے اگلے روز میں نے ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو صاحب کی خدمت میں خط بھی روانہ کر دیا تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ فی الوقت مجھے درج ذیل کتب وفوٹو اسٹیٹ صفحات کی ضرورت ہے:

1۔ تاریخ معصومی کا اسلام آباد ایڈیشن جس میں آپ نے 25 جلدوں والے منصوبے کا خاکہ پیش کیا تھا۔

2۔ Sindh-Studies in History

3۔ Sindh-Studies in Culture

4۔ Education based on Islamic Values

5۔ دیوان صابر

6۔ دیوان ماتم

یہ کتب زیر تکمیل کتاب میں مدد کے علاوہ ذاتی مطالعے کے لیے حاصل کر رہا ہوں۔

درج ذیل کی فوٹو کاپی درکار ہے:

1۔ Article on Sindh in Encylopaedia Britanica

2۔ مقدمہ بیگلار نامہ

3۔ مقدمہ تاریخ طاہری

4۔ مقدمہ لب تاریخ سندھ

5۔ مقدمہ جلد اوّل وجلد پنجم جامع سندھی لغات

6۔ مقدمہ جلد اوّل وجلد آخر شاہ جو رسالو

7۔ مقدمہ جلد اوّل لوک ادب

اس کے علاوہ جو تحریر آپ ضروری سمجھیں فراہم کر سکتے ہیں۔ میرا اسلام آباد رابطہ ہوا تھا۔ اکادمی ادبیات والوں نے کتاب کا مسودہ اواخر ستمبر تک طلب کیا ہے تاکہ کمپوزنگ وطباعت کے مراحل کا آغاز کیا جا سکے۔ اندازاً کتاب اس سال کے اواخر تک طبع کرنے کا ارادہ ہے۔

آخر میں دعا کی درخواست کے ساتھ اجازت۔

محمد راشد شیخ

....

(۱) یعنی کتاب ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ شخصیت اور فن'' از محمد راشد شیخ۔ یہ کتاب اکادمی ادبیات پاکستان کے سلسلے 'پاکستانی ادب کے معمار' کے تحت ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی۔

(۱۱)

20-4-2008

محترمی ومکرمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ مورخہ 16/4/08 کو حیدر آباد میں آپ نے کرم فرمایا۔ آپ سے طویل نشست کے بعد آپ کی محبت، شفقت اور مہمان نوازی کا قلب پر گہرا تاثر لے کر لوٹا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ

تا دیر ہمارے سروں پر صحت وعافیت سے قائم رکھے، آمین۔ کل کی ڈاک سے کاغذات اور فائلوں سے بھرا بکس وصول پایا۔ رات ہی تمام خطوط اور کاغذات دیکھے اور اہم خطوط کا مطالعہ کیا۔ عاجز کی رائے میں اس مواد سے تین کتب ترتیب دی جاسکتی ہیں:

1۔ مقالات ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

2۔ مکتوبات ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

3۔ مکتوبات مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

ان کتب کی خاطر ان شاء اللہ مفید حواشی بھی لکھے جائیں گے جس کے لیے اگر ضرورت محسوس ہوئی تو آپ کی رہنمائی درکار ہوگی۔ عاجز کی رائے میں اب الحمدللہ پہلی کتاب کی کمپوزنگ کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔ پہلا پروف ملتے ہی وضاحتی حواشی لکھنے کا آغاز کردیا جائے گا۔

آپ سے گزارش ہے کہ جس ادارے سے اشاعت مطلوب ہو اس کے کار پرداز حضرات سے متعارف کرادیں تاکہ کمپوزنگ کے لیے چیزیں روانہ کرسکوں۔

یہاں یہ عرض کردوں کہ یہ کام میں علمی خدمت اور سعادت سمجھ کر کروں گا۔ مجھے کسی طرح کی مالی منفعت درکار نہیں محض چند اعزازی نسخے برائے تقسیم درکار ہوں گے ۔کراچی آمد پر رابطے کا منتظر رہوں گا۔

ایک مرتبہ پھر آپ کا اور ڈاکٹر فاروق لغاری صاحب کا شکریہ ادا کرکے اجازت چاہتا ہوں۔

فقط

محمد راشد شیخ

(۱۲)

17-9-2009

محترمی ومکرمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج بخیر

الحمدللہ کچھ عرصہ قبل ہی راقم کی تالیف ”علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات“ ادارۂ احیائے علم ودعوت، لکھنو سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا اولین نسخہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی مسرت حاصل کررہا ہوں۔ ازراہ کرم بعد مطالعہ قیمتی مشوروں سے محروم نہ رکھیں۔

’گلشنِ اردو‘ کا ہنوز انتظار ہے۔

فقط

محمد راشد شیخ

(۱۳)

۲۵ رفروری ۲۰۱۰ء

محترمی ومکرمی ڈاکٹر بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے ۔الحمدللہ ’گلشنِ اردو‘ بخیر وعافیت اور بحسن وخوبی اشاعت پذیر ہوئی۔ جیسا کہ آج فون پر ذکر ہوا تھا آپ کے استاد بھائی ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب نے اس کتاب کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ اگر آپ پاکستان اسٹڈی سینٹر کے ذمہ داران کے ذریعے کتاب کے دو نسخے آرزو صاحب کے پتے پر بھجوادیں تو عین مناسب ہو۔ ان میں سے ایک نسخہ آرزو صاحب کے لیے اور ایک مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے۔ آرزو صاحب کا پتہ یہ ہے:

Dr. M.D.AHMAD

4/286 AMIR NISHAN ROAD

DODHPUR ALIGARH 202002

INDIA

گزشتہ دنوں مظفر آباد سے چند روز کے لیے کراچی پہنچا تو آپ کی ہدات کے مطابق خطوط پر مشتمل box روانہ کر چکا ہوں جو آپ تک بحفاظت پہنچ چکا ہے۔ ان میں فی الحال راقم الحروف کے نام آپ کے خطوط موجود نہیں۔ ان شاء اللہ کتاب میں وہ بھی شامل ہوں گے۔ چند اور حضرات سے بھی خطوط کے حصول کے سلسلے میں بات ہو چکی ہے۔ ان سے خطوط ملتے ہی مطلع کروں گا۔

فی الحال تقریباً تین ماہ تک مظفر آباد ہی میں قیام رہے گا۔ از راہ کرم اس دوران اگر خط بھیجنا ہو تو مظفر آباد کے پتے پر روانہ فرمائیں۔

الحمد للہ باقی سب خیریت ہے۔

فقط

محمد راشد شیخ

خطوطِ مشاہیر بنام

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتبہ

محمد راشد شیخ

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
اینڈومینٹ فنڈ ٹرسٹ

ریسرچ فاؤنڈیشن حیدرآباد۔ سندھ

خطوطِ مشاہیر بنام ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

مرتبہ محمد راشد شیخ

خطوطِ مشاہیر بنام
ڈاکٹر نبی بخش بلوچ
مرتبہ
محمد راشد شیخ
ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
ریسرچ فاؤنڈیشن حیدر آباد۔ سندھ
اینڈومینٹ فنڈ ٹرسٹ